اسلامی نظریہ حیات

الحاد واتحاد، خوارجیت واعتزال، جدیدیت وروایت پرستی کی انتہاؤں کے مابین

معتدل بیانیہ

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

دار الفکر الاسلامی

نام کتاب: اسلامی نظریہ حیات

مصنف: ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

ناشر: دار الفکر الاسلامی

صفحات: 132

قیمت: 200روپے

طبع اول: جنوری،2020ء

ای میل: mzubair@cuilahore.edu.pk

hmzubair2000@hotmail.com

مصنف کی دیگر کتب:

☆ وجود باری تعالیٰ: مذہب، فلسفہ اور سائنس کی روشنی میں(Existence of God)

☆ صالح اور مصلح(Personality Development)

☆ سیکس، سائیکالوجی اور سوسائٹی(Sex, Psychology and Society)

☆ آسان دین(Easy Islam)

☆ تعلق کی سائنس(Science of Relationship)

☆ ازدواجی زندگی مسائل اور حل(Marital Life: Problems and Solutions)

☆ جادو، آسیب اور نظر بد کا علاج(Magic, Devil and Evil Eye)

☆ مکالمہ(Dialogue)

☆ اسلامی نظریہ حیات(Islamic Ideology of Life)

☆ اسلام اور مستشرقین(Islam and Orientalists)

اسلامی نظریہ حیات

الحاد واتحاد، خوارجیت واعتزال، جدیدیت وروایت پرستی کی انتہاؤں کے مابین معتدل بیانیہ

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر
اسسٹنٹ پروفیسر، کامساٹس انسٹی ٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی، لاہور
ریسرچ فیلو، مجلس تحقیق اسلامی، ماڈل ٹاؤن، لاہور
ریسرچ فیلو، شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی، لاہور

دار الفکر الاسلامی

لاہور

﴿أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلُهُ كَذَلِكَ يَضْرِبُ ا ّّٰ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذَلِكَ يَضْرِبُ ا ّّٰ الْأَمْثَالَ﴾ **[الرعد: 17]**

"اللہ عزوجل نے آسمان سے پانی اتارا [یعنی وحی] تو وادیاں اپنے اپنے ظرف کے مطابق بہہ پڑیں اور سیلاب اپنے ساتھ چڑھی ہوئی جھاگ بھی اٹھالایا۔ اور جسے وہ آگ میں زیورات یا برتن حاصل کرنے کے لیے تپاتے ہیں تو اس پر بھی ایسی ہی جھاگ آجاتی ہے۔ اسی طرح اللہ عزوجل حق اور باطل کی مثال بیان کرتے ہیں۔ تو جھاگ خشک ہو کر جاتا رہتا ہے اور جو چیز لوگوں کے لیے نفع بخش ہوتی ہے تو وہ زمین میں باقی رہ جاتی ہے۔ اور اسی طرح اللہ عزوجل مثالیں بیان کرتا ہے۔"

انتساب

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نام

کہ زمانہ طالب علمی میں بہت دفعہ ایسا ہوا کہ کسی مسئلے میں تحقیق کی اور بعد ازاں خیال پیدا ہوا کہ اس بارے شیخ الاسلام کی رائے بھی دیکھ لی جائے تو وہ بھی ویسی ہی نکلی کہ جس پر دل کو پہلے ہی سے اطمینان ہو چکا تھا تو اسی نسبت سے اپنے نام کے ساتھ تیمی لکھنا شروع کر دیا تھا کہ مجھے لگا کہ ابن تیمیہ فرد نہیں بلکہ سوچ بچار اور بحث و تحقیق کا ایک انداز ہے۔

فہرست مضامین

مقدمہ

اسلامی نظریہ حیات ہی وہ واحد نظریہ ہے کہ جس میں انسانی زندگی کی ابتداء وانتہاء (Alpha and Omega)، مقصد زندگی، طرز حیات، تاریخ، لسانیات (Linguistics)، علمیت (Epistemology) اور اخلاقیات وغیرہ کے بارے اس قدر تفصیلی اور واقعی معلومات موجود ہیں کہ اس پر "Theory of Everything" کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اس تحقیقی مضمون میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اسلامی ضابطہ حیات کی روشنی میں اسلام کا عالمی نقطہ نظر (world view) اصولی انداز میں اس طرح پیش کر دیا جائے کہ یہ دین کی روایتی فکر کا ایک جامع اور مختصر بیانیہ (narrative) بن جائے۔

اعتزال، جدیدیت، مابعد جدیدیت، دہریت، خوارجیت اور انتہا پسندی کے عوامل کے نتیجے میں پچھلے دس سالوں میں دور جدید کے علمی وفکری فتنوں کو گہرائی میں پڑھنے سننے کا موقع ملا کہ جس سے عقیدہ کا جدید اسلوب میں ایک ایسا مختصر اور جامع متن تیار کرنے کا جذبہ پیدا ہوا کہ جس میں ان فتنوں کا بھرپور استدلالی جواب موجود ہو۔ معلوم نہیں یہ مقصد کس حد تک پورا ہو پایا ہے؟ لیکن مصنف نے اس کے لیے محنت ضرور کی ہے کہ جس کا احساس اس مضمون کے مطالعے کے بعد ان لوگوں کو ضرور ہو گا جو ان فتنوں اور ان کے پیدا ہونے والے اثرات سے بخوبی آگاہ ہیں۔

اس بیانیے کا ہر ہر جملہ ایک ایسی فکر کا حامل ہے کہ جس میں کسی فتنے کا رد موجود ہے یا کسی اہم سوال کا جواب پوشیدہ ہے۔ اور متن کا ہر جملہ دوسرے کے ساتھ نہ صرف لفظاً ومعناً مربوط ہے بلکہ اس کے لیے ایک دلیل بھی ہے۔ بیانیے کا متن اگرچہ مختصر ہے لیکن حواشی میں بیانیہ کی دلیل اور استدلال تفصیل کے ساتھ کتاب وسنت سے نقل کر دیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر اہل علم کی آراء بھی منقول ہیں لیکن ان کا عربی سے اردو ترجمہ نہیں کیا گیا، نہ ہی دلالت کی نوعیت کو واضح کیا گیا ہے جبکہ بعض مقامات پر محض اشارات کر دیے گئے ہیں تاکہ اہلیت نہ رکھنے والے افراد بحث کو اس کے علمی معیار سے نیچے نہ لا سکیں۔ شروع میں ارتقاء، بگ بینگ اور دہریت (atheism) کے بارے فزکس اور بیالوجی کے علوم کی روشنی میں اور بعد ازاں وحدت

الوجود کے بارے کچھ تجزیاتی ابحاث شامل کی گئی ہیں جو جدید تعلیم یافتہ طبقے اور قدیم میں رسوخ رکھنے والے طلباء کے لیے مفید ثابت ہوں گی، ان شاء اللہ!

امر واقعہ یہ ہے کہ اہل مغرب نے اپنے ہر علم، خواہ وہ سائنسی ہو سماجی، تاریخی ہو یا لسانی، کو نظریہ ارتقاء (theory of evolution) کی روشنی میں مرتب کر کے دکھا دیا ہے جبکہ اہل مشرق پر یہ فرض ہے کہ وہ ہر علم کو، چاہے وہ تاریخ ہو سائنس، نظریہ تخلیق کی روشنی میں مرتب کر کے دکھا دیں۔ اور جب تک ہمارے محققین فلسفہ، سائیکالوجی، بیالوجی، نظریاتی فزکس، عمرانیات، لسانیات اور تاریخ کے مضامین میں نظریہ تخلیق (Creationism) کی روشنی میں بحث و تحقیق کی بنیاد نہیں رکھ دیتے، اس وقت تک دنیاوی علوم سے مذہب کا مقدمہ ثابت کرنا ممکن نہیں ہے۔

مابعد جدیدیت (postmodernism) کی یہ خوبی ہے کہ اس نے نہ صرف فلسفہ، ادب، معاشیات، لسانیات اور تاریخ وغیرہ کو اپنے نقطہ نظر سے نہ صرف نئے سرے سے بیان کر دیا بلکہ اپنا میوزک اور آرٹ بھی پیدا کر کے دکھا دیا جبکہ اہل مذہب کو تو نئے سرے سے کچھ بھی تخلیق کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف پہلے سے موجود کام کو مرتب کرنا ہے۔ مثلاً نظریہ تخلیق کی روشنی میں اگر آپ نے انسان کی تاریخ کا مطالعہ کرنا ہے تو "تاریخ الرسل والملوک" اور "دیوان المبتدا والخبر" کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اور اگر نظریہ تخلیق ہی کی روشنی میں معاشیات پر تحقیق کرنی ہے تو "الاموال" اور "الخراج" کو دیکھ لیں۔ خوارزمی نے "وراثت" کے مسائل حل کرنے کے لیے "الجبرا" (Algebra) ایجاد کیا اور اس بارے اس کی کتاب "الکتاب المختصر فی حساب الجبر والمقابلۃ" کا آخری باب دیکھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کیا "خطاطی" (Calligraphy) آرٹ میں اور "مقامات" (Quranic Rhythms) میوزک کے بالمقابل ایسے اسلامی فنون نہیں ہیں جو انسان کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو حقیقی سکون بخشیں؟

راقم کی تجویز میں اس کتاب کو مدرسہ ویونیورسٹی کے وہ طلباء بطور نصاب مطالعہ کریں کہ جنہیں شعوری غور وفکر (intellectual thought) سے دلچسپی ہو۔ اگر آپ کو یہ کتاب

مفید معلوم ہو تو اس کا ایک پرنٹ نکال کر یا فوٹو کاپی کروا کے اسے کسی قریبی مدرسہ، کالج، یونیورسٹی یا پبلک لائبریری میں رکھوادیں۔

میں اپنی یونیورسٹی کے ان جمیع ڈاکٹرز صاحبان کا شکر گزار ہوں، خاص طور فزکس اور ریاضی کے کہ جنھوں نے اس کتاب میں شامل بعض موضوعات پر گفت وشنید کے لیے وقت نکالا۔ اور یہ کتابچہ اس موضوع پر ایک ابتدائی نوعیت کی بحث ہے۔ امید ہے کہ اہل علم اس بحث کو آگے بڑھائیں گے کہ یہ ایک بندے کے کرنے کا کام نہیں ہے بلکہ ایک جماعت کا کام ہے۔ یا اللہ عزوجل مجھے زندگی دے اور علم میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا تو آج سے بیس سال بعد اس کا کوئی اضافہ شدہ ایڈیشن پیش کر سکوں۔

ابوالحسن علوی

اسلامی نظریہ حیات

خالق اور مخلوق [موجود][1] ہیں اور دونوں [کا وجود][2] حق[3] ہیں۔[4] دہریت (atheism) علماً اندھا ایمان[5] (blind faith) اور منہجاً سوفسطائیت[6] (sophism) ہے جبکہ "تنزلات"[7] جہل مرکب[8] اور بدعت[9] بھی[10] ہیں۔

1-مبدا اور معاد (Entry and Exit):

انسان کے مبدا اور معاد[11] (Alpha and Omega) کے بارے سب سے جامع اور منطقی جواب مذہب کے پاس ہے۔[12] ازل سے خالق تھا اور اس کے ساتھ کچھ بھی نہ تھا یہاں تک کہ اس نے سب سے پہلے پانی کو پیدا کیا اور اس کے بعد اس پر اپنا عرش بنایا۔[13] پانی اور عرش کے بعد سب سے پہلے جسے خالق نے پیدا کیا، وہ قلم ہے۔ اور اسے پیدا کرنے کے بعد خالق نے اسے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا، اس کے لکھنے کا حکم دیا۔ اور اس لکھے ہوئے کو ہم تقدیر کے نام سے جانتے ہیں۔[14] اس کے بعد خالق نے زمین، پہاڑوں، سات آسمانوں، ستاروں اور دیگر مخلوقات کو چھ دنوں میں پیدا کیا[15] اور اپنے عرش پر مستوی ہوا۔[16] خالق اور مخلوق کا باہمی تعلق عبد و معبود کا ہے نہ کہ وہم و خیال یا عکس وظلال کا۔[17]

اس دنیا میں انسان کا وجود کسی اتفاق (chance) یا حادثے (accident) کا نتیجہ نہیں بلکہ خالق وحدہ لاشریک کی ایک بامقصد تخلیق کا ظہور ہے۔[18] اور انسان کی پیدائش کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی عبادت اور بہترین عمل کے ذریعے اپنے خالق کا شکر ادا کرے۔[19] کائنات کے خالق نے مادہ نور سے فرشتوں، آگ سے جنات اور مٹی سے انسان کی تخلیق کی۔[20] اس نے فرشتوں اور جنات کی تخلیق کے بعد ایک تیسری مخلوق انسان کو پیدا کرنے اور اسے زمین میں خلیفہ[21] اور مسجود ملائک بنانے کا اعلان کیا۔[22] اور زمین کی مٹھی بھر مٹی[23] کے گارے کا جوہر[24] لے کر اپنے دونوں ہاتھوں سے[25] پہلے انسان [آدم] کا پتلا (statue) بنایا اور اسے جنت میں رکھا۔[26] اس کی نوک پلک سنوارنے کے بعد اس میں اپنی روح پھونکی،[27] اسے خلیفہ ہونے کے مقام پر سرفراز کرنے کا اعلان فرمایا[28] اور مسجود ملائک ٹھہرایا۔[29] فرشتوں نے سجدہ کر کے آدم

کے عالی مقام کو قبول کیا جبکہ جنات میں سے ابلیس نے آدم کے مرتبے سے حسد کیا اور اللہ کے دربار میں تکبر کا اظہار کرتے ہوئے نہ صرف سجدہ کرنے سے انکار کر دیا بلکہ آدم اور ان کی ذریت کے خلاف ابدی دشمنی کا بھی اعلان کر دیا۔[30]

خالق نے آدم کی پسلی ہی سے ان کے لیے جنس مخالف حوا کا جوڑا پیدا کیا اور پھر اس زمین میں ان دونوں سے کثیر تعداد میں نسل انسانی کو پھیلا دیا۔[31] مخلوقات کی پیدائش کے بعد ان کی افزائش نسل کے لیے خالق نے ہر جاندار شیء میں اصل "پانی" کو بنایا۔[32] شروع میں آدم اور حوا دونوں کو "آسمانوں کی جنت" میں رکھا گیا[33] جبکہ بعد ازاں اسی جنت کے حصول کے لیے امتحان کی غرض سے متعین مدت کے لیے زمین پر اتارا گیا[34] اور ایک "آسمانی ضابطہ حیات" عطا کیا گیا کہ جس کے مطابق زندگی گزارنے کو دنیاوی امتحان میں کامیابی کی شرط لازم قرار دیا گیا۔[35] دنیا کے امتحان میں کامیابی اور ناکامی کے اعلان کے لیے آخرت کا دن مقرر کیا گیا اور کامیاب لوگوں کے لیے ہمیشہ کی جنت کا وعدہ اور ناکام کے لیے جہنم کی وعید سنائی گئی۔[36]

قدیم انسان کی تاریخ پانچ ادوار میں منقسم ہے۔[37] پہلا دور آدم سے نوح، دوسرا نوح سے ابراہیم، تیسرا ابراہیم سے موسیٰ، چوتھا موسیٰ سے عیسیٰ اور پانچواں عیسیٰ سے محمد رسول اللہ تک ہے۔[38] آدم کو جنت[39] سے "ارض ہند" میں اتارا گیا[40] اور انہیں صنعت[41] اور زبان[42] دونوں سکھا کر دنیا میں بھیجا گیا۔ میدان عرفات میں "عہد الست" ہوا[43] اور آدم کی اولاد "مشرق" میں "شام" (Mesopotamia) میں آباد ہوئی۔[44]

آدم اور نوح کے مابین دس نسلیں ہیں[45] جو "توحید" پر ایمان رکھنے والی تھیں۔[46] آدم کی اولاد میں پہلی مرتبہ "شرک" کا ظہور نوح کے زمانے میں ہوا[47] جبکہ وہ "شام" (Mesopotamia) کے علاقے میں آباد تھے۔[48] "قوم نوح" کے شرک، سرکشی اور بغاوت کے نتیجے میں "طوفان نوح" کے ذریعے نسل انسانی ہلاک ہوئی اور اہل کشتی میں سے صرف نوح ہی کی نسل آگے جاری ہوئی۔[49] موجودہ نسل انسانی نوح کے تین بیٹوں سام، حام اور یافث کی اولاد ہیں۔[50] عرب سام، حبشی حام اور اہل روم یافث کی اولاد ہیں۔[51]

نوح اور ابراہیم کے مابین بھی دس نسلیں ہی ہیں۔[52] "قوم نوح" کی ہلاکت کے بعد "قوم عاد" ان کی جانشین بنی۔[53] "قوم عاد" کی ہلاکت کے بعد "قوم ثمود" ان کی جانشین ٹھہری۔[54] "قوم ثمود" کی ہلاکت کے بعد "قوم ابراہیم"، "قوم لوط" اور "قوم شعیب" ان کی جانشین قرار پائیں۔[55] ابراہیم کی بعثت کے بعد نبوت ان ہی کی ذریت میں رکھ دی گئی۔[56] ابراہیم سے موسیٰ اور موسیٰ سے عیسیٰ تک "نبوت اور کتاب" بنو اسحاق کے پاس رہی[57] اور محمد رسول اللہ سے بنو اسماعیل کو منتقل ہو گئی۔[58] اور محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے "جدید انسان" (modern age) کی تاریخ کی ابتداء ہوئی۔

یہ اس دنیا کی ابتداء اور انتہاء ہے۔ پس سائنسی، انسانی اور عمرانی علوم (Humanities and Social Sciences) میں ہر وہ نقطہ نظر (worldview) کہ جس کی بنیاد اصول ثلاثہ "توحید"، "رسالت" اور "آخرت" نہ ہو، ظلمت ہے[59] اور ہر وہ علم کہ جس کا معلوم "اصول ثلاثہ" کا انکار ہو، جاہلیت ہے۔[60]

2-روایت اور فہم (Tradition and Hermeneutic):

خالق کی طرف سے دنیاوی زندگی گزارنے کے لیے نازل کیے گئے ابدی اور آسمانی ضابطہ حیات کو "دین اسلام" کا نام دیا گیا[61] اور اس کے علاوہ کسی بھی ضابطہ حیات کو قبول کرنے یا اس کے مطابق زندگی گزارنے کا انکار کر دیا گیا۔[62] ہر قوم کی طرف نبی اور رسول بھیجے گئے۔[63] آدم علیہ السلام سے لے کر محمد ﷺ تک تمام انبیاء کا ضابطہ حیات ایک ہی تھا اور وہ "اسلام" ہے اگرچہ اس ضابطہ حیات کی تشریحات اور توضیحات کہ جسے "شریعت" کہتے ہیں، احوال و ظروف میں تبدیلی کی وجہ سے مختلف ادوار اور اقوام میں متنوع رہی ہے۔[64] "شریعت" یعنی ضابطہ حیات کی تفصیلات اور جزئیات (code of life) کی طرح "منہاج" یعنی شریعت کو فرد و معاشرے میں جاری و ساری کرنے کا طریق کار (way of life) بھی ہر قوم کے لیے مختلف رہا ہے۔[65] محمد ﷺ کی بعثت کے بعد قیامت تک کے لیے اللہ کا دین "اسلام"، شریعت "محمدی" اور منہاج "دعوت و جہاد" ہے۔[66] اور اب ان تینوں پر عرفاً "اسلام" کے لفظ کا اطلاق درست ہے۔

اس دین کے دو پہلو "روایت" اور "فہم" ہیں۔ جہاں تک "دین کی روایت" کی بحث ہے[67] تو حصول علم کے ذرائع (Means of Knowledge) میں سے مستند ترین اور جامع ترین ذریعہ "خبر" ہے اور "وحی" خبر ہی کی ایک قسم ہے[68] جبکہ الہام، وجدان اور کشف تینوں خبر نہیں ہیں۔[69] اگرچہ سابقہ آسمانی کتب میں آج بھی بعض مقامات پر اللہ کا حکم موجود ہے[70] لیکن چونکہ ان قوموں نے اپنی الہامی کتب اور نبیوں کی تعلیمات میں اخفاء اور اضافے[71] کے رستے لفظی و معنوی تحریفات کر لی تھی[72] لہٰذا اب قیامت تک کے لیے، انسانوں کی اخروی نجات کی لازمی شرط، دین اسلام کو جاننے کا واحد محفوظ ذریعہ خالق کے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔[73]

محمد ﷺ کی بعثت کے بعد گزشتہ پیغمبروں کی اقوام کے لیے آپ ﷺ اور قرآن مجید کی اتباع اخروی نجات کی لازمی شرط ہے[74] اور اللہ کے دین کو بیان کرنے میں آخری کتاب قرآن مجید سابقہ جمیع آسمانی صحائف پر نہ صرف حاکم ہے[75] بلکہ ان کی ناسخ بھی ہے۔[76] محمد رسول ﷺ سے یہ دین، قرآن مجید اور سنت نبوی دو صورتوں میں، بذریعہ خبر اس امت کو منتقل ہوا ہے اور "خبر صحیح"[77] کے ذریعے اس دین کا محمد رسول اللہ ﷺ سے امت کے کسی فرد تک پہنچ جانا اس پر حجت قائم ہو جانے میں کافی ہے۔[78] قرآن مجید کی خبر کا ثبوت "اصول قراءات"، حدیث کا "اصول حدیث"، تفسیری اقوال کا "اصول تفسیر"، سیرت کا "اصول سیرت" اور تاریخ کا "اصول تاریخ" کی روشنی میں طے ہو گا۔[79]

اور رہی بات "دین کے فہم" کی تو لفظ و معنیٰ کا تعلق لازم وملزوم کا ہے۔ قرآن مجید اور سنت نبوی دونوں وحی الٰہی ہیں اور دین اسلام کے بنیادی مصادر ہیں[80] اور عقیدہ و عمل یا حلال و حرام کے بیان میں ان دونوں سے ایسی حجت قائم ہوتی ہے کہ جس کی بنیاد پر انسان آخرت میں مسؤل قرار پائے۔[81] قرآن و سنت کا باہمی تعلق لفظ و معنیٰ کا ہے۔[82] قرآن مجید، اللہ کے الفاظ ہیں جبکہ سنت منشائے متکلم کے مطابق ان کا بیان ہے۔[83] قرآن مجید میں الفاظ تلقی و تلاوت[84] جبکہ سنت نبوی میں معنیٰ تحمل و اداء[85] کی صورت میں، قراءات اور حدیث کی اصطلاحات کے ساتھ، محمد رسول اللہ ﷺ سے ہم تک نسل در نسل منتقل ہوا ہے۔ قرآن مجید روایت باللفظ ہے جبکہ

حدیث کہیں روایت باللفظ اور کہیں روایت بالمعنی ہے۔[86] قرآن مجید یا حدیث نبوی کے فہم میں سلف صالحین کا "منہج استدلال" حجت (binding) ہے[87] اور اگر نص کے کسی معنی پر مسلمان اہل علم کا اتفاق ہو جائے تو اس سے اختلاف گمراہی کا رستہ ہے۔[88] اجماع اور قیاس مظہر حکم ہیں نہ کہ مثبت شریعت۔[89] کلام میں اصل حقیقت ہے اور مجاز کے لیے قرینہ چاہیے۔[90] کلام کبھی محکم ہوتا ہے اور کبھی متشابہہ[91] اور اس کی اپنے معنی پر دلالت کہیں قطعی ہے اور کہیں ظنی۔[92] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر اور اجتہاد دونوں حجت ہیں[93] جبکہ مفسر صحابہ کی "درایت تفسیری" حجت ہے[94] جبکہ "درایت اجتہادی" نہیں۔[95] اور فقہاء صحابہ کا اجتہاد اور فتویٰ معتبر ہے۔[96] خیر القرون میں ہی کتاب وسنت کے فہم کے دو اجتہادی مناہج دو مکاتب فکر، اہل الاثر اور اہل الرائے، کی صورت میں حجاز اور عراق میں وجود میں آئے۔[97] اہل الاثر کی ریاست امام مالک رحمہ اللہ اور اہل الرائے کی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے حصے میں آئی۔[98] اہل الاثر سے مالکی، شافعی، حنبلی اور ظاہری مکاتب فکر جبکہ اہل الرائے سے حنفی مکتبہ فکر کی ابتداء پڑی۔[99] اور عصر حاضر کے حالات وتقاضوں کے مطابق دین کی تعبیر وتشریح کے بیان میں کسی علمی روایت سے تمسک ضروری ہے[100] ورنہ تو ہر اس تعبیر دین یا بیانیے کی مثال ایک کٹی پتنگ کی سی ہو گی کہ جس کی سند دو چار واسطوں کے بعد منقطع ہو جاتی ہو۔[101] علماء کے لیے "اجتہاد"[102] جبکہ عوام کے لیے "اتباع"[103] واجب ہے۔[104]

3- علم اور قوت (Power and Knowledge):

علم، توحید کی معرفت ہے[105] اور جس کا نتیجہ توحید کا انکار ہو، وہ علم نہیں جہالت ہے۔[106] پیغمبروں کی بعثت کا مقصد خالق کے دیے ہوئے ضابطہ حیات کی نہ صرف تبلیغ تھی کہ فرد اپنے خالق کی بندگی اختیار کرے، طاغوت سے اجتناب کرے[107] اور اس پر آخرت میں اس بارے مسؤل (accountable) ہونے کے باب میں حجت قائم ہو[108] بلکہ اس کا نفاذ بھی تھا تا کہ معاشرے سے ظلم کا خاتمہ ہو اور اس میں عدل کا نظام قائم ہو۔[109] لہٰذا دلیل اور قوت دونوں صورتوں میں پیغمبروں کا غلبہ مقصود رہا ہے۔[110]

اللہ کے رسول ﷺ کی رسالت کے دو مقاصد تھے: تلاوت آیات اور تعلیم کتاب وسنت کے ذریعے فرد کا تزکیہ نفس[111] اور جہاد وقتال کے ذریعے بقیہ جمیع ادیان پر دین اسلام کا غلبہ۔[112] اللہ کے رسول ﷺ کی علمی وراثت، علماء[113] اور خلافت، امراء کو منتقل ہوئی۔[114] "اجتہاد" اور "جہاد" دین کی دو بنیادی اصطلاحات ہیں اور اجتہاد کا مطلوب دلیل میں اسلام کا غلبہ[115] ہے جبکہ جہاد کا مقصود قوت میں اسلام کو غالب کرنا ہے۔[116]

اور دین کی حفاظت اور فروغ کے دو ذرائع ہیں؛ علم[117] اور قوت۔[118] خالق نے علم کے ذریعے دین کی حفاظت فرمائی[119] اور قوت کے ذریعے اہل دین کی۔[120] دین کے فروغ کا منہج دعوت وجہاد ہے اور یہ دونوں قیامت تک جاری رہیں گے۔[121] اہل دین مغلوب ہوں تو دعوت و تبلیغ اصل منہج ہے[122] اور اگر غالب ہوں تو مسلم معاشرے میں پیدا شدہ بگاڑ کی اصلاح کے لیے ہر مومن سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا تقاضا ہے[123] جبکہ غیر مسلم معاشروں کو مغلوب ومفتوح کرنے کے لیے جہاد وقتال کا تاکہ اس کے نتیجے میں مخلوق کا مخلوق پر ظلم کا خاتمہ ہو اور خالق کا عدل قائم ہو۔[124] معروف وہ ہے کہ جس کا شارع نے مطالبہ کیا ہو اور منکر وہ ہے کہ جس سے شارع نے منع کیا ہو۔[125] مسلمانوں کی اصلاح کے لیے امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے[126] جبکہ جہاد غیر مسلموں سے ہے لہٰذا نہ تو مسلمانوں کی باہمی لڑائی جہاد ہے[127] اور نہ ہی مسلمان حکمران کے خلاف خروج جائز ہے۔[128] مسلمانوں کا باہمی علمی وسیاسی افتراق وانتشار مذموم جبکہ اتفاق واتحاد مطلوب ومقصود ہے لہٰذا اجماع کے حصول اور ریاست ہائے متحدہ اسلامی کے قیام کے جدوجہد دین کا بنیادی تقاضا ہے۔[129]

حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت ارضی اور آسمانوں سے نزول کے بعد اس کرہ ارضی پر جب نسل انسانی کا آغاز ہوا[130] تو سب انسان ایک ہی ضابطہ حیات "اسلام" کے پیرو تھے جبکہ بعد ازاں اپنی خواہش نفس اور شیطان کے بہکاوے میں آکر بعض انسانوں نے خالق کے دین سے اختلاف کا رستہ اختیار کیا۔[131] آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں جب کسی مسئلے میں باہمی اختلاف ہوا اور ایک نے غصے میں آکر دوسرے کو قتل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو مقتول نے قتل کے فعل کو نہ صرف گناہ

بلکہ جہنم میں داخلے کا سبب بھی قرار دیا[132] کہ جس سے سورۃ بقرۃ کی آیت مبارکہ[133] میں معہود ضابطہ حیات کی موجودگی اور اس سے انحراف کے نقطہ آغاز کا علم ہوتا ہے۔[134]

پس خالق نے اپنے ابدی ضابطہ حیات کی حفاظت اور فروغ کے لیے انبیاء و رسل کی بعثت اور آسمانی صحف و کتب کے نزول کا سلسلہ جاری فرمایا کہ جس کے دو مقاصد تھے؛ ایک مقصد تو انذار و تبشیر اور دعوت و تبلیغ کے رستے انسانوں کو خالق کے ضابطہ حیات کے بارے آگاہ کرنا اور دوسرا انسانوں کے باہمی اختلافات میں خالق کے حکم کے مطابق فیصلہ فرماتے ہوئے اس کے ابدی دین کو انسانی معاشروں میں جاری وساری کرنا۔[135] حضرت آدم علیہ السلام اسی معنی میں خالق کے نبی اور خلیفہ تھے۔[136] اور حضرت داؤد علیہ السلام کے بیان میں تو نص صریح موجود ہے کہ نبی کے خلیفہ ہونے سے خالق کی مراد یہ ہے کہ وہ خالق کے حکم کو اس کی مخلوق میں نافذ اور لاگو کریں۔[137]

پس خالق کی طرف سے پیغمبر دو حیثیتوں سے دنیا میں بھیجے جاتے تھے؛ ایک نبی اور دوسرا خلیفہ ہونے کی۔ پہلی حیثیت میں وہ خالق کے حکم کو اس کی مخلوق تک پہنچانے کے لیے واسطہ ہوتے ہیں جبکہ دوسری حیثیت میں وہ خالق کے حکم کو اس کی مخلوق کے مابین جاری وساری کرتے ہیں اور اللہ کے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت اگرچہ ختم ہو گئی لیکن علم میں وراثت اور قوت میں خلافت جاری ہے۔[138] حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ قرار دیا۔[139] ان کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ قرار دیا۔[140] پس خلافت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے "خلفائے راشدین" (632-661) کو منتقل ہوئی اور یہ دور خلافت، نبوت کے منہاج پر قائم تھا۔[141]

"خلافت راشدہ" سے یہ خلافت بنو امیہ (661-750) کو منتقل ہوئی جبکہ اس میں "ملوکیت" کی بھی آمیزش ہو چکی تھی۔ ملوکیت کی آمیزش کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو امیہ کے حکمرانوں کو خلفاء قرار دیا کیونکہ وہ خلیفہ کے منصب پر فائز تھے۔[142] بنو امیہ (661-750) سے یہ خلافت بنو عباس (750-1517) نے اور ان سے عثمانی ترکوں (1517-1924) نے بزور شمشیر حاصل کی۔[143] 1924ء میں انگریزوں کی سازش کی سبب سے

خلافت کا ادارہ ختم کر دیا گیا اور اس وقت سے امت مسلمہ میں اس ادارے کی بحالی کے لیے اسلامی تحریکیں برپا ہونا شروع ہوئیں۔

جس طرح ابتداء میں حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت ارضی میں تمام انسان ایک ہی دین پر تھے، بالکل اسی طرح انتہاء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خلافت ارضی میں تمام انسان ایک ہی دین پر ہوں گے۔[144] بہر حال یہ تو خالق کا تو "تکوینی امر" ہے جو پورا ہو کر رہنے والا ہے جبکہ "امر شرعی" یہ ہے کہ ابتداء اور انتہاء کے درمیان کی مدت میں خالق کے مومن بندے خالق کے دین کی حفاظت، فروغ اور غلبہ کے لیے دعوت وجہاد کا کام کریں۔[145] اللہ عزوجل اس دنیا میں اپنے بندوں پر "حجت" قائم کرتے ہیں تاکہ قیامت والے دن ان کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے۔[146] یہ حجت دو طرح سے قائم ہوتی ہے، ایک رسول کی دعوت سے اور دوسرا خالق کی کتاب سے۔[147] محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری نبی ہیں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد قیامت تک کے لیے خالق کے بندوں پر خالق کی کتاب کو "حجت" بنایا گیا۔[148]

مشرکین ہوں یا اہل کتاب، دونوں کے بارے اللہ کی کتاب کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ یا تو اسلام قبول کریں یا پھر جزیہ دے کر رہیں۔[149] اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین عرب کے مقابلہ کے لیے جب بھی صحابہ کا کوئی لشکر روانہ کرتے تھے تو انہیں تین چیزوں اسلام، جزیہ یا قتال کی دعوت دینے کی نصیحت فرماتے۔[150] مشرکین اور اہل کتاب کو مفتوح و مغلوب کرنے کی غرض سے "جہاد کا حکم" قیامت تک کے لیے باقی ہے[151] جبکہ ان پر جزیہ عائد کرنے کا حکم نزول مسیح ابن مریم علیہما السلام تک قائم رہے گا۔[152]

جہاد و قتال کی حکمت اسلام میں ایک ہی ہے اور وہ "ظلم وعدوان" ہے۔[153] اور اس کی دلیل نص صریح ہے۔[154] قرآن مجید میں بظاہر جن منضبط اوصاف کی بنیاد پر جہاد و قتال کا حکم دیا گیا ہے وہ دراصل "ظلم وعدوان" ہی کی صورتیں ہیں۔ اسلام "ظلم وعدوان" کی کسی صورت کو کسی طور برداشت نہیں کرتا، چاہے اہل ایمان پر ہو یا خواہ انسانوں پر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عزوجل نے "ظلم وعدوان" کے خاتمہ کے لیے ظالموں کے خلاف قتال کو مشروع قرار دیا ہے، چاہے وہ

مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔[155] اب اگر سوال یہ ہو کہ اللہ کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں مشرکین عرب، یہود عرب، اہل فارس اور اہل روم سے جہاد و قتال کیوں ہوا؟ اور اگر "اتمام حجت" وجہ نہیں تھی[156] تو اس جہاد و قتال کی کیا وجہ تھی؟ تو اس جہاد و قتال کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ "ظلم وعدوان" ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے، چاہے یہ ظلم ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر کرے یا خواہ ایک انسان دوسرے انسان پر کرے۔ آپ ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں مشرکین عرب، اہل کتاب اور اہل فارس نے اپنے مذہبی عقائد کی روشنی میں جو ایک ظالمانہ اور استحصالی اجتماعی یا ریاستی نظام قائم کر رکھا تھا، دراصل اس ظالم اور استحصالی ریاست کے خلاف جہاد و قتال کیا گیا ہے۔[157] پس ایک اسلامی ریاست کی اقوام عالم کے حوالہ سے دو خارجی ذمہ داریاں ہیں: ایک عالم دنیا تک پیغام رسالت کو پہنچانا اور دوسرا عالم دنیا سے ظلم کا خاتمہ۔ پہلی ذمہ داری کے لیے دعوت و تبلیغ کے عمل کو ریاست کی سرپرستی حاصل ہو گی جبکہ دوسری کے لیے جہاد و قتال کو ریاست کی بنیادی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے[158] بشرطیکہ ریاست اس کی اہلیت رکھتی ہو اور خارج میں حالات اس کی اجازت دیتے ہوں۔

4-ایمان اور اخلاق (Belief and Ethics):

اسلام دین فطرت ہے کہ ہر بچہ مسلمان پیدا ہوتا ہے اور اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی وغیرہ بنا دیتے ہیں۔[159] ایمان محض اندھے یقین (blind faith) کا نام نہیں بلکہ ایک تجربہ (experience) ہے۔

مخلوق کافر اور مومن میں تقسیم ہے۔[160] خالق کی نظر میں کافر اور مومن برابر نہیں ہیں۔[161] اس کی نظر میں کافر بدترین انسان اور مومن بہترین انسان ہیں۔[162] کافر حربی کا حکم قتل،[163] ذمی کا جزیہ،[164] مستامن کا امن[165] اور معاہد کا صلح[166] ہے۔ مومن کے لیے کافر سے تعلق ولایت حرام[167] جبکہ تقیہ،[168] انصاف،[169] حسن سلوک[170] اور معاملہ[171] جائز ہے۔ اسلامی ریاست میں مومن اور کافر کے حقوق برابر نہیں ہیں۔[172]

دین فطرت میں "اسلام" ظاہر، "ایمان" باطن اور "احسان" دونوں کی تکمیل کا نام ہے۔[173]

اسلام میں داخل ہونے کے لیے کلمہ شہادت کا اقرار ضروری ہے[174] جبکہ کفر اکبر یا شرک اکبر کے ارتکاب سے ایک شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔[175] کسی کلمہ گو کی "تکفیر" گناہ کبیرہ ہے[176] اور معین کی تکفیر اس وقت جائز ہو گی جبکہ کبار اور عادل اہل علم کی جماعت کا اس پر اتفاق ہو جائے۔[177] "کفر دون کفر" گناہ کبیرہ ہے نہ کہ "خارج عن الملۃ"۔[178] ایک شخص میں اسلام وکفر،[179] ایمان ونفاق[180] اور اطاعت ومعصیت جمع ہو سکتے ہیں۔[181]

اور عمل سے ایمان میں کمی بیشی ہونا حق ہے۔[182] اور ہم معین شخص کے بارے نہ جنت کی شہادت دیتے ہیں اور نہ ہی جہنم کی گواہی۔[183] جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا وہ جنت میں ضرور داخل ہو گا اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جہنم میں ضرور داخل ہو گا۔[184]

اخلاق انسان کی باطنی صورت ہے کہ اچھی ہو تو اسے "حسن خلق" کہتے ہیں۔ افعال کا حسن وقبح عقلی ہے[185] لیکن ان کا خیر وشر ہونا شرعی ہے۔[186] خیر وہ ہے جسے خالق نے خیر قرار دیا ہو اور شر وہ ہے جسے خالق نے شر کہا ہو۔[187]

خالق کے فرمانبردار سے محبت کرنا اور اس کے باغی سے نفرت رکھنا اس پر ایمان کا حق ہے۔[188] لہٰذا دعوت کے اخلاق اور جہاد کے اخلاق میں فرق ہے۔[189] نیکی "حسن اخلاق" پیدا کرتی ہے جبکہ بدی "بدترین اخلاق" کو جنم دیتی ہے۔[190]

بعض اخلاق جبلی ہیں اور اکثر ایمان سے پیدا ہوتے ہیں۔[191] ایمان اور اخلاق کا تعلق لازم وملزوم کا ہے۔[192] حسن اخلاق، کمال ایمان کا نتیجہ ہے۔[193] "حسن اخلاق" کی تکمیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ہوئی۔[194] لہٰذا بہترین اخلاق وہ ہیں جو "اسوہ حسنہ" کی اتباع سے پیدا ہوتے ہیں۔[195]

5-تاریخ اور تہذیب[196] (History and Culture):

یہ دنیا اختلاف کے اصول پر پیدا ہوئی ہے۔[197] اختلاف کرنے والے بنیادی فریق دو ہیں؛ اہل حق اور اہل باطل۔[198] حق وباطل کی کشمکش اس دنیا کی کل تاریخ کا خلاصہ ہے۔[199] باطل پرست

ہر دور میں حق کو مغلوب کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں[200] جبکہ حق کا غلبہ اس دنیا کی تقدیر ہے اور یہی تاریخ کی حرکت کے اصولوں کا اصل الاصول ہے۔[201] اللہ اہل ایمان کی لازماً مدد کرتا ہے[202] لیکن اس نصرت کی کچھ شرائط ہیں۔[203] اللہ اپنے اس وعدے میں سچا ہے اور اس کے سچ سے بڑھ کر دنیا کا کوئی سچ نہیں ہے۔[204] اور باطل کا مغلوب ہونا طے ہے، چاہے اہل ایمان کے ہاتھوں ہو یا تقدیر کے واسطے۔[205] تاریخ کی حرکت کی اصل وجہ قضاء وقدر ہے نہ کہ تعلیل وتسبیب۔[206]

6-سائنس اور ٹیکنالوجی (Science and Technology):

سائنس[207] فی نفسہ شر نہیں ہے[208] بلکہ اس کا استعمال خیر اور شر ہے۔[209] فی زمانہ غلبہ اسلام کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی میں تعلیم حاصل کرنا اور ترقی کرنا مسلمانوں کے لیے فرض کا درجہ رکھتا ہے۔[210]

7-لسانیات اور نفسیات (Linguistics and Psychology):

اس سے زیادہ لغو بات کوئی نہیں ہے کہ لفظ کا کوئی معنی نہیں ہوتا۔[211] زبان ابتداء میں "توقیف"[212] جبکہ استعمال میں "وضع" ہے۔[213]

نفس کی تین قسمیں ہیں؛ نفس امارہ[214]، نفس لوامہ[215] اور نفس مطمئنہ۔[216] تینوں قسمیں حالت ایمان کے ساتھ جمع ہو جاتی ہیں لہٰذا ان تینوں کے علیحدہ علیحدہ تین متنوع مذہبی بیانیے ہونے چاہییں۔[217] نفس مطمئنہ وہ ہے جو رضائے رب پر راضی ہو جائے۔[218] یہی وہ نفس ہے کہ جس کے لیے دنیا بھی جنت ہے اور آخرت بھی۔[219]

8-ادبیات اور جمالیات (Literature and Aesthetics):

فنون لطیفہ[220] میں اصل اباحت ہے،[221] اگر ان کا مقصد راحت نفس ہو،[222] یا دین کا تحفظ اور فروغ مطلوب ہو تو مستحب ہیں[223] اور اگر معصیت کا ذریعہ ہوں[224] یا تزکیہ نفس میں مانع ہوں تو حرام ہیں۔[225]

9- عقل اور فطرت (Intellect and Fitrah):

عقل قائم بالذات جوہر نہیں بلکہ ذوی العقول کا عرض ہے۔[226] عقل، ذریعہ علم ہے، چاہے آلہ ہو یا قوت، نہ کہ مصدر۔[227] امور غیبیہ میں مبنی بر عقل صداقت، نفسی اور اضافی ہوتی ہے جبکہ مبنی بر وحی کلی اور خارجی۔ عقل دو قسم پر ہے؛ عام اور خاص، پیدائشی اور اکتسابی۔

فطرت خیر وشر میں تمیز کا ملکہ ہے[228] جو پیدائشی طور ہر انسان میں موجود ہے۔[229] فطرت کا محل، نفس ہے[230] اور نفس یعنی روح[231] کا محل، قلب ہے[232] جبکہ عقل کا محل، دماغ ہے۔ فطرت، اخلاق کی اصل ہے[233] اور عقل، عقیدے کی۔[234] عقل وفطرت میں تعارض کی صورت میں ترجیح فطرت کو حاصل ہو گی کہ وہ یقینی ذریعہ علم ہے جبکہ عقل ظنی۔[235]

10- روایت اور جدیدیت (Tradition and Modernity):

روایت دو قسم پر ہے؛ ایک کتاب وسنت کی اور یہی اصل روایت ہے اور اس کی تو غیر مشروط اطاعت ہو گی۔[236] اور رہی فقہ، کلام اور تصوف کی روایت تو اس کے ساتھ ہمیں تمسک اختیار کرنا ہے لیکن اس کی اصلاح کی پوزیشن لیتے ہوئے نہ کہ تقلیدی جمود کی کہ جس کا نتیجہ روایت پسندی نہیں بلکہ روایت پرستی ہے۔[237]

جدیدیت کیا ہے؟ کے دو جواب ہیں؛ ایک وہ جو جدیدیت کے بیانیئے سے پیدا ہوا ہے تو اس کے مطابق جدیدیت لوتھر ازم ہے۔[238] اور دوسرا وہ جو روایت کے بیانیئے سے پیدا ہوا ہے اور اس کے نزدیک جدیدیت پاپائیت ہے۔[239]

حواشی:

[1] خالق "موجود لنفسہ" ہے جبکہ مخلوق موجود لغیرہ ہے۔ "لنفسہ" کی قید سے یہ شبہ جاتا رہا کہ خالق پر صیغہ اسم مفعول "موجود" کا اطلاق درست نہیں ہے کہ اس میں انفعالیت ہے اور یہ موجد کا متقاضی ہے جبکہ وہ تو خود وجود دینے والا ہے۔

یہ بات درست ہے کہ "موجود" اللہ کا اسم یا صفت نہیں ہے بلکہ اس کے بارے خبر ہے۔ اللہ کی طرف صرف

اسی اسم یا صفت کی نسبت درست ہے جو کتاب وسنت سے منصوص ہو۔ البتہ اللہ کے بارے ایسی۔ خبر جاری کرنے کا جواز ہے کہ جو اچھی ہو یا کم از کم بری نہ ہو لیکن اس میں بھی افضل اور اولی یہی ہے کہ ان اخبار کے مقام پر بھی اُنہی اسماء وصفات کو جاری کیا جائے کہ جن اسماء وصفات کے یہ لوازمات (requisites) یا نتائج (consequences) ہیں۔

پس اگرچہ اللہ کے لیے ازلی، ابدی، قدیم، قائم بنفسہ، واجب الوجود، موجود، شيء اور ذات وغیرہ کے الفاظ بطور خبر جاری کرنا جائز ہے لیکن افضل اور اولی یہی ہے کہ ازلی اور قدیم کی جگہ "اول" اور ابدی کی جگہ "آخر" اور قائم بنفسہ یا واجب الوجود کی جگہ "قیوم" اور موجود کی جگہ "ظاہر" اور شيء کی جگہ "حق" اور ذات یا ذات بحت کی جگہ "اللہ" کے اسماء جاری کیے جائیں۔ یہ واضح رہے کہ اللہ کے اسماء وصفات صرف وہی نہیں ہیں جو کتاب وسنت میں منصوص ہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی ہیں۔ [أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى، 1421 هـ، 341/7، الحديث ثابت بمجموع الطرق]؛ وَيُفَرِّقُ بَيْنَ دُعَائِهِ وَالْإِخْبَارِ عَنْهُ فَلَا يُدْعَى إلَّا بِالْأَسْمَاءِ الْحُسْنَى؛ وَأَمَّا الْإِخْبَارُ عَنْهُ: فَلَا يَكُونُ بِاسْمِ سَيِّئٍ؛ لَكِنْ قَدْ يَكُونُ بِاسْمِ حَسَنٍ أَوْ بِاسْمِ لَيْسَ بِسَيِّئٍ وَإِنْ لَمْ يُحْكَمْ بِحُسْنِهِ. مِثْلَ اسْمِ شَيْءٍ وَذَاتٍ وَمَوْجُودٍ؛ إذَا أُرِيدَ بِهِ الثَّابِتُ وَأَمَّا إذَا أُرِيدَ بِهِ "الْمَوْجُودُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ" فَهُوَ مِنْ الْأَسْمَاءِ الْحُسْنَى وَكَذَلِكَ الْمُرِيدُ وَالْمُتَكَلِّمُ؛ فَإِنَّ الْإِرَادَةَ وَالْكَلَامَ تَنْقَسِمُ إلَى مَحْمُودٍ وَمَذْمُومٍ فَلَيْسَ ذَلِكَ مِنْ الْأَسْمَاءِ الْحُسْنَى بِخِلَافِ الْحَكِيمِ وَالرَّحِيمِ وَالصَّادِقِ وَنَحْوِ ذَلِكَ فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَكُونُ إلَّا مَحْمُودًا. [ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم الحراني، مجموع الفتاوى، مجمع الملك فهد، المدينة النبوية، 1416هـ/1995م، 142/6]۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے "الظاهر" کا معنی **"فليس فوقك شيء"** کیا ہے یعنی جس سے اوپر کوئی نہ ہو۔ اس معنی میں، لفظ "ظاہر" اور "موجود" میں کسی۔ بھی پہلو سے کوئی تقابل ممکن ہے کیا؟

[2] پہلا مسئلہ وجود کی تعریف کا ہے۔ جن اہل علم نے کہا کہ اس کی تعریف ممکن نہیں ہے، ان میں بعض کا کہنا ہے کہ چونکہ یہ اپنے تصور میں بدیہی ہے لہذا اس کی تعریف کی ضرورت نہیں ہے جبکہ بعض کا کہنا یہ ہے کہ بدیہی(self evident) اور نظری (analytic) دونوں اعتبارات سے وجود کا حقیقی تصور ممکن نہیں ہے لہذا اس وجہ سے اس کی تعریف ممکن ہی نہیں ہے۔ [محمد بن علي ابن القاضي محمد حامد بن محمّد صابر الفاروقي الحنفي التهانوي (المتوفى: بعد 1158هـ)، موسوعة كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، مكتبة لبنان ناشرون، بيروت، الطبعة الأولى، 1996م، 1766/2] بعض کا کہنا ہے کہ وجود کی جو تعریفات منقول ہیں مثلاً **«هو الثابت العين»** یا **«الوجود هو الذي يمكن أن يُخبر عنه»** تو وہ لفظی ہیں نہ کہ حقیقی جیسا کہ شیر کی تعریف درندے سے کر دینا۔ [الطباطبائي، محمد الحسين العلامة، بداية الحكمة، مؤسسة المعارف الإسلامية، إيران، ص 11؛ التفتازاني، مسعود بن عمر بن عبد الله، شرح المقاصد، عالم الكتب، بيروت، 295/1]

یہ واضح رہے کہ مناطقہ کے نزدیک حقیقی تعریف نظری ہوتی ہے اور یہ ایسی۔ حد (term) اور رسم (description) ہوتی ہے جو تین تصورات جنس (Genus)، فصل (Differentia) اور خاصہ (Property) پر مبنی ہو۔ وجود کے بارے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ایسی۔ کلی (Universal) ہے کہ اس سے بڑی یا مساوی کوئی کلی موجود نہیں ہے لہذا وجود کی تعریف ممکن نہیں ہے۔ پس وجود وہ اصل الاصول یا جنس الاجناس (Summum Genus) ہے کہ جس سے ہر چیز ڈیفائن ہوتی ہے کہ اس سے اوپر کوئی جنس موجود نہیں ہے لہذا اسے تعریف کی احتیاج نہیں ہے۔

مناطقہ کا کہنا ہے کہ حد یا تو تام (complete) ہو گی یا ناقص (deficient) اور اسی طرح رسم بھی تام یا

ناقص ہو گی۔ حد تام میں اشیاء کی معرفت جنس قریب اور فصل قریب جبکہ حد ناقص میں جنس بعید اور فصل قریب یا صرف فصل قریب سے حاصل ہوتی ہے۔ پہلے کی مثال حیوان ناطق (rational animal) جبکہ دوسرے کی جسم ناطق یا ناطق ہے۔ ''رسم تام'' جنس قریب اور خاصہ اور ''رسم ناقص'' صرف خاصہ سے ہوتی ہے۔ پہلے کی مثال حیوان ضاحک اور دوسرے کی ضاحک ہے۔ چونکہ جنس، فصل اور خاصہ میں تقسیم کی بنیاد ماہیت ہے جو کہ وجود کے بالمقابل ہےپس وجود کی حقیقی تعریف ممکن نہیں ہے۔اسی طرح وجود اپنے لیے ظاہر اور غیر کے لیے مظہر ہے جیسا کہ روشنی ہے۔ پس جبکہ وجود ظاہر بنفسہ ہے تو تعریف کا محتاج نہیں ہے لہذا بدیہی ہوا۔

یہ بحث تو ہم نے مناطقہ [logicians] کے اعتبار سے کر دی کہ ممکن ہے کسی۔کو ان کے اسلوب بیان سے ذہنی اطمینان حاصل ہوتا ہو لیکن حقیقت ہے کہ مناطقہ کا یہ دعوی البتہ قطعی طور غلط ہے کہ کسی۔شیء کا صحیح تصور اس کی صحیح تعریف کے بعد ہی ممکن ہے۔ ہر شیء کو نپے تلے الفاظ کی ترازو میں تولنا اور جامع مانع عبارت کے ذریعے کے کسی شیء کے تصور کو نکھارنے میں تکلف اور مبالغے سے کام لینا فنکاری تو ہے لیکن علم نہیں۔ کسی شیء کا صحیح تصور وہی ہوتا ہے جو کسی لفظ کے مروجہ لغوی، عرفی اور شرعی تصور سے حاصل ہو، چاہے اس کی کوئی کتابی تعریف موجود نہ بھی ہو۔ جب تک مناطقہ نے انسان کی تعریف حیوان ناطق نہیں بیان کی تھی تو اس وقت بھی لوگ انسان کا صحیح تصور رکھتے تھے۔ پھرانسان کی تعریف حیوان ناطق کر دینے سے پھر حیوان کی تعریف مطلوب ہو گی اور ناطق کی بھی۔ اور حیوان کی تعریف جن الفاظ سے کریں گے، خود وہ بھی تعریف کے محتاج ہوں گے یہاں تک کہ لفظ تعریف بھی تعریف کا محتاج ہو گا اور اس طرح منطقی تعریفات کا نہ ختم ہونے والے سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ پھر جس نے جامع مانع تعریف بیان کی ہے، تو اس کے ذہن میں تعریف بیان کرنے سے پہلے اس شیء کا تصور موجود تھا یا نہیں کہ جیسے۔اس نے الفاظ کی صورت دی ہے؟ اگر تھا تو وہ تصور اسے بغیر تعریف کے حاصل ہوا تھا یا تعریف کے ساتھ؟ اگر تعریف کے ساتھ حاصل ہوا تھا تو پھر نہ ختم ہونے والے سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اسی لیے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ذہین کو اس علم کی ضرورت نہیں ہے اور کند ذہن کو اس کا فائدہ نہیں ہے۔ [ابن تيمية، تقي الدين، أحمد بن عبد الحليم، الرد على المنطقيين، دار المعرفة، بيروت، لبنان، ص 73-75؛ الرد على المنطقيين: 39-40؛ الرد على المنطقيين: 54-55؛ الرد على المنطقيين: 52؛ الرد على المنطقيين: 3-4]

جنہوں نے کہا کہ وجود کا تصور نظری ہے تو ان کے ہاں پھر اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ وجود ہے تو نظری لیکن اصلاً اس کا تصور ممکن نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ اس کا تصور ممکن ہے۔ پس اس دوسرے گروہ کے ہاں وجود قابل تعریف (definable) ہے۔[عبد النبي بن عبد الرسول الأحمد نكري، القاضي، دستور العلماء: جامع العلوم في اصطلاحات الفنون، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1421ھ-2000م، 3/303]۔ درست قول یہی ہے کہ وجود کا تصور بدیہی ہے نہ کہ نظری کہ دو سال کا بچہ بھی موجود اور معدوم میں فرق کرتا ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ بچہ جس وجود کو پہچانتا ہے، وہ معین اور مقید ہے نہ کہ وجود محض، تو خارج میں کوئی وجود محض نہیں اور وجود مطلق کی حقیقت وضعی ذہنی تصور سے زائد کچھ بھی نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ وجود کے معنی ومفہوم کا ہے۔ لغت میں وجود کے دو معانی ہیں: ''ہونا'' (existence) اور ''ذات'' (Being)۔ [أبو البقاء الحنفي، أيوب بن موسى الحسيني القريمي الكفوي، الكليات معجم في المصطلحات والفروق اللغوية، مؤسسة الرسالة، بيروت، ص 924]۔ پہلا معنی مصدری ہے جبکہ دوسرا اسمی۔ وجود کے یہ

دونوں معانی بدیہی ہیں کہ جن کی اصل لغت اور عرف ہے۔ اور لفظ وجود کےاستعمال کے ساتھ ہی یہ معانی ذہن میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ امام ابو الحسن الاشعری رحمہ اللہ [260-324ھ] نے وجود کا معنی "ذات" بیان کیا ہے۔ [الكليات معجم في المصطلحات والفروق اللغوية: ص 924] اور ذات سے ان کی مراد ذات باری تعالی نہیں ہے بلکہ "ذات متحقق" ہے جیسا کہ متکلمین نے بھی وجود سے مراد خارج میں موجود ذات لی ہے اور وہ اسے **«الثابت العین»** کہتے ہیں۔ [بداية الحكمة: ص 11]

بعض متکلمین نے وجود کی تعریف **«الوجود هو الذي يمكن أن يُخبر عنه»** کے الفاظ ساتھ کی ہے لیکن اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ یہ لفظی تعریف ہے۔ [بداية الحكمة: ص 11]۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وجود وہ ہے جو فاعل اور منفعل، حادث اور قدیم میں تقسیم ہو سکے اور اس پر بھی یہ اعتراض ہے کہ یہ بھی لفظی تعریف ہے حالانکہ کسی شيء کی ایسی تعریف کہ جس سے اس کی حقیقت کا علم حاصل ہو، کسی طور بھی ممکن ہی نہیں ہے اور اسے مناطقہ "حد تام" کہتے ہیں۔ پہلی تعریف وجود خارجی کی ہے جبکہ دوسری وجود خارجی اور ذہنی دونوں کو شامل ہے۔ [موسوعة كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم: 1766/2]

بعض فلاسفہ کے نزدیک وجود میں مصدری معنی غالب ہے یعنی "ہونا"۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار نے اس معنی کی نسبت ارسطو [384-322 ق م] کی طرف کی ہے۔ فلاسفہ کا کہنا یہ ہے کہ لفظ وجود (Being) پر اگر اس کے متضاد لفظ عدم (Nothingness) کے پہلو غور کریں تو اس کا معنی ذات سے مختلف ہو گا۔ [الكليات معجم في المصطلحات والفروق اللغوية: ص 924] عدم کے متضاد کے طور پر وجود کا معنی "ہونا" ہی بنتا ہے۔ اب یہاں ایک اور بحث شروع ہو جائے گی کہ خود عدم کیا ہے؟ کیا عدم "نہ ہونا" ہے؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ عدم اور وجود کا بدیہی تصور انہی معانی یعنی "ہونا" اور "نہ ہونا" کا متقاضی ہے۔ اور وجود اور عدم کا بدیہی تصور اس بات کا بھی متقاضی ہے کہ یہ بحث خارجی طور ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ہے نہ کہ علمی اور ذہنی وجود یا علمی اور ذہنی عدم کے بارے۔ ذہنی وجود یا ذہنی عدم کچھ نہیں ہے سوائے "ثبوت" اور "نفی" کے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ خود لغت میں وجود کا معنی "ہونا" یا "ذات" ہے اور عدم کا معنی "ہونا" ہے۔ خیال کا بھی وجود ہوتا ہے لیکن وہ ذہنی وجود ہے، صوفیاء اس کے لیے "ثبوت" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔

وجودیوں کا کہنا یہ ہے کہ وجود سے مراد حق سبحانہ وتعالی ہیں۔ «ليس كمثله شيء على وجوه كثيرة قد علم الله ما يؤول إليه قول كل متأول في هذه الآية وأعلاها قولا أي ليس في الوجود شيء يماثل الحق أو هو مثل الحق، إذ الوجود ليس غير عين الحق فما في الوجود شيء سواه يكون مثلا له أو خلافا هذا ما لايتصور، فإن قلت: ما هذه الكثرة المشهودة. قلنا: هي نسب أحكام استعدادات الممكنات في عين وجود الحق، والنسب ليست أعيانا ولا أشياء، وإنما هي أمور عدمية بالنظر إلى حقائق النسب، فإذا لم يكن الوجود شيء سواه فليس مثله شيء لأنه ليس ثم فافهم وتحقق ما أشرنا إليه، فإن أعيان الممكنات ما استفادت إلا الوجود، والوجود ليس غير عين الحق لأنه يستحيل أن يكون أمرا زائدا ليس الحق لما يعطيه الدليل الواضح، فما في الوجود بالوجود إلا الحق، فالوجود الحق وهو واحد، فليس ثم شيء هو له مثل لأنه لا يصح أن يكون ثم وجودان مختلفان أو متماثلان.» [ابن عربي، محي الدين محمد بن علي بن محمد، الفتوحات المكية، دار الكتب العلمية، بيروت، 1999ء، 218/4]؛ «الفصل الأول في الوجود وأنه هو الحق» [القيصري، داود بن محمود بن محمد، مطلع خصوص الكلم في معاني فصوص الحكم (مخطوط)، جامعة الملك سعود، المملكة العربية السعودية، 1957ء، ص 3]؛ اعلم بأنك إذا سمعتنا نقول: إن الوجود هو الله تعالى، فلا يظن أننا نريد بذلك: أن الموجودات هي الله تعالى، سواء كانت الموجودات محسوسات أو معقولات. وإنما

نرید بذلك: إن الوجود الذي قامت به جميع الموجودات هو الله تعالى. [النابلسي، عبد الغني بن إسماعيل، الوجود الحق والخطاب الصدق، دمشق، 1995ء، ص 11] اور بعض وجود کو "ما بہ الموجودیۃ" کے معنی میں لیتے ہیں اور "ما بہ الموجودیۃ" سے ان کی مراد "عین ذات حق" ہے جیسا کہ وجودیوں سے منقول ہے۔ [ابن عربی، محی الدین محمد بن علی الاندلسی، فصوص الحکم، مترجم، عبد القدیر صدیقی، مولانا، نذیر سنز، لاہور، 1998ء، ص 27] وجودی اللہ کی ذات پر مصدری معنی میں نہیں بلکہ اسمی معنی میں لفظ وجود کا اطلاق کرتے ہیں کہ ان کے بقول مصدری معنی کا خارجی مصداق نہیں ہوتا۔ [مہر علی شاہ، پیر، تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، مترجمین: مولوی عبد الرحمن بنگوی ومولوی فیض احمد، گولڑا شریف، اسلام آباد، 2006ء، ص 80] یہ وجود کا نہ لغوی معنی ہے، نہ عرفی، نہ شرعی اور نہ ہی منطقی اور نہ ہی کشفی جیسا کہ متقدمین صوفیاء کا کشف اس بات پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ یہ معنی تحکم محض ہے۔

وجودیوں کا یہ کہنا ہے کہ "وجود" سے مراد "عین ذات حق" ہے، خلاف عقل دعوی ہے کہ وجود "کلی عقلی" ہے کہ جس کی جزئیات واجب الوجود، ممکن الوجود اور ممتنع الوجود ہیں۔ پس واجب الوجود اور ممکن الوجود کا وجود الگ خارجی حقیقت ہے جیسا کہ فقہاء، محدثین اور متکلمین کا اس پر اتفاق ہے۔ فَإِنَّهُمْ جَعَلُوا وُجُودَ الْمَخْلُوقِ هُوَ وُجُودُ الْخَالِقِ وَقَالُوا: الْوُجُودُ وَاحِدٌ وَلَمْ يُمَيِّزُوا بَيْنَ الْوَاحِدِ بِالْعَيْنِ وَالْوَاحِدِ بِالنَّوْعِ فَإِنَّ الْمَوْجُودَاتِ تَشْتَرِكُ فِي مُسَمَّى الْوُجُودِ كَمَا تَشْتَرِكُ الْأَنَاسِيُّ فِي مُسَمَّى الْإِنْسَانِ وَالْحَيَوَانَاتُ فِي مُسَمَّى الْحَيَوَانِ وَلَكِنَّ هَذَا الْمُشْتَرَكَ الْكُلِّيَّ لَا يَكُونُ مُشْتَرَكًا كُلِّيًّا إلَّا فِي الذِّهْنِ وَإِلَّا فالحيوانية الْقَائِمَةُ بِهَذَا الْإِنْسَانِ لَيْسَتْ هِيَ الْحَيَوَانِيَّةُ الْقَائِمَةُ بِالْفَرَسِ وَوُجُودُ السَّمَوَاتِ لَيْسَ هُوَ بِعَيْنِهِ وُجُودُ الْإِنْسَانِ فَوُجُودُ الْخَالِقِ جَلَّ جَلَالُهُ لَيْسَ هُوَ كَوُجُودِ مَخْلُوقَاتِهِ. [مجموع الفتاوى: 235/11]

عربی زبان میں لفظ "وجود" کا معنی "عین ذات حق" ابن عربی [558-638ھ] سے پہلے کسی۔ طبقے یا ڈسپلن میں مروج نہیں رہا ہے۔ یہاں تک کہ ابن عربی سے ماقبل صوفیاء کے ہاں بھی وجود کا لفظ ان معانی میں مستعمل نہیں رہا ہے۔ متقدمین صوفیاء نے وجود کو ایک حال قرار دیا ہے نہ کہ معنی اور ان کے نزدیک یہ وجد کا انتہائی حال ہے۔ وَأَمَّا الوجود فَهُوَ بَعْد الارتقاء عَنِ الوجد ولا يَكُون وجود الحق إلا بَعْد خمود البشرية لأنه لا يَكُون البشرية بقاء عِنْدَ ظهور سلطان الحقيقة، وَهَذَا معني قَوْل أَبِي الْحُسَيْن النوري أنا منذ عشرين سنة بَيْنَ الوجد والفقد أي إِذَا وجدت ربي فقدت قلبي وإذا وجدت قلبي فقدت ربي وَهَذَا معني قَوْل الجنيد علم التوحيد مباين لوجوده ووجوده مباين لعلمه وَفِي هَذَا المعني أنشدوا. وجودي أَن أغيب عَنِ الوجود ... بِمَا يبدو عَلي من الشهود. فالتواجد بداية والوجود نهاية والوجد واسطة بَيْنَ البداية والنهاية. سمعت الأستاذ أبا عَلِي الدقاق يَقُول التواجد يوجب استيعاب العبد والوجد يوجب استغراق العبد والوجود يوجب استهلاك العبد فَهُوَ كمن شهد البحر ثُمَّ ركب البحر ثُمَّ غرق فِي البحر وترتيب هَذَا الأمر قصود ثُمَّ ورود ثُمَّ شهود ثُمَّ وجود ثُمَّ خمود وبمقدار الوجود يحصل الخمود وصاحب الوجود لَهُ صحو ومحو فحال صحوه بقاؤه بالحق وحال محوه فناؤه بالحق وهاتان الحالتان أبدا متعاقبتان عَلَيْهِ. [القشيري، عبد الكريم بن هوازن بن عبد الملك، الرسالة القشيرية، دار المعارف، القاهرة، 162/1-163]؛ وَالشَّيْخُ جَعَلَ مَقَامَ الْوَجْدِ غَيْرَ مَقَامِ الْوُجُودِ كَمَا سَيَأْتِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، فَإِنَّ الْوُجُودَ عِنْدَ الْقَوْمِ هُوَ الظَّفَرُ بِحَقِيقَةِ الشَّيْءِ. وَالْوَجْدُ هُوَ مَا يُصَادِفُ الْقَلْبَ، وَيَرِدُ عَلَيْهِ مِنْ وَارِدَاتِ الْمَحَبَّةِ وَالشَّوْقِ، وَالْإِجْلَالِ وَالتَّعْظِيمِ، وَتَوَابِعِ ذَلِكَ. وَالْمَوَاجِيدُ عِنْدَهُمْ فَوْقَ الْوَجْدِ. فَإِنَّ الْوَجْدَ مُصَادَفَةٌ. وَالْمَوَاجِيدَ ثَمَرَاتُ الْأَوْرَادِ. وَكُلَّمَا كَثُرَتِ الْأَوْرَادُ قَوِيَتِ الْمَوَاجِيدُ. وَ"الْوُجُودُ" عِنْدَهُمْ فَوْقَ ذَلِكَ. وَهُوَ الظَّفَرُ بِحَقِيقَةِ الْمَطْلُوبِ، وَلَا يَكُونُ إِلَّا بَعْدَ خُمُودِ الْبَشَرِيَّةِ. وَانْسِلَاخِ أَحْكَامِ النَّفْسِ انْسِلَاخًا كُلِّيًّا. قَالَ الْجُنَيْدُ: عِلْمُ التَّوْحِيدِ مُبَايِنٌ لِوُجُودِهِ، وَوُجُودُهُ مُبَايِنٌ لِعِلْمِهِ. وَلَا يُرِيدُ بِالْمُبَايَنَةِ: الْمُخَالَفَةَ وَالْمُنَاقَضَةَ. فَإِنَّهُ يُطَابِقُهُ مُطَابَقَةَ

الْعِلْمِ لِلْمَعْلُومِ. وَإِنَّمَا يُرِيدُ بِالْمُبَايَنَةِ: أَنَّ حَالَ الْمُوَحِّدِ وَذَوْقَهُ لِلتَّوْحِيدِ، وَانْصِبَاغَ قَلْبِهِ بِحَالِهِ: أَمْرٌ وَرَاءَ عِلْمِهِ بِهِ، وَمَعْرِفَتِهِ بِهِ. وَالْمُبَايَنَةُ بَيْنَهُمَا كَالْمُبَايَنَةِ بَيْنَ عِلْمِ الشَّوْقِ وَالتَّوَكُّلِ وَالْخَوْفِ وَنَحْوِهَا، وَبَيْنَ حَقَائِقِهَا وَمَوَاجِيدِهَا. فَالْمَرَاتِبُ أَرْبَعَةٌ. أَضْعَفُهَا التَّوَاجُدُ وَهُوَ نَوْعُ تَكَلُّفٍ وَتَعَمُّلٍ وَاسْتِدْعَاءٍ. وَاخْتَلَفُوا فِيهِ: هَلْ يُسَلَّمُ لِصَاحِبِهِ أَمْ لَا؟ عَلَى قَوْلَيْنِ. فَطَائِفَةٌ قَالَتْ: لَا يُسَلَّمُ لِصَاحِبِهِ. وَيُنْكَرُ عَلَيْهِ، لِمَا فِيهِ مِنَ التَّكَلُّفِ وَالتَّصَنُّعِ الْمُبَايِنِ لِطَرِيقِ الصَّادِقِينَ. وَبِنَاءُ هَذَا الْأَمْرِ عَلَى الصِّدْقِ الْمَحْضِ. وَطَائِفَةٌ قَالَتْ: يُسَلَّمُ لِصَاحِبِهِ إِذَا كَانَ قَصْدُهُ اسْتِدْعَاءَ الْحَقِيقَةِ، لَا التَّشَبُّهَ بِأَهْلِهَا. وَاحْتَجُّوا «بِقَوْلِ عُمَرَ -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -وَقَدْ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَأَبَا بَكْرٍ يَبْكِيَانِ فِي شَأْنِ أُسَارَى بَدْرٍ، وَمَا قَبِلُوا مِنْهُمْ مِنَ الْفِدَاءِ: أَخْبِرَانِي مَا يُبْكِيكُمَا؟ فَإِنْ وَجَدْتُ بُكَاءً بَكَيْتُ، وَإِلَّا تَبَاكَيْتُ». وَرَوَوْا أَثَرًا «ابْكُوا؛ فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا». قَالُوا: وَالتَّكَلُّفُ وَالتَّعَمُّلُ فِي أَوَائِلِ السَّيْرِ وَالسُّلُوكِ لَا بُدَّ مِنْهُ. إِذْ لَا يُطَالَبُ صَاحِبُهُ بِمَا يُطَالَبُ بِهِ صَاحِبُ الْحَالِ. وَمَنْ تَأَمَّلَهُ بِنِيَّةِ حُصُولِ الْحَقِيقَةِ لِمَنْ رَصَدَ الْوَجْدَ لَا يُذَمُّ. وَالتَّوَاجُدُ يَكُونُ بِمَا يَتَكَلَّفُهُ الْعَبْدُ مِنْ حَرَكَاتٍ ظَاهِرَةٍ "وَالْمَوَاجِيدُ" لِمَنْ يَتَأَوَّلُهُ مِنْ أَحْكَامٍ بَاطِنَةٍ. الْمَرْتَبَةُ الثَّانِيَةُ: الْمَوَاجِيدُ، وَهِيَ نَتَائِجُ الْأَوْرَادِ وَثَمَرَتُهَا. الْمَرْتَبَةُ الثَّالِثَةُ: الْوَجْدُ وَهُوَ ثَمَرَةُ أَعْمَالِ الْقُلُوبِ، مِنَ الْحُبِّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضِ فِيهِ، كَمَا جَعَلَهُ النَّبِيُّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -ثَمَرَةَ كَوْنِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ أَحَبَّ إِلَى الْعَبْدِ مِمَّا سِوَاهُمَا. وَثَمَرَةَ الْحُبِّ فِيهِ، وَكَرَاهَةَ عَوْدِهِ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ. فَهَذَا الْوَجْدُ ثَمَرَةُ هَذِهِ الْأَعْمَالِ الْقَلْبِيَّةِ، الَّتِي هِيَ الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ. الْمَرْتَبَةُ الرَّابِعَةُ: الْوُجُودُ وَهِيَ أَعْلَى ذُرْوَةِ مَقَامِ الْإِحْسَانِ. فَمِنْ مَقَامِ الْإِحْسَانِ يَرْقَى إِلَيْهِ. فَإِنَّهُ إِذَا غَلَبَ عَلَى قَلْبِهِ مُشَاهَدَةُ مَعْبُودِهِ، حَتَّى كَأَنَّهُ يَرَاهُ -وَتَمَكَّنَ فِي ذَلِكَ -صَارَ لَهُ مَلَكَةً أَخْمَدَتْ أَحْكَامَ نَفْسِهِ، وَتَبَدَّلَ بِهَا أَحْكَامًا أُخَرَ، وَطَبِيعَةً ثَانِيَةً، حَتَّى كَأَنَّهُ أُنْشِئَ نَشْأَةً أُخْرَى غَيْرَ نَشْأَتِهِ الْأُولَى، وَوُلِدَ وِلَادًا جَدِيدًا. وَمِمَّا يُذْكَرُ عَنِ الْمَسِيحِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ: يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ، لَنْ تَلِجُوا مَلَكُوتَ السَّمَاءِ حَتَّى تُولَدُوا مَرَّتَيْنِ. سَمِعْتُ شَيْخَ الْإِسْلَامِ ابْنَ تَيْمِيَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَذْكُرُ ذَلِكَ. وَيُفَسِّرُهُ بِأَنَّ الْوِلَادَةَ نَوْعَانِ. أَحَدُهُمَا: هَذِهِ الْمَعْرُوفَةُ، وَالثَّانِيَةُ: وِلَادَةُ الْقَلْبِ وَالرُّوحِ وَخُرُوجُهُمَا مِنْ مَشِيمَةِ النَّفْسِ، وَظُلْمَةِ الطَّبْعِ. [ابن قيم الجوزية، محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين، مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الثالثة، 1416 هـ -1996م، 3/68-70]۔ پس وجود کے بارے صوفی روایت ابن عربی [558-638ھ] پر آ کر نو افلاطونی [Neoplatonic] روایت میں تبدیل ہو گئی یعنی مسلم روایت سے اصلاً منقطع ہو کر عیسائی علم الہیات [Christian Theology] سے پیدا ہونے والے علم کلام کی ایک کلامی روایت بن کر رہ گئی۔ لہذا مسئلہ وجود میں ابن عربی کے بعد صوفی کہاں؟ یہ تو سب نو افلاطونی ہیں۔ جو شخص بھی افلاطونی فلسفیانہ روایت، نو افلاطونی کلامی روایت، ابن عربی سے ماقبل مسلم صوفی روایت اور ابن عربی اور ان کے ما بعد کی متصوفانہ روایت میں وجود کے مبحث کا تقابلی مطالعہ کرے گا تو وہ لازماً اس نتیجے تک پہنچ کر رہے گا کہ ما قبل ابن عربی صوفیاء میں وجود کا تصور مسلم صوفی روایت کا تسلسل ہے لیکن ابن عربی نے وجود کی بحث میں اعدام، اعیان اور فیضان کے افلاطونی اور نو افلاطونی تصورات کو جوہری اہمیت دے کر صوفی روایت کو ہمیشہ کے لیے نہ صرف دفن کر دیا بلکہ اس روایت کا کانٹا کچھ اس طرح بدلا کہ یہ نوافلاطونی کلامی روایت کی پٹڑی پر گامزن ہو گئی۔ فلاطینوس [205-270ء] اور ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود میں فیض اور تجلی جیسی مصطلحات کے اختلاف کے علاوہ کیا اہم فرق موجود ہے؟ اور یہ بھی اس پورے نظام وجود میں معمولی نوعیت کا فرق ہے۔ اس فکر میں اگر کوئی بنیادی شگاف ڈالا ہے تو شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ [971-1034ھ] کہ مخلوق کی اصل "اعیان ثابتہ" کی بجائے "اعدام متقابلہ" قرار دے کر اسے وجود کے "اتحاد" کی بحث سے نکال دیا اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ حسن ظن میں دونوں کو ایک ہی قرار دیتے رہ گئے اور ان کے بعد والوں نے جو کہا سو انہی کی تقلید میں ہی کہا۔ دونوں نظریات کے بنیادی

فرق پر مزید جانکاری حاصل کرنے کے لیے اس سلسلے میں ہمارے "روایت اور جدیدیت" نامی پروگرام کے تین ویڈیو لیکچرز دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ لیکچرز ہمارے یو۔ٹیوب چینل پر موجود ہیں۔ مزید اس موضوع پر ہمارا کتابچہ "شیخ ابن عربی کا تصور ختم نبوت" دیکھا جا سکتا ہے کہ جس میں یہ بحث بھی تفصیل سے آ گئی ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ [661-728ھ] نے اپنی کتاب "**الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح**" عیسائی کلامی روایت اور مسلم وجودی روایت کے تقابل پر مفصل بحث کی ہے۔

تیسرا مسئلہ وجود کے اشتراک کا ہے۔امام رازی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ لفظ وجود میں اشتراک لفظی ہے جبکہ جمہور کا قول ہے کہ یہ اشتراک معنوی ہے کہ لفظ وجود عدم کا متضاد ہے اور عدم کا معنی واحد ہے۔ اشتراک لفظی یہ ہے کہ لفظ وجود کے خالق اور مخلوق کے لیے استعمال میں کسی بھی قسم کا معنوی اشتراک نہیں ہے بلکہ یہ لفظ خالق اور مخلوق دونوں کے لیے علیحدہ علیحدہ معانی کے ساتھ دو بار وضع ہوا ہے۔ جو لوگ اشتراک معنوی کے قائل ہیں، وہ لفظ وجود کو کلی متواطی یا کلی مشکک بناتے ہیں۔ کلی متواطی وہ ہے جس کا اپنے افراد پر اطلاق مساوی طور ہو جیسا کہ پانی کلی متواطی کی مثال ہے۔ پانی چاہے بارش کا ہو یا نہر کا، سمندر کا ہو یا دریا کا، ان سب پانیوں کے پانی ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور کلی مشکک اسے کہتے ہیں کہ جس کا اطلاق اپنے افراد پر کمال اور نقص کے فرق کے ساتھ ہو جیسا کہ روشنی کی مثال ہے کہ چراغ کی روشنی، بلب کی روشنی، چاند کی روشنی اور سورج کی روشنی میں فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح لفظ وجود کو واجب اور ممکن یا قدیم اور حادث میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پس اگر اس کے معنی میں اشتراک نہ ہوتا تو یہ تقسیم غلط تھی۔ فَمِنْ النَّاسِ مَنْ قَالَ: إنَّ كُلَّ اسْمٍ تَسَمَّى بِهِ الْمَخْلُوقُ لَا يُسَمَّى بِهِ الْخَالِقُ إلَّا مَجَازًا حَتَّى لَفْظِ الشَّيْءِ وَهُوَ قَوْلُ جَهْمٍ وَمَنْ وَافَقَهُ مِنْ الْبَاطِنِيَّةِ وَهَؤُلَاءِ لَا يُسَمُّونَهُ مَوْجُودًا وَلَا شَيْئًا؛ وَلَا غَيْرَ ذَلِكَ مِنْ الْأَسْمَاءِ. وَمِنْ النَّاسِ مَنْ عَكَسَ وَقَالَ: بَلْ كُلَّمَا يُسَمَّى بِهِ الرَّبُّ فَهُوَ حَقِيقَةٌ؛ وَمَجَازٌ فِي غَيْرِهِ. وَهُوَ قَوْلُ أَبِي الْعَبَّاسِ النَّاشِي مِنْ الْمُعْتَزِلَةِ. وَالْجُمْهُورُ قَالُوا: إنَّهُ حَقِيقَةٌ فِيهِمَا؛ لَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ قَالُوا: إنَّهُ مُتَوَاطِئٌ التَّوَاطُؤَ الْعَامَّ؛ أَوْ مُشَكِّكًا إنْ جَعَلَ الْمُشَكِّكَ نَوْعًا آخَرَ؛ وَهُوَ غَيْرُ التَّوَاطُؤِ الْخَاصِّ الَّذِي تَتَمَاثَلُ مَعَانِيهِ فِي مَوَارِدِ أَلْفَاظِهِ. وَإِنَّمَا جَعَلَهُ مُشْتَرَكًا شِرْذِمَةٌ مِنْ الْمُتَأَخِّرِينَ لَا يُعْرَفُ هَذَا الْقَوْلُ عَنْ طَائِفَةٍ كَبِيرَةٍ وَلَا نُظَّارٍ مَشْهُورِينَ. وَمَنْ حَكَى ذَلِكَ عَنْ الْأَشْعَرِيِّ كَمَا حَكَاهُ الرَّازِيَّ فَقَدْ غَلِطَ؛ فَإِنَّ مَذْهَبَ الرَّجُلِ وَعَامَّةِ أَصْحَابِهِ: أَنَّ الْوُجُودَ اسْمٌ عَامٌّ يَنْقَسِمُ إلَى: قَدِيمٍ؛ وَحَادِثٍ وَلَكِنَّ مَذْهَبَهُ أَنَّ وُجُودَ كُلِّ شَيْءٍ عَيْنُ مَاهِيَّتِهِ وَهَذَا مَذْهَبُ جَمَاهِيرِ الْعُقَلَاءِ مِنْ الْمُسْلِمِينَ وَغَيْرِهِمْ فَظَنَّ الظَّانُّ أَنَّ هَذَا يَسْتَلْزِمُ أَنْ يَكُونَ اللَّفْظُ مُشْتَرَكًا كَمَا احْتَجَّ بِهِ الآمدي وَذَلِكَ غَلَطٌ كَمَا قَدْ بَسَطْنَاهُ فِي مَوْضِعِهِ وَهُوَ يَتَبَيَّنُ بِالْكَلَامِ عَلَى حُجَّتِهِ. وَقَوْلُهُ: إمَّا أَنْ يَكُونَ اسْمُ الْوُجُودِ دَالًّا عَلَى الذَّاتِ؛ أَوْ عَلَى صِفَةٍ زَائِدَةٍ عَلَى الذَّاتِ. يُقَالُ لَهُ: أَتُرِيدُ بِهِ لَفْظَ الْوُجُودِ الْعَامِّ الْمُنْقَسِمِ إلَى وَاجِبٍ وَمُمْكِنٍ؛ أَمْ لَفْظَ الْوُجُودِ الْخَاصِّ؟ كَمَا يُقَالُ: وُجُودُ الْوَاجِبِ وَوُجُودُ الْمُمْكِنِ؛ فَإِنَّهُ مِنْ الْمَعْلُومِ أَنَّ الْأَسْمَاءَ الَّتِي يُسَمَّى بِهَا الرَّبُّ وَغَيْرُهُ - بَلْ كُلُّ مُسَمَّيَيْنِ - تَارَةً تُعْتَبَرُ مُطْلَقَةً عَامَّةً تَتَنَاوَلُ النَّوْعَيْنِ؛ وَتَارَةً تُعْتَبَرُ مُقَيَّدَةً بِهَذَا الْمُسَمَّى. وَلَفْظُ الْحَيِّ وَالْعَلِيمِ؛ وَالْقَدِيرِ؛ وَالسَّمِيعِ؛ وَالْبَصِيرِ وَالْمَوْجُودِ؛ وَالشَّيْءِ؛ وَالذَّاتِ: إذَا كَانَ عَامًّا يَتَنَاوَلُ الْوَاجِبَ وَإِذَا قِيلَ: {وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ} {اللَّهُ لَا إلَهَ إلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ} {وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ} وَنَحْوُ ذَلِكَ مِمَّا يَخْتَصُّ بِالرَّبِّ: لَمْ يَتَنَاوَلْ ذَلِكَ الْمَخْلُوقَ كَمَا إذَا قِيلَ: {يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ} لَمْ يَدْخُلْ الْخَالِقُ فِي اسْمِ هَذَا الْحَيِّ. وَكَذَلِكَ إذَا قِيلَ: الْعِلْمُ وَالْقُدْرَةُ؛ وَالْكَلَامُ؛ وَالِاسْتِوَاءُ؛ وَالنُّزُولُ وَنَحْوُ ذَلِكَ: تَارَةً يُذْكَرُ مُطْلَقًا عَامًّا: وَتَارَةً يُقَالُ: عِلْمُ اللَّهِ وَقُدْرَتُهُ؛ وَكَلَامُهُ؛ وَنُزُولُهُ؛ وَاسْتِوَاؤُهُ: فَهَذَا يَخْتَصُّ بِالْخَالِقِ؛ لَا يَشْرَكُهُ فِيهِ الْمَخْلُوقُ. كَمَا إذَا قِيلَ: عِلْمُ الْمَخْلُوقِ وَقُدْرَتُهُ: وَكَلَامُهُ؛ وَنُزُولُهُ؛ وَاسْتِوَاؤُهُ فَهَذَا يَخْتَصُّ بِالْمَخْلُوقِ وَلَا يَشْرَكُهُ فِيهِ الْخَالِقُ. فَالْإِضَافَةُ أَوْ التَّعْرِيفُ خَصَّصَ وَمَيَّزَ وَقَطَعَ الِاشْتِرَاكَ بَيْنَ الْخَالِقِ وَالْمَخْلُوقِ. وَكَذَلِكَ إذَا قِيلَ لَفْظُ الْوُجُودِ مُطْلَقًا وَقِيلَ: وُجُودُ الْوَاجِبِ وَوُجُودُ الْمُمْكِنِ فَهَذِهِ ثَلَاثَةُ مَعَانٍ. فَإِذَا

قِيلَ: وُجُودُ الْعَبْدِ وَذَاتُهُ وَمَاهِيَّتُه وَحَقِيقَتُهُ كَانَ ذَلِكَ مُخْتَصًّا بِهِ دَالًّا عَلَى ذَاتِهِ الْمُخْتَصَّةِ بِهِ الْمُتَّصِفَةِ بِصِفَاتِهِ. وَكَذَلِكَ إذَا قِيلَ: وُجُودُ الرَّبِّ وَنَفْسِهِ؛ وَذَاتُهُ؛ وَمَاهِيَّتُه وَحَقِيقَتُهُ: كَانَ دَالًّا عَلَى مَا يَخْتَصُّ بِالرَّبِّ: وَهُوَ نَفْسُهُ الْمُتَّصِفَةُ بِصِفَاتِهِ...فَكَذَلِكَ لَفْظُ الْوُجُودِ يَدُلُّ عَلَيْهِمَا مَعَ اخْتِلَافِ حَقِيقَةِ الْمَوْجُودَيْنِ. فَإِنْ قِيلَ: إذَا كَانَ حَقِيقَةُ هَذَا الْوُجُودِ يُخَالِفُ حَقِيقَةَ هَذَا الْوُجُودِ كَانَ اللَّفْظُ مُشْتَرَكًا. قِيلَ: هَذَا غَلَطٌ مِنْهُ نَشَأَ غَلَطُ هَذَا وَأَمْثَالِهِ: وَذَلِكَ أَنَّ جَمِيعَ الْحَقَائِقِ الْمُخْتَلِفَةِ تَتَّفِقُ فِي أَسْمَاءٍ عَامَّةٍ تُتَنَاوَلُ بِطَرِيقِ التَّوَاطُؤِ وَالتَّشْكِيكِ كَلَفْظِ اللَّوْنِ؛ فَإِنَّهُ يَتَنَاوَلُ السَّوَادَ وَالْبَيَاضَ وَالْحُمْرَةَ مَعَ اخْتِلَافِ حَقَائِقِ الْأَلْوَانِ. وَكَذَلِكَ لَفْظُ الصِّفَةِ وَالْعَرَضِ وَالْمَعْنَى يَتَنَاوَلُ الْعِلْمَ؛ وَالْقُدْرَةَ؛ وَالْحَيَاةَ وَالطَّعْمَ؛ وَاللَّوْنَ: وَالرِّيحَ مَعَ اخْتِلَافِ حَقَائِقِ الْأَلْوَانِ. وَكَذَلِكَ لَفْظُ الْحَيَوَانِ يَتَنَاوَلُ الْإِنْسَانَ وَالْبَهِيمَةَ مَعَ اخْتِلَافِ حَقَائِقِهِمَا فَلَفْظُ الْوُجُودِ أَوْلَى بِذَلِكَ. وَذَلِكَ أَنَّ هَذِهِ الْحَقَائِقَ الْمُخْتَلِفَةَ قَدْ تَشْتَرِكُ فِي مَعْنًى عَامٍّ يَشْمَلُهَا؛ وَيَكُونُ اللَّفْظُ دَالًّا عَلَى ذَلِكَ الْمَعْنَى كَلَفْظِ اللَّوْنِ ثُمَّ بِالتَّخْصِيصِ يَتَنَاوَلُ مَا يَخْتَصُّ بِكُلٍّ وَاحِدٍ كَمَا يُقَالُ: لَوْنُ الْأَسْوَدِ وَلَوْنُ الْأَبْيَضِ وَقِيلَ: وُجُودُ الرَّبِّ وَوُجُودُ الْعَبْدِ وَلَوْ تَكَلَّمَ بِالِاسْمِ الْعَامِّ الْمُتَنَاوِلِ لِأَفْرَادِهِ كَمَا إذَا قِيلَ: اللَّوْنُ أَوْ الْأَلْوَانُ؛ أَوْ الْحَيَوَانُ؛ وَالْعَرَضُ؛ أَوْ الْوُجُودُ: يَتَنَاوَلُ جَمِيعَ مَا دَخَلَ فِي اللَّفْظِ وَإِنْ كَانَتْ حَقَائِقَ مُخْتَلِفَةً؛ لِشُمُولِ اللَّفْظِ لَهَا كَسَائِرِ الْأَلْفَاظِ الْعَامَّةِ وَإِنْ كَانَتْ أَفْرَادُهَا تَخْتَلِفُ بِاعْتِبَارٍ آخَرَ مِنْ جِهَةِ اللَّفْظِ الْعَامِّ. وَأَيْضًا فَقَوْلُهُ: إنْ كَانَ مَدْلُولُ اسْمِ الْوُجُودِ صِفَةً فَإِنْ كَانَ الْمَفْهُومُ وَاحِدًا فِي الْوَاجِبِ وَالْمُمْكِنِ: لَزِمَ كَوْنُ الْوَاجِبِ مُمْكِنًا وَالْمُمْكِنِ وَاجِبًا وَإِلَّا لَزِمَ الِاشْتِرَاكُ. يُقَالُ لَهُ: أَتَعْنِي مَدْلُولَ الِاسْمِ الْوُجُودَ الْمُطْلَقَ أَوْ الْمُقَيَّدَ الْمُضَافَ؟ كَمَا إذَا قِيلَ: وُجُودُ الْوَاجِبِ؛ وَوُجُودُ الْمُمْكِنِ؟ فَإِنْ عَنَيْت الْأَوَّلَ فَالْمَفْهُومُ وَاحِدٌ وَلَا يَلْزَمُ تَمَاثُلُهُمَا فِي الْمَوْضِعَيْنِ؛ وَإِنْ كَانَ مَا فِي الذِّهْنِ مِنْ مَعْنَى الْوُجُودِ مُمَاثِلًا لَا يَلْزَمُ أَنْ يَكُونَ مَا فِي الْخَارِجِ مِنْهُ مُتَمَاثِلًا...فَإِذَا قِيلَ: وُجُودُ الرَّبِّ وَوُجُودُ الْعَبْدِ فَهُوَ مِنْ جِنْسِ ظَهْرِ الْإِنْسَانِ وَظَهْرِ الْفَرَسِ كَمَا تَقُولُ ظَهْرَ الْإِنْسَانِ وَظَهْرَ الطَّرِيقِ يَعْنِي جَمِيعَ هَذِهِ الْمَوَاضِعِ الدَّالِ عَلَى مَا يُخَالِفُ بِهِ هَذَا هُوَ مِمَّا يَخْتَصُّ بِكُلِّ مَوْضِعٍ لَا مُجَرَّدَ اللَّفْظِ الْمُشْتَرَكِ بَلْ الْمُشْتَرَكُ يَدُلُّ عَلَى الْمُشْتَرَكِ. وَالْمُخْتَصُّ يَدُلُّ عَلَى الْمُخْتَصِّ وَهَذَا يَقْتَضِي أَنَّ بَيْنَ الظَّهْرَيْنِ جِهَةَ اتِّفَاقٍ وَافْتِرَاقٍ وَكَذَلِكَ بَيْن الْوُجُودَيْنِ جِهَةُ اتِّفَاقٍ وَافْتِرَاقٍ وَهُوَ الَّذِي يَعْنِي بِهِ الِاشْتِرَاكَ وَالِامْتِيَازَ لَكِنَّ بَعْضَ النَّاسِ يَظُنُّ أَنَّ الْمُشْتَرَكَ بَيْنَهُمَا مَوْجُودٌ فِي الْخَارِجِ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا؛ وَذَلِكَ غَلَطٌ بَلْ كُلُّ وَاحِدٍ مُخْتَصٌّ بِالْخَارِجِ وَلَكِنَّ الذِّهْنَ يَأْخُذُ مِنْهُمَا قَدْرًا مُشْتَرَكًا كُلِّيًّا وَيُقَالُ: هُمَا مُشْتَرِكَانِ فِي الْوُجُودِ والحيوانية والإنسانية كَمَا قَالَ تَعَالَى: {وَلَنْ يَنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ} وَقَالَ: {فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ} فَالْعَذَابُ الَّذِي يُصِيبُ الْآخَرَ هُوَ نَظِيرُهُ وَهُوَ مِنْ جِنْسِهِ اشْتِرَاكًا فِي جِنْسِ الْعَذَابِ لَيْسَ فِي الْخَارِجِ شَيْءٌ بِعَيْنِهِ يَشْتَرِكَانِ فِيهِ وَلَكِنْ اشْتَرَكَا فِي الْعَذَابِ الْخَاصِّ. بِمَعْنَى: أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ لَهُ مِنْهُ نَصِيبٌ كَالْمُشْتَرِكِينَ فِي الْعَقَارِ وَنَحْوِ ذَلِكَ. [مجموع الفتاوى: 448-441/20]

چوتھا مسئلہ"وجود مطلق" کے خارجی وجود کا ہے۔ فلاسفہ اور وجودیوں نے "وجود مطلق" سے مراد وجود "عین ذات حق" لیا ہے اور ساتھ ہی اس کے خارج میں موجود ہونے پر اصرار بھی کیا ہے۔ ان میں سے بعض نے اس کو "وجود مطلق بشرط الاطلاق" اور بعض نے "وجود مطلق لا بشرط" قرار دیا ہے۔ پہلا قول ابن سینا [370-428ھ] کا ہے جبکہ دوسرا صدر الدین قونوی [606-673ھ] کا ہے۔ [ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام، درء تعارض العقل والنقل، جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، المملكة العربية السعودية، الطبعة الثانية، 1411 هـ - 1991 م، 285/1]

ابن سینا نے مراتب وجود میں پہلا مرتبہ "وجود مطلق بشرط الاطلاق"کو بنایا ہے کہ جو وجودیوں کےنزدیک "ذات بحت" ہے اوردوسرے مرتبے میں وجود کو "وجود مطلق لا بشرط" قرار دیا ہے کہ یہاں وجود قابل تقسیم ہے۔ اور ابن عربی اور ابن سبعین [614-669ھ] کا کہنا یہ ہے کہ وہ ایسا "وجود مطلق" ہے کہ جسے۔ چاہے تو "وجود مطلق بشرط الاطلاق" کہہ لو اور چاہے تو "وجود مطلق لا بشرط"کہہ لو۔ [ابن تيمية، أحمد

بن عبد الحليم بن عبد السلام، بيان تلبيس الجهمية في تأسيس بدعهم الكلامية، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة المنورة، الطبعة الأولى، 1426ھ، 274/5]؛ أن الحق تعالى موجود بذاته لذاته مطلق الوجود غير مقيد بغيره ولا معلول من شيء ولا علة لشيء، بل هو خالق المعلولات والعلل، والملك القدوس الذي لم يزل. [الفتوحات المكية: 140/1]؛ حقيقة الحق المسماة بالذات الأحدية ليست غير الوجود البحت من حيث هو وجود لا بشرط اللاتعين ولا بشرط التعين فهو من حيث هو مقدس عن النعوت والأسماء لا نعت له ولا رسم ولا اسم ولا اعتبار للكثرة فيه بوجه من الوجوه وليس هو بجوهر ولاعرض فإن الجوهر له ماهية غير الوجود وهو بها جوهر ممتاز عن غيره من الموجودات والعرض كذلك. [القاشاني، عبد الرزاق، شرح فصوص الحكم، المطبعة الميمنة، مصر، ص 3] لہذا محسن جہانگیری صاحب کی یہ بات درست نہیں ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو وجود مطلق اور مطلق وجود دونوں میں فرق کا علم نہ تھا اور وہ بلاوجہ ابن عربی پر نقد کرتے رہے۔ اس کی مزید تفصیل ہمارے کتابچے "شیخ ابن عربی کا تصور ختم نبوت" میں موجود ہے۔

وجود ایک کلی ہے اور "وجود مطلق بشرط الاطلاق" کو مناطقہ کی اصطلاح میں "کلی عقلی" کہتے ہیں کہ جس کا خارجی وجود نہیں ہوتا اور یہ صرف ذہن میں ہوتی ہے لہذا فلاسفہ کا خدا ذہنی ہے اور اس کا خارجی وجود نہیں ہے۔ وجودیوں نے اس اعتراض سے بچنے کے لیے اسے "وجود مطلق لا بشرط" کہہ دیا لیکن یہ بھی شیخ ابن عربی نے نہیں کہا بلکہ صدر الدین قونوی نے کہا۔ اور کہا کہ یہ "کلی طبیعی" ہے جو خارج میں موجود ہوتی ہے جبکہ صحیح قول یہی ہے کہ "کلی طبیعی" کا بھی خارجی وجود متعین اور مقید ہوتا ہے نہ کہ "کلی" کی صورت میں۔ اور ایک کلی کے طور وہ صرف ذہن میں ہی ہوتی ہے۔ اور خارج میں صرف متعین، مقید اور جزئی موجود ہے۔ [ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام، الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح، دار العاصمة، السعودية، الطبعة الثانية، 1419ھ / 1999م، ص 306]؛ اگر وجود کو کلی طبیعی قرار دے کر اس کا خارجی وجود مان لیا جائے تو اس صورت میں خالق اور مخلوق کے وجود کی حقیقت اور اصل میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ پس صحیح قول کے مطابق وجود ایک ایسی کلی ہے جو واجب اور ممکن، قدیم اور حادث وغیرہ میں منقسم ہے۔

کلی کی تین اقسام ہیں: طبیعی، منطقی اور عقلی۔ اگر ہم قضیہ "انسان کلی ہے" کا تجزیہ کریں تو اس میں تین باتیں ہیں۔ ایک تو انسان کی ذات ہے کہ جس کی حقیقت "حیوان ناطق" ہے اور دوسرا لفظ "کلی" ہے کہ جس کا معنی کلی ہی ہے اور اس لفظ "کلی" کے معنی میں انسان، حیوان یا جسم کا کوئی تصور شامل نہیں ہے۔ تیسرا "انسان کا کلی ہونا" ہے جو کہ ایک قضیے کے طور ثابت ہو رہا ہے۔ پہلی کلی "کلی طبیعی" ہے، دوسری "کلی منطقی" اور تیسری "کلی عقلی"۔ اس جملے میں انسان موصوف ہے اور کلی ہونا اس کا وصف ہے۔ اگر عقل موصوف کو مدنظر رکھے تو یہ "کلی طبیعی" ہے اور اگر موصوف سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف وصف کو فوکس کرے تو "کلی منطقی" اور موصوف اور وصف دونوں پر توجہ مرتکز کرے تو یہ "کلی عقلی" ہے۔ [محمد علي التهانوي العلامة، موسوعة كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، مكتبة لبنان، بيروت، 1996ء، 1378/2] "کلی منطقی" اور "کلی عقلی" کے بارے تو اتفاق ہے کہ اس کا خارجی وجود نہیں ہوتا بلکہ یہ صرف ذہن میں ہوتی ہے لیکن "کلی طبیعی" کے بارے بعض نے یہ دعوی کیا ہے کہ وہ خارج میں بھی پائی جاتی ہے کہ "حیوان ناطق" خارج میں موجود انسانوں میں پایا جاتا ہے۔ اسی پر ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خارج میں "کلی طبیعی" پائی بھی جاتی ہو تو متعینات اور مقیدات کی صورت میں پائی جاتی ہے نہ کہ "کلی" کے طور۔ خارج میں مجرد "حیوان ناطق" موجود نہیں ہے بلکہ زید اور بکر کی صورت میں موجود ہے۔

فَيَقُولُونَ: هُوَ الْوُجُودُ الْمُطْلَقُ السَّارِي فِي الْمَوْجُودَاتِ الْمُعَيَّنَةِ، كَالْحَيَوَانِيَّةِ الثَّابِتَةِ فِي كُلِّ حَيَوَانٍ، وَالْإِنْسَانِيَّةِ الثَّابِتَةِ فِي كُلِّ إِنْسَانٍ، وَهَذَا الَّذِي يُسَمَّى الْكُلِّيَّ الطَّبِيعِيَّ. وَيُسَمُّونَ هَذَا الْوُجُودَ: الْإِحَاطَةَ، فَيَقُولُونَ: هُوَ الْوُجُودُ الْمُطْلَقُ، إِمَّا بِشَرْطِ الْإِطْلَاقِ عَنْ كُلِّ قَيْدٍ، وَهَذَا يُسَمَّى الْكُلِّيَّ الْعَقْلِيَّ. وَهَذَا عِنْدَ عَامَّةِ الْعُقَلَاءِ لَا يُوجَدُ إِلَّا فِي الذِّهْنِ لَا فِي الْخَارِجِ، وَلَكِنْ يُحْكَى عَنْ شِيعَةِ "أَفْلَاطُونَ" أَنَّهُمْ أَثْبَتُوا هَذِهِ الْكُلِّيَّاتِ الْمُجَرَّدَةَ عَنِ الْأَعْيَانِ فِي الْخَارِجِ، وَقَالُوا: إِنَّهَا قَدِيمَةٌ أَزَلِيَّةٌ إِنْسَانِيَّةٌ مُطْلَقَةٌ، وَحَيَوَانِيَّةٌ مُطْلَقَةٌ، وَيُسَمُّونَهَا الْمُثُلَ الْأَفْلَاطُونِيَّةَ، وَالْمُثُلَ الْمُعَلَّقَةَ. وَقَدْ رَدَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ إِخْوَانُهُمْ "أَرِسْطُو" وَشِيعَتُهُ وَجَمَاهِيرُ الْعُقَلَاءِ، وَبَيَّنُوا أَنَّ هَذِهِ إِنَّمَا هِيَ مُتَصَوَّرَةٌ فِي الْأَذْهَانِ لَا مَوْجُودَةٌ فِي الْأَعْيَانِ، كَمَا يَتَصَوَّرُ الذِّهْنُ عَدَدًا مُطْلَقًا وَمَقَادِيرَ مُطْلَقَةً، كَالنُّقْطَةِ وَالْخَطِّ وَالسَّطْحِ وَالْجِسْمِ التَّعْلِيمِيِّ، وَنَحْوِ ذَلِكَ مِمَّا يَتَصَوَّرُهُ الذِّهْنُ، وَلَيْسَ مِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ فِي الْمَوْجُودَاتِ الثَّابِتَةِ فِي الْخَارِجِ. وَهَذَا الْمُطْلَقُ بِشَرْطِ الْإِطْلَاقِ، يَظُنُّ هَؤُلَاءِ ثُبُوتَهُ فِي الْخَارِجِ، وَقَدْ يُسَمُّونَهُ الْإِحَاطَةَ، وَهُوَ الْوُجُودُ الْمُجَرَّدُ عَنْ جَمِيعِ الْقُيُودِ، ثُمَّ بَعْدَهُ الْوُجُودُ الْمُطْلَقُ لَا بِشَرْطٍ، وَهُوَ الْعَامُّ الْمُنْقَسِمُ إِلَى وَاجِبٍ وَمُمْكِنٍ، إِلَى قَدِيمٍ وَحَادِثٍ وَنَحْوِ ذَلِكَ، كَانْقِسَامِ الْحَيَوَانِ إِلَى نَاطِقٍ وَأَعْجَمَ. وَهَذَا الْمُطْلَقُ لَا بِشَرْطٍ يُوجَدُ فِي الْخَارِجِ، فَإِنَّ الِاسْمَ الْمُفْرَدَ يَصْدُقُ عَلَيْهِ فَيُقَالُ: هَذَا حَيَوَانٌ، هَذَا إِنْسَانٌ، وَإِنْ كَانَ الِاسْمُ الْعَامُّ شَامِلًا لِأَنْوَاعِهِ وَأَشْخَاصِهِ، لَكِنْ لَا يُوجَدُ فِي الْخَارِجِ إِلَّا مُقَيَّدًا مُعَيَّنًا. وَمَنْ قَالَ: إِنَّهُ يُوجَدُ فِي الْخَارِجِ كُلِّيًّا، فَقَدْ غَلِطَ، فَإِنَّ الْكُلِّيَّ لَا يَكُونُ كُلِّيًّا قَطُّ إِلَّا فِي الْأَذْهَانِ لَا فِي الْأَعْيَانِ، وَلَيْسَ فِي الْخَارِجِ إِلَّا شَيْءٌ مُعَيَّنٌ، إِذَا تَصَوَّرَ مَنَعَ نَفْسُ تَصَوُّرِهِ مِنْ وُقُوعِ الشَّرِكَةِ فِيهِ، وَلَكِنَّ الْعَقْلَ يَأْخُذُ الْقَدْرَ الْمُشْتَرَكَ الْكُلِّيَّ بَيْنَ الْمُعَيَّنَاتِ، فَيَكُونُ كُلِّيًّا مُشْتَرَكًا فِي الْأَذْهَانِ. وَهَؤُلَاءِ يَجْعَلُونَ الْوُجُودَ الْوَاجِبَ هَذَا، وَقَدْ يَجْعَلُونَهُ بَعْدَ هَذَا، فَيَقُولُونَ: هَذَا فَرْقُ الْوَاجِبِ. وَهَذَا الْوُجُودُ الْكُلِّيُّ إِذَا قِيلَ: إِنَّهُ لَا يُوجَدُ فِي الْخَارِجِ إِلَّا مُعَيَّنًا فَلَا مَوْجُودَ فِي الْخَارِجِ سِوَى الْمَوْجُودَاتِ الْمُعَيَّنَةِ الْمُشَخَّصَةِ بِمَا فِيهَا مِنَ الصِّفَاتِ الْقَائِمَةِ بِهَا. وَإِنْ قُدِّرَ وُجُودُهُ فِي الْخَارِجِ، فَهُوَ إِمَّا جُزْءٌ مِنَ الْمُعَيَّنَاتِ، وَإِمَّا صِفَةٌ لَهَا. فَعَلَى الْأَوَّلِ، لَا يَكُونُ فِي الْخَارِجِ مَوْجُودٌ هُوَ رَبُّ الْمَوْجُودَاتِ الْمُعَيَّنَةِ. وَعَلَى الثَّانِي، يَكُونُ رَبُّ الْمَوْجُودَاتِ جُزْءَهَا أَوْ صِفَةً لَهَا. وَمَعْلُومٌ بِصَرِيحِ الْعَقْلِ أَنَّ صِفَةَ الشَّيْءِ الْقَائِمَةَ بِهِ لَا تَخْلُقُ الْمَوْصُوفَ وَأَنَّ جُزْءَ الشَّيْءِ لَا يَخْلُقُ الشَّيْءَ، بَلْ جُزْءُ الشَّيْءِ جُزْءٌ مِنَ الشَّيْءِ. فَإِذَا كَانَ هُوَ الْخَالِقُ لِلْجُمْلَةِ، كَانَ خَالِقًا لِنَفْسِهِ، وَكَانَ بَعْضُ الشَّيْءِ خَالِقًا لِكُلِّهِ. [ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام، الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح، دار العاصمة، السعودية، الطبعة الثانية، 1419ھ / 1999م، ص 306-309]

اور "وجود مطلق" یا "ذات بحت" تو ایک ایسا خدا ہے کہ جو "لاشیء" ہے۔ تنزیہ کا معنی اللہ کی ذات کو نقائص اور عیوب سے پاک قرار دینا ہے کہ اس پر اونگھ اور نیند طاری نہیں ہوتی نہ کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی ذات سےجمیع اسماء وصفات کی نفی کر دی جائے اور اس کے نتیجے میں وہ خدا باقی رہ جائے کہ جس کی حیثیت ویسی ہی ہو جیسا کہ پیاز کی ساری پرتیں اتارنے کے بعد جو باقی رہ جاتا ہے اور وہ "لاشیء" ہے۔ وجودیوں کے خدا اور پیاز کی ایک ایک کر کے ساری پرتیں اتارنے کے بعد باقی رہ جانے والی شیء میں کیا فرق ہے؟ فلاسفہ اور مناطقہ کے نزدیک جزئی سے کلی تک کا عقلی سفر زید سے نوع انسان، اور نوع انسان سے جنس حیوان، جنس حیوان سے جسم نامی، جسم نامی سے جسم مطلق اور جسم مطلق سے جوہر اور عرض کا تک کا ہے لیکن وجودیوں نے یہ دعوی کیا کہ ہم نے جوہر اور عرض کے بعد بھی ایک حقیقت جامعہ پا لی ہے کہ جو "ظاہر وجود" ہے اور بعض تو اسے "عین ذات" بھی کہہ دیتے ہیں۔ لیکن ان کی یہ حقیقت جامعہ کلیات کی قبیل سے ہے اور عقلاً ونقلاً خارج میں غیر موجود ہے۔ وجودیوں نے تنزیہ کے اصول کی تطبیق کی صورت میں جو الحاد پیدا کیا ہے، اس کا نتیجہ خالق وحدہ لاشریک پر نہیں بلکہ "لاشیء" پر ایمان لانا ہے۔ ثُمَّ يَظُنُّونَ مَعَ ذَلِكَ أَنَّهُ هُوَ اللَّهُ، فَيَبْقَى الرَّبُّ عِنْدَهُمْ وَهْمًا وَخَيَالًا فِي نُفُوسِهِمْ، لَا حَقِيقَةَ لَهُ فِي الْخَارِجِ، كَمَا قَالَ بَعْضُ حُذَّاقِهِمْ وَهُوَ التُّسْتَرِيُّ صَاحِبُ ابْنِ سَبْعِينَ: (وَهْمُكَ هُوَ بِتَشْخِيصِ مَا تَحْتَهُ شَيْءٌ) وَقَالَ: تَرَى الْوُجُودَ وَاحِدًا وَأَنْتَ

ذَاكَ ... وَلَيْسَ عَلَيْكَ زَائِدٌ مَا ثَمَّ سِوَاكَ. وَقُلْتُ لِبَعْضِ حُذَّاقِهِمْ: هَبْ أَنَّ هَذَا الْوُجُودَ الْمُطْلَقَ ثَابِتٌ فِي الْخَارِجِ، وَأَنَّهُ عَيْنُ الْمَوْجُودَاتِ الْمَشْهُودَةِ، فَمِنْ أَيْنَ لَكَ أَنَّ هَذَا هُوَ رَبُّ الْعَالَمِينَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَكُلَّ شَيْءٍ؟ فَاعْتَرَفَ بِذَلِكَ وَقَالَ: هَذَا مَا فِيهِ حِيلَةٌ. وَالْحِسُّ الْبَاطِنُ أَوِ الظَّاهِرُ إِنْ لَمْ يَقْتَرِنْ بِهِ الْعَقْلُ الَّذِي يُمَيِّزُ بَيْنَ الْمَحْسُوسِ وَغَيْرِهِ، وَإِلَّا دَخَلَ فِيهِ مِنَ الْغَلَطِ مِنْ جِنْسِ مَا يَدْخُلُ عَلَى النَّائِمِ وَالْمَمْرُورِ وَالْمُبَرْسَمِ وَغَيْرِهِمْ مِمَّنْ يَحْكُمُ بِمُجَرَّدِ الْحِسِّ الَّذِي لَا عَقْلَ مَعَهُ. وَالْبَهَائِمُ قَدْ تَكُونُ أَهْدَى مِنْ هَؤُلَاءِ، كَمَا قَالَ تَعَالَى: {وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ} [الأعراف: 179]. وَهَؤُلَاءِ يُصَرِّحُونَ بِرَفْضِ السَّمْعِ وَالْعَقْلِ فَدَخَلُوا فِي قَوْلِهِ: {أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا} [الفرقان: 44]. وَيُلْزِمُونَ أَنْفُسَهُمُ الْغَيْبَةَ عَنِ الْعَقْلِ وَالْحِسِّ الظَّاهِرِ وَالشَّرْعِ، فَلِهَذَا يَقُولُ أَحْذَقُهُمُ التِّلْمِسَانِيُّ: فَقُلْ لِحِسِّكَ غِبْ وَجْدًا وَذُبْ طَرَبًا ... فِيهَا وَقُلْ لِزَوَالِ الْعَقْلِ لَا تَزُلِ. وَاصْمُتْ إِلَى أَنْ تَرَاهَا فِيكَ نَاطِقَةً ... فَإِنْ وَجَدْتَ لِسَانًا قَائِلًا فَقُلِ. وَهَؤُلَاءِ لِبَسْطِ الْكَلَامِ عَلَيْهِمْ مَوْضِعٌ آخَرُ. [ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام، الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح، دار العاصمة، السعودية، الطبعة الثانية، 1419هـ/ 1999م، ص 306-314]

بعض وجودیوں نے یہ کہا ہے کہ "وجود مطلق" کا خارجی وجود عقلاً تو موجود نہیں ہے لیکن شرعاً موجود ہے۔ [ف الموجود المطلق الخارجي موجود في الشرع، وغير موجود في العقل. الوجود الحق والخطاب الصدق: ص 121] حالانکہ یہ کہنا ہی درست نہیں ہے کہ نقل صحیح، کسی بھی طور عقل صحیح کے خلاف ہو سکتی ہے۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تو اس موضوع پر دس جلدوں میں ایک کتاب **"درء تعارض العقل والنقل"** مرتب کر دی ہے کہ جس کا دوسرا معروف نام **"بیان موافقة صریح المعقول لصحیح المنقول"** بھی ہے۔ اور شرعی دلیل بھی ان کے پاس کیا ہے؟ کہ کتاب وسنت میں موجود لفظ تخلیق کا معنی پیدائش نہیں بلکہ تقدیر ہے۔ ولم يرد في الكتاب ولا في السنة، ولا عن أحد من الخلفاء أو المحققين، من صدور هذه الأمة، أن الله تعالى خلق وجودا محضا حادثا وجعله للموجودات الحادثة، على معنى أنه تعالى: خلق الحوادث، وخلق لها أيضا وحودا حادثا. وإنما الوارد في الشرع أن الله تعالى خالق كل شيء، أي: مقدر للأشياء بمقادير معلومة له سبحانه. كما قال تعالى: وخلق كل شيء فقدره تقديرا. فالخلق هو التقدير، لا الإيجاد. [الوجود الحق والخطاب الصدق: ص 150-151] تودہریہ اور وجودی دونوں اللہ سبحانہ وتعالی کے خالق ہونے کے منکر ہیں لیکن تناظر دونوں کا فرق ہے۔

اگر وجود سے مراد "عین ذات حق" ہو تو اس میں قدیم اور حادث کی تقسیم ممکن نہیں ہے لہذا اسی لیے وجودیوں نے غیر ذات کے وجود کا انکار کر دیا۔ اس پر جب یہ سوال پیدا ہوا کہ پھر ذات حق کے لیے زمین وآسمان کے خالق ہونے کا کیا معنی ہوا؟ یہاں جو سمجھدار وجودی ہیں، وہ خاموش ہو جاتے ہیں اور جو بے سمجھ ہیں، وہ جواب دینے لگتے ہیں۔ وجودی چاہیے **"خلق"** کو **"قدر"** اور تخلیق کو تقدیر کا معنی دے دیں، مخلوق کے وجود کو غیر حقیقی کہہ لیں یا مجازی، ظلی کہہ لیں یا اعتباری، ہے تو وجودی موقف کے مطابق وہ بھی وجود ذات ہی۔ ولم يرد في الكتاب ولا في السنة، ولا عن أحد من الخلفاء أو المحققين، من صدور هذه الأمة، أن الله تعالى خلق وجودا محضا حادثا وجعله للموجودات الحادثة، على معنى أنه تعالى: خلق الحوادث، وخلق لها أيضا وحودا حادثا. وإنما الوارد في الشرع أن الله تعالى خالق كل شيء، أي: مقدر للأشياء بمقادير معلومة له سبحانه. كما قال تعالى: وخلق كل شيء فقدره تقديرا. فالخلق هو التقدير، لا الإيجاد. [الوجود الحق والخطاب الصدق: ص 150-151]؛ اعلم أن الله تعالى الذي هو الوجود الحق، القديم، الواحد الذي لا وجود سواه سبحانه، يستحيل عليه تعالى أن يكون معه وجود آخر غيره. لأنه يستحيل عليه تعالى الشريك والشبيه والمثيل، خصوصا على زعم من يقول:

إن الحوادث لها وجود آخر غير وجود الله تعالى، مقوم لها، وهي قائمة به. ثم يدعي أنه موحد للوجود الحق القديم سبحانه سواء قال: إن ذلك الوجود الذي مع الوجود الحق سبحانه، وجود قديم أو وجود حادث. [الوجود الحق والخطاب الصدق: ص 153]؛ وإنما ذلك الوجود الحادث عند العقل بغلبة الوهم، حيث قلنا بذلك، هو تجلي الوجود القديم بالحوادث وانكشافه وظهوره في شؤونه التي أعيان الحوادث وأحوالها. [الوجود الحق والخطاب الصدق: ص 53]؛ فالوجود المطلق من حيث تعين الأشياء، المعدومة في نفسها، به، هو علم الله تعالى، ومن حيث هو في نفسه، من غير اعتبار الأشياء متعينة به، ذات الله تعالى. [الوجود الحق والخطاب الصدق: ص 181]؛ فالحقُّ خلقٌ بهذا الوجه فاعتبروا. وليس خلقًا بهذا الوجه فادّكّروا. [ابن العربي، محي الدين، فصوص الحكم مع شرح الجامي، دار الكتب العلمية، بيروت، 2004ء، ص 155]؛ الوجود الواحد الحق، في مرتبة الجمع الأسمائي إله، وفي مرتبة الفرق مخلوق. [الكاشاني عبد الرزاق، شرح الفصوص، المطبعة الميمنة، مصر، ص 69]

اسی طرح اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ وجود باری تعالی ایک "وجود مطلق" ہے تو کلی کبھی بھی جزئی کی نقیض نہیں ہوتی کہ اس کے وجود سے جزئی کا عدم لازم نہیں آتا۔ فَيُقَالُ لَهُمْ: لَوْ قُدِّرَ أَنَّ الْوُجُودَ الْكُلِّيَّ ثَابِتٌ فِي الْخَارِجِ كُلِّيًّا، وَأَنَّكُمْ شَهِدْتُمْ ذَلِكَ، فَمَعْلُومٌ عِنْدَ كُلِّ عَاقِلٍ أَنَّ وُجُودَ الْكُلِّيِّ الْمُشْتَرَكِ لَا يُنَاقِضُ وُجُودَ الْمُعَيَّنِ الْمُخْتَصِّ. فَالْحَيَوَانِيَّةُ وَالْإِنْسَانِيَّةُ الْمُشْتَرَكَةُ الْمُطْلَقَةُ، لَا تُنَاقِضُ أَعْيَانَ الْحَيَوَانِ وَأَعْيَانَ الْإِنْسَانِ، وَحِينَئِذٍ فَثُبُوتُ أَعْيَانِ الْمَوْجُودَاتِ حَاصِلٌ فِي الْخَارِجِ. وَهَبْ أَنَّكُمْ غِبْتُمْ عَنْ هَذَا وَلَمْ تَشْهَدُوهُ، فَالْغَيْبَةُ عَنْ شُهُودِ الشَّيْءِ لَا يُوجِبُ عَدَمَهُ فِي نَفْسِهِ. فَإِذَا لَمْ يَشْهَدِ الْعَبْدُ الشَّيْءَ، أَوْ لَمْ يُرِدْهُ، أَوْ لَمْ يَعْلَمْهُ، أَوْ لَمْ يَخْطُرْ بِقَلْبِهِ، أَوْ فَنِيَ عَنْ شُهُودِهِ، أَوِ اصْطُلِمَ، أَوْ غَابَ، لَمْ يَلْزَمْ مِنْ ذَلِكَ أَنْ يَكُونَ الشَّيْءُ صَارَ فِي نَفْسِهِ مَعْدُومًا فَانِيًا لَا حَقِيقَةَ لَهُ، بَلِ الْفَرْقُ ثَابِتٌ بَيْنَ أَنْ يُعْدَمَ الشَّيْءُ فِي نَفْسِهِ وَيَفْنَى وَيَتَلَاشَى، وَبَيْنَ أَنْ يُعْدَمَ شُهُودُ الْإِنْسَانِ لَهُ وَذِكْرُهُ وَمَعْرِفَتُهُ. وَهَؤُلَاءِ -مِنْ ضَلَالِهِمْ- يَظُنُّونَ أَنَّهُ إِذَا فَنِيَ شُهُودُهُمْ لِلْمَوْجُودَاتِ، كَانَتْ فَانِيَةً فِي أَنْفُسِهَا، فَلَمْ يَكُنْ مَوْجُودًا إِلَّا مَا تَخَيَّلُوهُ مِنَ الْوُجُودِ الْمُطْلَقِ. وَيَقُولُونَ: الْكَثْرَةُ وَالتَّفْرِقَةُ فِي الْحِسِّ، فَإِذَا فَنِيَ شُهُودُ الْقَلْبِ عَنِ الْحِسِّ، لَمْ يَبْقَ تَفْرِقَةٌ وَلَا كَثْرَةٌ، وَيَظُنُّونَ أَنَّ شُهُودَ الْحِسِّ حِينَئِذٍ خَطَأٌ، وَالْعَقْلُ هُوَ الَّذِي يَشْهَدُ الْكُلِّيَّاتِ وَالْمُطْلَقَاتِ دُونَ الْحِسِّ، فَإِذَا أَبْطَلُوا مَا شَهِدَهُ الْحِسُّ، لَمْ يَبْقَ مَعَهُمْ إِلَّا الْوُجُودُ الْكُلِّيُّ. [الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح: ص 311-312]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے وجودیوں کے اس موقف پر مفصل عقلی ونقلی نقد کی ہے اور امام صاحب رحمہ اللہ کو ساتھ ہی یہ شکوہ بھی ہے کہ وجودی اپنے ناقدین کو تو یہ طعن کرتے ہیں کہ انہیں وجودیوں کی بات سمجھ نہیں آئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود وجودیوں کی اکثر یت اس نقد کو سمجھنے سے عاری ہوتی ہے کہ جو ان کے مخالف ان پر کر رہے ہوتے ہیں کہ وہ تو اسی زعم میں ہوتے ہیں کہ ان کا مخالف ان کی رٹی رٹائی بات کو سمجھ نہیں پائے گا جبکہ بعض اوقات ان کا مخالف ان سے زیادہ ذہین ہوتا ہے اور وہ انہیں وہاں سے جواب دیتا ہے کہ جہاں ان کا فہم نہیں پہنچ پاتا اور وہ مبہوت رہ جاتے ہیں۔ وَهُمْ مِنْ أَعْظَمِ النَّاسِ تَنَاقُضًا فَإِنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا ثَمَّ غَيْرٌ وَلَا سِوَى وَتَقُولُ السَّبْعِينِيَّةُ لَيْسَ إِلَّا اللَّهُ بَدَلَ قَوْلِ الْمُسْلِمِينَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ يَقُولُونَ هَؤُلَاءِ الْمَحْجُوبُونَ لَا يَرَوْنَ هَذَا. فَإِذَا كَانَ مَا ثَمَّ غَيْرٌ وَلَا سِوَى فَمَنْ الْمَحْجُوبُ وَمَنْ الْحَاجِبُ؟ وَمَنْ الَّذِي لَيْسَ بِمَحْجُوبٍ وَعَمَّ حُجِبَ؟ فَقَدْ أَثْبَتُوا أَرْبَعَةَ أَشْيَاءَ: قَوْمٌ مَحْجُوبُونَ وَقَوْمٌ لَيْسُوا بِمَحْجُوبِينَ وَأَمْرٌ انْكَشَفَ لِهَؤُلَاءِ وَحُجِبَ عَنْ أُولَئِكَ. فَأَيْنَ هَذَا مِنْ قَوْلِهِمْ مَا ثَمَّ اثْنَانِ وَلَا وُجُودَانِ؟ كَمَا حَدَّثَنِي الثِّقَةُ أَنَّهُ قَالَ للتلمساني: فَعَلَى قَوْلِكُمْ لَا فَرْقَ بَيْنَ امْرَأَةِ الرَّجُلِ وَأُمِّهِ وَابْنَتِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ الْجَمِيعُ عِنْدَنَا سَوَاءٌ؛ لَكِنْ هَؤُلَاءِ الْمَحْجُوبُونَ قَالُوا حَرَامٌ فَقُلْنَا حَرَامٌ عَلَيْكُمْ فَقِيلَ لَهُمْ: فَمَنْ الْمُخَاطِبُ لِلْمَحْجُوبِينَ أَهُوَ هُمْ أَمْ غَيْرُهُمْ؟ فَإِنْ كَانُوا هُمْ فَقَدْ حَرُمَ عَلَى نَفْسِهِ لَمَّا زَعَمَ أَنَّهُ حَرَامٌ عَلَيْهِمْ دُونَهُ وَإِنْ كَانُوا غَيْرَهُ فَقَدْ أَثْبَتَ غيرين وَعِنْدَهُمْ مَا ثَمَّ غَيْرٌ. وَهَؤُلَاءِ اشْتَبَهَ عَلَيْهِمْ الْوَاحِدُ بِالنَّوْعِ بِالْوَاحِدِ بِالْعَيْنِ فَإِنَّهُ يُقَالُ: الْوُجُودُ وَاحِدٌ كَمَا يُقَالُ: الْإِنْسَانِيَّةُ

وَاحِدَةٌ والحيوانية وَاحِدَةٌ أَيْ يَعْنِي وَاحِدٌ كُلِّيٌّ وَهَذَا الْكُلِّيُّ لَا يَكُونُ كُلِّيًّا إِلَّا فِي الذِّهْنِ لَا فِي الْخَارِجِ فَظَنُّوا هَذَا الْكُلِّيَّ ثَابِتًا فِي الْخَارِجِ ثُمَّ ظَنُّوهُ هُوَ اللَّهُ وَلَيْسَ فِي الْخَارِجِ كُلِّيٌّ مَعَ كَوْنِهِ كُلِّيًّا وَإِنَّمَا يَكُونُ كُلِّيًّا فِي الذِّهْنِ وَإِذَا قُدِّرَ فِي الْخَارِجِ كُلِّيٌّ فَهُوَ جُزْءٌ مِنْ الْمُعَيَّنَاتِ وَقَائِمٌ بِهَا لَيْسَ هُوَ مُتَمَيِّزًا قَائِمًا بِنَفْسِهِ فَحَيَوَانِيَّةُ الْحَيَوَانِ وَإِنْسَانِيَّةُ الْإِنْسَانِ سَوَاءٌ قُدِّرَتْ مُعَيَّنَةً أَوْ مُطْلَقَةً هِيَ صِفَةٌ لَهُ وَيَمْتَنِعُ أَنْ تَكُونَ صِفَةُ الْمَوْصُوفِ مُبْدِعَةً لَهُ وَلَوْ قُدِّرَ وُجُودُهَا مُجَرَّدًا عَنْ الْعِيَانِ عَلَى رَأْيِ مَنْ أَثْبَتَ "الْمُثُلَ الأفلاطونية" فَتَثْبُتُ الْمَاهِيَّاتُ الْكُلِّيَّةُ مُجَرَّدَةً عَنْ الْمَوْصُوفَاتِ وَيُدَّعَى أَنَّهَا قَدِيمَةٌ أَزَلِيَّةٌ مِثْلُ إنْسَانِيَّةٍ مُجَرَّدَةٍ وَحَيَوَانِيَّةٍ مُجَرَّدَةٍ وَهَذَا خَيَالٌ بَاطِلٌ. وَهَذَا الَّذِي جَعَلَهُ مُجَرَّدًا هُوَ مُجَرَّدٌ فِي الذِّهْنِ وَلَيْسَ فِي الْخَارِجِ كُلِّيٌّ مُجَرَّدٌ وَإِذَا قُدِّرَ ثُبُوتُ كُلِّيٍّ مُجَرَّدٌ فِي الْخَارِجِ وَهُوَ مُسَمَّى الْوُجُودِ فَهَذَا يَتَنَاوَلُ وُجُودَ الْمُحْدَثَاتِ كُلِّهَا كَمَا يَتَنَاوَلُ وُجُودَ الْقَدِيمِ وَهَذَا لَا يَكُونُ مُبْدِعًا لِشَيْءٍ وَلَا اخْتِصَاصَ لَهُ بِصِفَاتِ الْكَمَالِ فَلَا يُوصَفُ بِأَنَّهُ حَيٌّ عَلِيمٌ قَدِيرٌ؛ إذْ لَيْسَ وَصْفُهُ بِذَلِكَ بِأَوْلَى مِنْ وَصْفِهِ بِأَنَّهُ عَاجِزٌ جَاهِلٌ مَيِّتٌ وَالْخَالِقُ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ حَيًّا عَلِيمًا قَدِيرًا سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا. [ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام، مجموع الفتاوى، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية، 1416هـ/1995م، 13/196-198]؛ التلمساني مِنْهُمْ -وَهُوَ أَحْذَقُهُمْ فِي اتِّحَادِهِمْ -لَمَّا قُرِئَ عَلَيْهِ "الْفُصُوصُ" فَقِيلَ لَهُ: الْقُرْآنُ يُخَالِفُ فُصُوصَكُمْ. فَقَالَ: الْقُرْآنُ كُلُّهُ شِرْكٌ وَإِنَّمَا التَّوْحِيدُ فِي كَلَامِنَا. فَقِيلَ لَهُ: فَإِذَا كَانَ الْوُجُودُ وَاحِدًا فَلِمَ كَانَتْ الزَّوْجَةُ حَلَالًا وَالْأُخْتُ حَرَامًا؟ فَقَالَ: الْكُلُّ عِنْدَنَا حَلَالٌ وَلَكِنْ هَؤُلَاءِ الْمَحْجُوبُونَ قَالُوا حَرَامٌ فَقُلْنَا حَرَامٌ عَلَيْكُمْ. وَهَذَا مَعَ كُفْرِهِ الْعَظِيمِ مُتَنَاقِضٌ ظَاهِرٌ فَإِنَّ الْوُجُودَ إذَا كَانَ وَاحِدًا فَمَنْ الْمَحْجُوبُ وَمَنْ الْحَاجِبُ؟ وَلِهَذَا قَالَ بَعْضُ شُيُوخِهِمْ لِمُرِيدِهِ: مَنْ قَالَ لَكَ: إنَّ فِي الْكَوْنِ سِوَى اللَّهِ فَقَدْ كَذَبَ. فَقَالَ لَهُ مُرِيدُهُ: فَمَنْ هُوَ الَّذِي يَكْذِبُ؟ وَقَالُوا لِآخَرَ: هَذِهِ مَظَاهِرُ. فَقَالَ لَهُمْ: الْمَظَاهِرُ غَيْرُ الظَّاهِرِ أَمْ هِيَ؟ فَإِنْ كَانَتْ غَيْرَهَا فَقَدْ قُلْتُمْ بِالنِّسْبَةِ وَإِنْ كَانَتْ إيَّاهَا فَلَا فَرْقَ. [مجموع الفتاوى: 241/11]

وَقَدْ حَدَّثُونَا: أَنَّ ابْنَ عَرَبِيٍّ تَنَازَعَ هُوَ وَالشَّيْخُ أَبُو حَفْصٍ السهروردي: هَلْ يُمْكِنُ وَقْتَ تَجَلِّي الْحَقِّ لِعَبْدِ مُخَاطَبَةٌ لَهُ أَمْ لَا؟ فَقَالَ الشَّيْخُ أَبُو حَفْصٍ السهروردي: نَعَمْ يُمْكِنُ ذَلِكَ. فَقَالَ ابْنُ عَرَبِيٍّ: لَا يُمْكِنُ ذَلِكَ وَأَظُنُّ الْكَلَامَ كَانَ فِي غَيْبَةِ كُلٍّ مِنْهُمَا عَنْ صَاحِبِهِ فَقِيلَ لِابْنِ عَرَبِيٍّ: إنَّ السهروردي يَقُولُ كَذَا وَكَذَا. فَقَالَ: مِسْكِينٌ نَحْنُ تَكَلَّمْنَا فِي مُشَاهَدَةِ الذَّاتِ وَهُوَ يَتَكَلَّمُ فِي مُشَاهَدَةِ الصِّفَاتِ. وَكَانَ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ التَّصَوُّفِ وَالسُّلُوكِ وَالطَّالِبِينَ لِطَرِيقِ التَّحْقِيقِ وَالْعِرْفَانِ - مَعَ أَنَّهُمْ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُتَابِعُونَ لِلرُّسُلِ وَأَنَّهُمْ مُتَّقُونَ لِلْبِدَعِ الْمُخَالِفَةِ لَهُ - يَقُولُونَ هَذَا الْكَلَامَ وَيُعَظِّمُونَهُ وَيُعَظِّمُونَ ابْنَ عَرَبِيٍّ لِقَوْلِهِ مِثْلَ هَذَا وَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ هَذَا الْكَلَامَ بَنَاهُ عَلَى أَصْلِهِ الْفَاسِدِ فِي الْإِلْحَادِ الَّذِي يَجْمَعُ بَيْنَ التَّعْطِيلِ وَالِاتِّحَادِ؛ فَإِنَّ حَقِيقَةَ الرَّبِّ عِنْدَهُ وُجُودٌ مُجَرَّدٌ لَا اسْمٌ لَهُ وَلَا صِفَةٌ وَلَا يُمْكِنُ أَنْ يُرَى فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَلَا لَهُ كَلَامٌ قَائِمٌ بِهِ وَلَا عِلْمٌ وَلَا غَيْرُ ذَلِكَ وَلَكِنْ يُرَى ظَاهِرًا فِي الْمَخْلُوقَاتِ مُتَجَلِّيًا فِي الْمَصْنُوعَاتِ وَهُوَ عِنْدَهُ غَيْرُ وُجُودِ الْمَوْجُودَاتِ وَشَبَهِهِ، وَتَارَةً بِظُهُورِ الْكُلِّيِّ فِي جُزْئِيَّاتِهِ كَظُهُورِ الْجِنْسِ فِي أَنْوَاعِهِ وَالنَّوْعِ فِي الْخَاصَّةِ كَمَا تَظْهَرُ الْحَيَوَانِيَّةُ فِي كُلِّ حَيَوَانٍ والإنسانية فِي كُلِّ إنْسَانٍ. وَهَذَا بَنَاهُ عَلَى غَلَطِ أَسْلَافِهِ "الْمَنْطِقِيِّينَ الْيُونَانِيِّينَ" حَيْثُ ظَنُّوا أَنَّ الْمَوْجُودَاتِ الْعَيْنِيَّةَ يُقَارِنُهَا جَوَاهِرُ عَقْلِيَّةٌ بِحَسَبِ مَا تَحْمِلُ لَهَا مِنْ الْكُلِّيَّاتِ فَيَظُنُّونَ أَنَّ فِي الْإِنْسَانِ الْمُعَيَّنِ إنْسَانًا عَقْلِيًّا وَحَيَوَانًا عَقْلِيًّا وَنَاطِقًا عَقْلِيًّا وَحَسَّاسًا عَقْلِيًّا وَجِسْمًا عَقْلِيًّا وَذَاكَ هُوَ الْمَاهِيَّةُ الَّتِي يَعْرِضُ لَهَا الْوُجُودُ وَتِلْكَ الْمَاهِيَّةُ مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ جَمِيعِ الْمُعَيَّنَاتِ وَهَذَا الْكَلَامُ لَهُ وَقْعٌ عِنْدَ مَنْ لَمْ يَفْهَمْهُ وَيَتَدَبَّرْهُ. فَإِذَا فَهِمَ حَقِيقَتَهُ تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ بِكَلَامِ الْمَجَانِينِ أَشْبَهَ مِنْهُ بِكَلَامِ الْعُقَلَاءِ، وَإِنَّمَا ذَلِكَ لِمُخَالَفَتِهِ لِلْحِسِّ وَالْعَقْلِ وَإِنَّمَا أَتَى فِيهِ هَؤُلَاءِ مِنْ حَيْثُ إنَّهُمْ تَصَوَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ مَعَانِيَ "كُلِّيَّةً مُطْلَقَةً" فَظَنُّوا أَنَّهَا مَوْجُودَةٌ فِي الْخَارِجِ. [مجموع الفتاوى: 7/590-591]؛ وَالْجَوَابُ عَنْ ذَلِكَ أَنَّ هَذِهِ الْأُمُورَ وَغَيْرَهَا إذَا أُخِذَتْ مُجَرَّدَةً مُطْلَقَةً غَيْرَ مُقَيَّدَةٍ وَلَا مُشَخَّصَةً لَمْ يَكُنْ لَهَا حَقِيقَةٌ فِي الْخَارِجِ عَنْ الْأَذْهَانِ إلَّا شَيْءٌ مُعَيَّنٌ فَلَيْسَ ثَمَّ وُجُودٌ إلَّا وُجُودُ الْخَالِقِ أَوْ وُجُودُ الْمَخْلُوقِ وَوُجُودُ كُلِّ مَخْلُوقٍ مُخْتَصٌّ بِهِ وَإِنْ كَانَ اسْمُ الْوُجُودِ عَامًّا يَتَنَاوَلُ ذَلِكَ كُلَّهُ وَكَذَلِكَ الْعِلْمُ

وَالْقُدْرَةُ اسْمٌ عَامٌّ يَتَنَاوَلُ أَفْرَادَ ذَلِكَ وَلَيْسَ فِي الْخَارِجِ إلَّا عِلْمُ الْخَالِقِ وَعِلْمُ الْمَخْلُوقِ وَعِلْمُ كُلِّ مَخْلُوقٍ مُخْتَصٌّ بِهِ قَائِمٌ بِهِ. [مجموع الفتاوى: 70/12]؛ وَلِهَذَا كَانَ مَنْ مَالَ إلَيْهِمْ أَحَدَ رَجُلَيْنِ: إمَّا زِنْدِيقًا مُنَافِقًا؛ وَإِمَّا جَاهِلًا ضَالًّا. وَهَكَذَا هَؤُلَاءِ الِاتِّحَادِيَّةُ: فَرُءُوسُهُمْ هُمْ أَئِمَّةُ كُفْرٍ يَجِبُ قَتْلُهُمْ وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَةُ أَحَدٍ مِنْهُمْ إذَا أُخِذَ قَبْلَ التَّوْبَةِ فَإِنَّهُ مِنْ أَعْظَمِ الزَّنَادِقَةِ الَّذِينَ يُظْهِرُونَ الْإِسْلَامَ وَيُبْطِنُونَ أَعْظَمَ الْكُفْرِ وَهُمْ الَّذِينَ يَفْهَمُونَ قَوْلَهُمْ وَمُخَالَفَتَهُمْ لِدِينِ الْمُسْلِمِينَ وَيَجِبُ عُقُوبَةُ كُلِّ مَنْ انْتَسَبَ إلَيْهِمْ أَوْ ذَبَّ عَنْهُمْ أَوْ أَثْنَى عَلَيْهِمْ أَوْ عَظَّمَ كُتُبَهُمْ أَوْ عُرِفَ بِمُسَاعَدَتِهِمْ وَمُعَاوَنَتِهِمْ أَوْ كَرِهَ الْكَلَامَ فِيهِمْ أَوْ أَخَذَ يَعْتَذِرُ لَهُمْ بِأَنَّ هَذَا الْكَلَامَ لَا يَدْرِي مَا هُوَ أَوْ مَنْ قَالَ إنَّهُ صَنَّفَ هَذَا الْكِتَابَ وَأَمْثَالَ هَذِهِ الْمَعَاذِيرِ الَّتِي لَا يَقُولُهَا إلَّا جَاهِلٌ أَوْ مُنَافِقٌ؛ بَلْ تَجِبُ عُقُوبَةُ كُلِّ مَنْ عَرَفَ حَالَهُمْ وَلَمْ يُعَاوِنْ عَلَى الْقِيَامِ عَلَيْهِمْ فَإِنَّ الْقِيَامَ عَلَى هَؤُلَاءِ مِنْ أَعْظَمِ الْوَاجِبَاتِ؛ لِأَنَّهُمْ أَفْسَدُوا الْعُقُولَ وَالْأَدْيَانَ عَلَى خَلْقٍ مِنْ الْمَشَايِخِ وَالْعُلَمَاءِ وَالْمُلُوكِ وَالْأُمَرَاءِ وَهُمْ يَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ. فَضَرَرُهُمْ فِي الدِّينِ: أَعْظَمُ مِنْ ضَرَرِ مَنْ يُفْسِدُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ دُنْيَاهُمْ وَيَتْرُكُ دِينَهُمْ كَقُطَّاعِ الطَّرِيقِ وَكَالتَّتَارِ الَّذِينَ يَأْخُذُونَ مِنْهُمْ الْأَمْوَالَ وَيُبْقُونَ لَهُمْ دِينَهُمْ وَلَا يَسْتَهِينُ بِهِمْ مَنْ لَمْ يَعْرِفْهُمْ فَضَلَالُهُمْ وَإِضْلَالُهُمْ: أَعْظَمُ مِنْ أَنْ يُوصَفَ وَهُمْ أَشْبَهُ النَّاسِ بِالْقَرَامِطَةِ الْبَاطِنِيَّةِ. وَلِهَذَا هُمْ يُرِيدُونَ دَوْلَةَ التَّتَارِ وَيَخْتَارُونَ انْتِصَارَهُمْ عَلَى الْمُسْلِمِينَ إلَّا مَنْ كَانَ عَامِّيًّا مِنْ شِيَعِهِمْ وَأَتْبَاعِهِمْ فَإِنَّهُ لَا يَكُونُ عَارِفًا بِحَقِيقَةِ أَمْرِهِمْ. وَلِهَذَا يُقِرُّونَ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى عَلَى مَا هُمْ عَلَيْهِ وَيَجْعَلُونَهُمْ عَلَى حَقٍّ كَمَا يَجْعَلُونَ عُبَّادَ الْأَصْنَامِ عَلَى حَقٍّ وَكُلٌّ وَاحِدَةٍ مِنْ هَذِهِ مِنْ أَعْظَمِ الْكُفْرِ وَمَنْ كَانَ مُحْسِنًا لِلظَّنِّ بِهِمْ -وَادَّعَى أَنَّهُ لَمْ يَعْرِفْ حَالَهُمْ - عَرَفَ حَالَهُمْ فَإِنْ لَمْ يُبَايِنْهُمْ وَيُظْهِرْ لَهُمْ الْإِنْكَارَ وَإِلَّا أُلْحِقَ بِهِمْ وَجُعِلَ مِنْهُمْ. وَأَمَّا مَنْ قَالَ لِكَلَامِهِمْ تَأْوِيلٌ يُوَافِقُ الشَّرِيعَةَ؛ فَإِنَّهُ مِنْ رُءُوسِهِمْ وَأَئِمَّتِهِمْ؛ فَإِنَّهُ إنْ كَانَ ذَكِيًّا فَإِنَّهُ يَعْرِفُ كَذِبَ نَفْسِهِ فِيمَا قَالَهُ وَإِنْ كَانَ مُعْتَقِدًا لِهَذَا بَاطِنًا وَظَاهِرًا فَهُوَ أَكْفَرُ مِنْ النَّصَارَى فَمَنْ لَمْ يُكَفِّرْ هَؤُلَاءِ وَجَعَلَ لِكَلَامِهِمْ تَأْوِيلًا كَانَ عَنْ تَكْفِيرِ النَّصَارَى بِالتَّثْلِيثِ وَالِاتِّحَادِ أَبْعَدَ. وَاَللَّهُ أَعْلَمُ. [مجموع الفتاوى: 2/131-133]

پانچواں مسئلہ وجود اور موجود کے فرق کا ہے۔ عبد الغنی النابلسی۔ کا کہنا ہے کہ ہمارے نزدیک وجود اور موجود میں فرق ہے کہ وجود ایک ہے اور موجودات کثیر ہیں اور موجود سے ان کی مراد **"شيء له وجود"** ہے۔ اعلم أن الفرق بين الوجود والموجود، عندنا، أمر لازم متعين. فإن الموجودات كثيرة مختلفة، والوجود واحد لا يتعدد ولا يختلف في نفسه وهو، عندنا، حقيقة واحدة، لا تنقسم ولا تتجزأ ولا تتعدد بتعدد الموجودات. والوجود أصل، والموجودات تابعة له، صادرة منه، قائمة به. وهو المتحكم فيها بما يشاء من التغيير والتبديل. ومعنى الوجود: شيء له الوجود، كما سنذكره، لا أنه هو عين الوجود. وكلامنا إنما هو في وحدة الوجود، لا في وحدة الموجود. فإن الموجود ليس واحدا، بل فيه الكثرة. [الوجود الحق والخطاب الصدق: ص 19]

چلیں! وجود اور موجود میں فرق مان لیا، اب ذرا یہ بھی بتلا دیں کہ موجودات کے وجود اور وجود مطلق کے وجود میں فرق ہے یا دونوں ایک ہی ہیں؟ اگر فرق ہے تو وجود ایک سے زائد ہو گئے اور اگر ایک ہی ہے تو خالق اور مخلوق کے وجود کا اتحاد لازم آ گیا اور یہی تو آپ کے ناقدین کا اعتراض ہے کہ آپ نے خالق اور مخلوق کے وجود کو ایک کر دیا۔ فالوجود المطلق من حيث تعين الأشياء، المعدومة في نفسها، به، هو علم الله تعالى، ومن حيث هو في نفسه، من غير اعتبار الأشياء متعينة به، ذات الله تعالى. [الوجود الحق والخطاب الصدق: ص 181]

وجودی یہ کہتے ہیں کہ ہم خالق اور مخلوق میں فرق کرتے ہیں اور ہمارے ناقدین ہم پر یہ بہتان لگاتے ہیں کہ ہم نے خالق اور مخلوق کو ایک کر دیا۔ چلیں، مان لیا کہ تم نے خالق اور مخلوق میں فرق کیا۔ اب ذرا اپنے نظریہ کی اتھاہ گہرائیوں سے باہر جھانک کر اپنے مخالف کی نقد پر بھی کچھ تھوڑا بہت غور کر لو کہ اس کے اعتراض کی گہرائی یہ نہیں ہے کہ تم نے خالق اور مخلوق کو ایک کر دیا بلکہ یہ ہے کہ تم نے خالق اور مخلوق کے

وجود کوایک کر دیا۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اگر یہ کہہ رہے ہیں کہ وجودی شرک کے بھی قائل ہیں تو وجودی کو یہ سطحی جواب دے کر مطمئن نہیں ہو جانا چاہیے کہ ہم تو ایک سے زائد وجود کو ہی نہیں مانتے تو شرک کیسا؟ وَأَمَّا "الِاتِّحَادُ الْمُطْلَقُ" الَّذِي هُوَ قَوْلُ أَهْلِ وَحْدَةِ الْوُجُودِ الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّ وُجُودَ الْمَخْلُوقِ هُوَ عَيْنُ وُجُودِ الْخَالِقِ فَهَذَا تَعْطِيلٌ لِلصَّانِعِ وَجُحُودٌ لَهُ وَهُوَ جَامِعٌ لِكُلِّ شِرْكٍ. [مجموع الفتاوى: 7/590-591]؛ جس نے بھی ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام تفتازانی رحمہ اللہ کی وحدت الوجود کے مکتبہ فکر پر نقد کا تفصیلی مطالعہ کیا ہے تو اس نتیجے تک پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وجودی کا ناقد منقولات کے علاوہ معقولات کا بھی امام ہے، اور اس نے وجودیوں کے موقف کا جس گہرائی اور گیرائی سے تجزیہ کیا ہے، وہ ان کی سمجھ سے بالاتر ہے؟ حَقِيقَةُ قَوْلِ هَؤُلَاءِ: إِنَّ وُجُودَ الْكَائِنَاتِ هُوَ عَيْنُ وُجُودِ اللَّهِ تَعَالَى لَيْسَ وُجُودُهَا غَيْرَهُ وَلَا شَيْءَ سِوَاهُ أَلْبَتَّةَ وَلِهَذَا مَنْ سَمَّاهُمْ حُلُولِيَّةً أَوْ قَالَ هُمْ قَائِلُونَ بِالْحُلُولِ رَأَوْهُ مَحْجُوبًا عَنْ مَعْرِفَةِ قَوْلِهِمْ خَارِجًا عَنْ الدُّخُولِ إلَى بَاطِنِ أَمْرِهِمْ لِأَنَّ مَنْ قَالَ: إنَّ اللَّهَ يَحِلُّ فِي الْمَخْلُوقَاتِ فَقَدْ قَالَ بِأَنَّ الْمَحَلَّ غَيْرُ الْحَالِّ وَهَذَا تَثْنِيَةٌ عِنْدَهُمْ وَإِثْبَاتٌ لِوُجُودَيْنِ: أَحَدُهُمَا: وُجُودُ الْحَقِّ الْحَالِّ. وَالثَّانِي: وُجُودُ الْمَخْلُوقِ الْمَحَلِّ وَهُمْ لَا يُقِرُّونَ بِإِثْبَاتِ وُجُودَيْنِ أَلْبَتَّةَ. وَلَا رَيْبَ أَنَّ هَذَا الْقَوْلَ أَقَلُّ كُفْرًا مِنْ قَوْلِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ كَثِيرٍ مِنْ الْجَهْمِيَّةِ الَّذِينَ كَانَ السَّلَفُ يَرُدُّونَ قَوْلَهُمْ وَهُمْ الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّ اللَّهَ بِذَاتِهِ فِي كُلِّ مَكَانٍ. وَقَدْ ذَكَرَهُ جَمَاعَاتٌ مِنْ الْأَئِمَّةِ وَالسَّلَفِ عَنْ الْجَهْمِيَّةِ وَكَفَّرُوهُمْ بِهِ بَلْ جَعَلَهُمْ خَلْقٌ مِنْ الْأَئِمَّةِ -كَابْنِ الْمُبَارَكِ وَيُوسُفَ بْنِ أَسْبَاطٍ وَطَائِفَةٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْحَدِيثِ مِنْ أَصْحَابِ أَحْمَدَ وَغَيْرِهِ -خَارِجِينَ بِذَلِكَ عَنْ الثِّنْتَيْنِ وَالسَّبْعِينَ فِرْقَةً. وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ مُتَكَلِّمَةِ الْجَهْمِيَّةِ وَكَثِيرٍ مِنْ مُتَعَبِّدِيهِمْ. وَلَا رَيْبَ أَنَّ إلْحَادَ هَؤُلَاءِ الْمُتَأَخِّرِينَ وَتَجَهُّمَهُمْ وَزَنْدَقَتَهُمْ تَفْرِيعٌ وَتَكْمِيلٌ لِإِلْحَادِ هَذِهِ الْجَهْمِيَّةِ الْأُولَى وَتَجَهُّمِهَا وَزَنْدَقَتِهَا. وَأَمَّا وَجْهُ تَسْمِيَتِهِمْ اتِّحَادِيَّةً فَفِيهِ طَرِيقَانِ أَحَدُهُمَا لَا يَرْضَوْنَهُ لِأَنَّ الِاتِّحَادَ عَلَى وَزْنِ الِاقْتِرَانِ وَالِاقْتِرَانُ يَقْتَضِي شَيْئَيْنِ اتَّحَدَ أَحَدُهُمَا بِالْآخَرِ وَهُمْ لَا يُقِرُّونَ بِوُجُودَيْنِ أَبَدًا وَالطَّرِيقُ الثَّانِي صِحَّةُ ذَلِكَ بِنَاءً عَلَى أَنَّ الْكَثْرَةَ صَارَتْ وَحْدَةً كَمَا سَأُبَيِّنُهُ مِنْ اضْطِرَابِهِمْ. وَهَذِهِ الطَّرِيقَةُ إمَّا عَلَى مَذْهَبِ ابْنِ عَرَبِيٍّ فَإِنَّهُ يَجْعَلُ الْوُجُودَ غَيْرَ الثُّبُوتِ وَيَقُولُ إنَّ وُجُودَ الْحَقِّ قَاضٍ عَلَى ثُبُوتِ الْمُمْكِنَاتِ فَيَصِحُّ الِاتِّحَادُ بَيْنَ الْوُجُودِ وَالثُّبُوتِ وَأَمَّا عَلَى قَوْلِ مَنْ لَا يُفَرِّقُ فَيَقُولُ إنَّ الْكَثْرَةَ الْخَيَالِيَّةَ صَارَتْ وَحْدَةً بَعْدَ الْكَشْفِ أَوْ الْكَثْرَةَ الْعَيْنِيَّةَ صَارَتْ وَحْدَةً إطْلَاقِيَّةً. [مجموع الفتاوى: 2/140-141]؛ يَقُولُونَ: إنَّ الْوُجُودَ وَاحِدٌ فَالْوُجُودُ الْوَاجِبُ لِلْخَالِقِ: هُوَ الْوُجُودُ الْمُمْكِنُ لِلْمَخْلُوقِ كَمَا يَقُولُ ذَلِكَ أَهْلُ الْوَحْدَةِ كَابْنِ عَرَبِيٍّ وَصَاحِبِهِ القونوي وَابْنِ سَبْعِينَ وَابْنِ الْفَارِضِ صَاحِبِ الْقَصِيدَةِ التَّائِيَّةِ -نَظْمُ السُّلُوكِ -وَعَامِرٍ الْبَصْرِيِّ السيواسي الَّذِي لَهُ قَصِيدَةٌ تُنَاظِرُ قَصِيدَةَ ابْنِ الْفَارِضِ. والتلمساني الَّذِي شَرَحَ (مَوَاقِفَ النِّفْرِي وَلَهُ شَرْحُ الْأَسْمَاءِ الْحُسْنَى عَلَى طَرِيقَةِ هَؤُلَاءِ وَسَعِيدٍ الفرغاني الَّذِي شَرَحَ قَصِيدَةَ ابْنِ الْفَارِضِ والششتري صَاحِبِ الْأَزْجَالِ الَّذِي هُوَ تِلْمِيذُ ابْنِ سَبْعِينَ وَعَبْدِ اللَّهِ البلياني وَابْنِ أَبِي الْمَنْصُورِ الْمُتَصَوِّفِ الْمِصْرِيِّ صَاحِبِ فَكِّ الْأَزْرَارِ عَنْ أَعْنَاقِ الْأَسْرَارِ وَأَمْثَالِهِمْ. ثُمَّ مِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْوُجُودِ وَالثُّبُوتِ -كَمَا يَقُولُهُ ابْنُ عَرَبِيٍّ – وَيَزْعُمُ أَنَّ الْأَعْيَانَ ثَابِتَةٌ فِي الْعَدَمِ غَنِيَّةٌ عَنْ اللَّهِ فِي أَنْفُسِهَا وَوُجُودُ الْحَقِّ هُوَ وُجُودُهَا وَالْخَالِقُ مُفْتَقِرٌ إلَى الْأَعْيَانِ فِي ظُهُورِ وُجُودِهِ بِهَا وَهِيَ مُفْتَقِرَةٌ إلَيْهِ فِي حُصُولِ وُجُودِهَا الَّذِي هُوَ نَفْسُ وُجُودِهِ. وَقَوْلُهُ مُرَكَّبٌ مِنْ قَوْلِ مَنْ قَالَ الْمَعْدُومُ شَيْءٌ وَقَوْلِ مَنْ يَقُولُ: وُجُودُ الْخَالِقِ هُوَ وُجُودُ الْمَخْلُوقِ وَيَقُولُ: فَالْوُجُودُ الْمَخْلُوقُ هُوَ الْوُجُودُ الْخَالِقُ وَالْوُجُودُ الْخَالِقُ هُوَ الْوُجُودُ الْمَخْلُوقُ كَمَا هُوَ مَبْسُوطٌ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ. وَمِنْهُمْ مَنْ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْإِطْلَاقِ وَالتَّعْيِينِ كَمَا يَقُولُ القونوي وَنَحْوُهُ فَيَقُولُونَ: إنَّ الْوَاجِبَ هُوَ الْوُجُودُ الْمُطْلَقُ لَا بِشَرْطٍ وَهَذَا لَا يُوجَدُ مُطْلَقًا إلَّا فِي الْأَذْهَانِ لَا فِي الْأَعْيَانِ فَمَا هُوَ كُلِّيٌّ فِي الْأَذْهَانِ لَا يَكُونُ فِي الْأَعْيَانِ إلَّا مُعَيَّنًا وَإِنْ قِيلَ: إنَّ الْمُطْلَقَ جُزْءٌ مِنْ الْمُعَيَّنِ لَزِمَ أَنْ يَكُونَ وُجُودُ الْخَالِقِ جُزْءًا مِنْ وُجُودِ الْمَخْلُوقِ وَالْجُزْءُ لَا يُبْدِعُ الْجَمِيعَ وَيَخْلُقُهُ فَلَا يَكُونُ الْخَالِقُ مَوْجُودًا. وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ: إنَّ الْبَارِئَ هُوَ الْوُجُودُ الْمُطْلَقُ بِشَرْطِ الْإِطْلَاقِ كَمَا يَقُولُ ابْنُ سِينَا وَأَتْبَاعُهُ فَقَوْلُهُ أَشَدُّ فَسَادًا. فَإِنَّ الْمُطْلَقَ بِشَرْطِ الْإِطْلَاقِ لَا يَكُونُ إلَّا فِي الْأَذْهَانِ لَا فِي الْأَعْيَانِ؛ فَقَوْلُ هَؤُلَاءِ

بِمُوَافَقَةِ مِنْ هَؤُلَاءِ -الَّذِينَ يَلْزَمُهُمْ التَّعْطِيلُ -شَرٌّ مِنْ قَوْلِ الَّذِينَ يُشْبِهُونَ أَهْلَ الْحُلُولِ وَالِاتِّحَادِ. وَآخَرُونَ يَجْعَلُونَ الْوُجُودَ الْوَاجِبَ وَالْوُجُودَ الْمُمْكِنَ) بِمَنْزِلَةِ الْمَادَّةِ وَالصُّورَةِ الَّتِي تَقُولُهَا الْمُتَفَلْسِفَةُ أَوْ قَرِيبٌ مِنْ ذَلِكَ كَمَا يَقُولُهُ ابْنُ سَبْعِينَ وَأَمْثَالُهُ. وَهَؤُلَاءِ أَقْوَالُهُمْ فِيهَا تَنَاقُضٌ وَفَسَادٌ وَهِيَ لَا تَخْرُجُ عَنْ وَحْدَةِ الْوُجُودِ وَالْحُلُولِ أَوْ الِاتِّحَادِ وَهُمْ يَقُولُونَ بِالْحُلُولِ الْمُطْلَقِ وَالْوَحْدَةِ الْمُطْلَقَةِ وَالِاتِّحَادِ الْمُطْلَقِ؛ بِخِلَافِ مَنْ يَقُولُ بِالْمُعَيَّنِ كَالنَّصَارَى وَالْغَالِيَةِ مِنْ الشِّيعَةِ. [مجموع الفتاوى: 296-294/2]

چھٹا مسئلہ خالق اور مخلوق کے وجود کے ایک ہونے کا ہے۔ وَالْأَصْلُ الثَّانِي: أَنَّ وُجُودَ الْمُحْدَثَاتِ الْمَخْلُوقَاتِ: هُوَ عَيْنُ وُجُودِ الْخَالِقِ لَيْسَ غَيْرُهُ وَلَا سِوَاهُ؛ وَهَذَا هُوَ الَّذِي ابْتَدَعَهُ وَانْفَرَدَ بِهِ عَنْ جَمِيعِ مَنْ تَقَدَّمَهُ مِنْ الْمَشَايِخِ وَالْعُلَمَاءِ وَهُوَ قَوْلُ بَقِيَّةِ الِاتِّحَادِيَّةِ لَكِنَّ ابْنَ عَرَبِيٍّ أَقْرَبُهُمْ إلَى الْإِسْلَامِ وَأَحْسَنُ كَلَامًا فِي مَوَاضِعَ كَثِيرَةٍ فَإِنَّهُ يُفَرِّقُ بَيْنَ الظَّاهِرِ وَالْمَظَاهِرِ فَيُقِرُّ الْأَمْرَ وَالنَّهْيَ وَالشَّرَائِعَ عَلَى مَا هِيَ عَلَيْهِ وَيَأْمُرُ بِالسُّلُوكِ بِكَثِيرِ مِمَّا أَمَرَ بِهِ الْمَشَايِخُ مِنْ الْأَخْلَاقِ وَالْعِبَادَاتِ وَلِهَذَا كَثِيرٌ مِنْ الْعِبَادِ يَأْخُذُونَ مِنْ كَلَامِهِ سُلُوكَهُمْ فَيَنْتَفِعُونَ بِذَلِكَ وَإِنْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ حَقَائِقَهُ وَمَنْ فَهِمَهَا مِنْهُمْ وَوَافَقَهُ فَقَدْ تَبَيَّنَ قَوْلَهُ. (وَأَمَّا) صَاحِبُهُ الصَّدْرُ الرُّومِيُّ فَإِنَّهُ كَانَ مُتَفَلْسِفًا فَهُوَ أَبْعَدُ عَنْ الشَّرِيعَةِ وَالْإِسْلَامِ وَلِهَذَا كَانَ الْفَاجِرُ التِّلْمِسَانِيُّ الْمُلَقَّبُ بِالْعَفِيفِ يَقُولُ: كَانَ شَيْخِي الْقَدِيمُ مُتَرَوِّحَنَا مُتَفَلْسِفًا وَالْآخَرُ فَيْلَسُوفًا مُتَرَوِّحَنَا - يَعْنِي الصَّدْرَ الرُّومِيَّ - فَإِنَّهُ كَانَ قَدْ أَخَذَ عَنْهُ وَلَمْ يُدْرِكْ ابْنُ عَرَبِيٍّ فِي كِتَابِ مِفْتَاحِ غَيْبِ الْجَمْعِ وَالْوُجُودِ وَغَيْرِهِ يَقُولُ إنَّ اللَّهَ تَعَالَى هُوَ الْوُجُودُ الْمُطْلَقُ وَالْمُعَيَّنُ كَمَا يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَيَوَانِ الْمُطْلَقِ وَالْحَيَوَانِ الْمُعَيَّنِ وَالْجِسْمِ الْمُطْلَقِ وَالْجِسْمِ الْمُعَيَّنِ؛ وَالْمُطْلَقُ لَا يُوجَدُ إلَّا فِي الْخَارِجِ مُطْلَقًا لَا يُوجَدُ الْمُطْلَقُ إلَّا فِي الْأَعْيَانِ الْخَارِجَةِ. فَحَقِيقَةُ قَوْلِهِ: إنَّهُ لَيْسَ لِلَّهِ سُبْحَانَهُ وُجُودٌ أَصْلًا وَلَا حَقِيقَةٌ وَلَا ثُبُوتٌ إلَّا نَفْسُ الْوُجُودِ الْقَائِمِ بِالْمَخْلُوقَاتِ؛ وَلِهَذَا يَقُولُ هُوَ وَشَيْخُهُ: إنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يَرَى أَصْلًا وَأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ فِي الْحَقِيقَةِ اسْمٌ وَلَا صِفَةٌ وَيُصَرِّحُونَ بِأَنَّ ذَاتَ الْكَلْبِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْبَوْلِ وَالْعَذِرَةِ: عَيْنُ وُجُودِهِ -تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يَقُولُونَ. (وَأَمَّا) الْفَاجِرُ التِّلْمِسَانِيُّ: فَهُوَ أَخْبَثُ الْقَوْمِ وَأَعْمَقُهُمْ فِي الْكُفْرِ؛ فَإِنَّهُ لَا يُفَرِّقُ بَيْنَ الْوُجُودِ وَالثُّبُوتِ كَمَا يُفَرِّقُ ابْنُ عَرَبِيٍّ وَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ الْمُطْلَقِ وَالْمُعَيَّنِ كَمَا يُفَرِّقُ الرُّومِيُّ وَلَكِنْ عِنْدَهُ مَا ثَمَّ غَيْرٌ وَلَا سِوَى بِوَجْهِ مِنْ الْوُجُوهِ. وَأَنَّ الْعَبْدَ إنَّمَا يَشْهَدُ السِّوَى مَا دَامَ مَحْجُوبًا فَإِذَا انْكَشَفَ حِجَابُهُ رَأَى أَنَّهُ مَا ثَمَّ غَيْرٌ يُبَيِّنُ لَهُ الْأَمْرُ. وَلِهَذَا: كَانَ يَسْتَحِلُّ جَمِيعَ الْمُحَرَّمَاتِ؛ حَتَّى حَكَى عَنْهُ الثِّقَاتُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ الْبِنْتُ وَالْأُمُّ وَالْأَجْنَبِيَّةُ شَيْءٌ وَاحِدٌ لَيْسَ فِي ذَلِكَ حَرَامٌ عَلَيْنَا وَإِنَّمَا هَؤُلَاءِ الْمَحْجُوبُونَ قَالُوا حَرَامٌ فَقُلْنَا حَرَامٌ عَلَيْكُمْ. وَكَانَ يَقُولُ الْقُرْآنُ كُلُّهُ شِرْكٌ لَيْسَ فِيهِ تَوْحِيدٌ وَإِنَّمَا التَّوْحِيدُ فِي كَلَامِنَا. وَكَانَ يَقُولُ: أَنَا مَا أُمْسِكُ شَرِيعَةً وَاحِدَةً وَإِذَا أَحْسَنَ الْقَوْلَ يَقُولُ: الْقُرْآنُ يُوصِلُ إلَى الْجَنَّةِ وَكَلَامُنَا يُوصِلُ إلَى اللَّهِ تَعَالَى؛ وَشَرَحَ الْأَسْمَاءَ الْحُسْنَى عَلَى هَذَا الْأَصْلِ الَّذِي لَهُ. وَلَهُ دِيوَانُ شِعْرٍ قَدْ صَنَعَ فِيهِ أَشْيَاءَ وَشِعْرُهُ فِي صِنَاعَةِ الشِّعْرِ جَيِّدٌ؛ وَلَكِنَّهُ كَمَا قِيلَ: لَحْمُ خِنْزِيرٍ فِي طَبَقٍ صِينِيٍّ وَصِنْفٌ للنصيرية عَقِيدَةٌ؛ وَحَقِيقَةُ أَمْرِهِمْ أَنَّ الْحَقَّ بِمَنْزِلَةِ الْبَحْرِ وَأَجْزَاءَ الْمَوْجُودَاتِ بِمَنْزِلَةِ أَمْوَاجِهِ: وَأَمَّا ابْنُ سَبْعِينَ: فَإِنَّهُ فِي الْبَدْوِ وَالْإِحَاطَةِ يَقُولُ أَيْضًا بِوَحْدَةِ الْوُجُودِ وَأَنَّهُ مَا ثَمَّ غَيْرٌ وَكَذَلِكَ ابْنُ الْفَارِضِ فِي آخِرِ نَظْمِ السُّلُوكِ لَكِنْ لَمْ يُصَرِّحْ هَلْ يَقُولُ بِمِثْلِ قَوْلِ التِّلْمِسَانِيِّ أَوْ قَوْلِ الرُّومِيِّ أَوْ قَوْلِ ابْنِ عَرَبِيٍّ؟ وَهُوَ إلَى كَلَامِ التِّلْمِسَانِيِّ أَقْرَبُ لَكِنْ مَا رَأَيْت فِيهِمْ مَنْ كَفَرَ هَذَا الْكُفْرَ الَّذِي مَا كَفَرَهُ أَحَدٌ قَطُّ مِثْلَ التِّلْمِسَانِيِّ. [مجموع الفتاوى: 2/470-473]

ساتواں مسئلہ مراتب وجود کا ہے۔ یہاں ہماری مراد عمودی [vertical] مراتب ہیں کہ جنہیں وجودی تنزلات بھی کہتے ہیں۔ بعض نے عرضی مراتب بھی بیان کیے ہیں لیکن وہ ہمارا اس وقت موضوع نہیں ہے۔ فلاطینوس [205-270ھ] کے نزدیک یہ مراتب چار ہیں کہ جنہیں اس نے واحد، عقل، نفس اور مادہ کا نام دیا ہے۔ واحد سے عقل، عقل سے نفس اور نفس سے مادہ کا ظہور ہوا۔ [تاسوعات أفلوطين، فرفوريوس الصوري، تعريب عن الأصل اليوناني للدكتور فريد جبر، مراجعة الدكتور جيرار جهامي والدكتور سميح دغيم، مكتبة لبنان، بيروت،

1997ء، ص 436-437، 457-459؛ الفلسفة اليونانية مقدمات ومذاهب، بيصار، محمد عبد الرحمن، شيخ الأزهر، الدكتور، بيروت، المنشورات العربية، 1973ء، ص 155 -154]؛ المرتبة الأولى: الواحد أو الوجود الأول: وهو لا يشبه شيئاً من الموجودات، يتعذر وصفه بصفات إيجابية، ولكن يمكن وصفه بصفات سلبية، كأن يقال :إنه ليس حركة، وليس في مكان أو زمان وليس صفة، وليس ذاتاً، وغير ذلك من صفات السلوب. وهو واحد من جميع الوجوه، واحد في التصور الذهني، وواحد في الواقع، لا توجد فيه كثرة بأي اعتبار، والتركيب لا يتطرق إليه بأي وجه من الوجوه، لذا فهو بسيط كل البساطة وهو واحد في الذات وحدة مطلقة. ولكونه واحد فلا يقال عنه: عقل ولا معقول، لأننا إذ وصفناه عقلاً يجب أن نتصور في دائرته ومرتبته معقولاً معه. كما لا يوصف بأنه جوهر ولا بأنه عرض لأنهما من الأمور النسبية. وقد وصف أفلوطين الأول بأنه خير لا على أن معنى الخيرية وصف قائم به، بل على معنى أن الخير هو عين ذاته، وذاته وخيريته شيء واحد. ومبالغة أفلوطين في نفي الكثرة عن الأول جعلته يلتزم القول بأن صدور العالم عنه يكون بالطبع، لا بالإرادة، لأن إضافة الإرادة له في نشأة العالم تستلزم مراداً، وهذا يقتضي تكثراً في التصور على الأقل والفرض أنه واحد من كل وجه. إنّه لا يتعين ولا يتنوع لبساطته، ولما كان هو مبدأ الوجود كله فإنّه يحوي كل ما فيه من أشياء بالقوة، دون أن يصير هو واحداً متعيناً، إلا أنه فياض، وعن فيضه يوجد العقل. فالواحد الأول (الله) ليس خالقاً ولا صانعاً عند أفلوطين، لكن الموجودات تفيض عنه دون أن يعلمها أو يعنى بها، والعالم المادي صادر عن النفس الكلية وهي علة نظامه وحركاته، وغاية الإنسان الفناء في الله على ما يقرب من عقيدة الهنود. المرتبة الثانية: العقل: صدر العقل مباشرة عن الأول وهو في المرتبة الثانية بعده، ووحدة الأول من كل وجه تتكثّر في العقل الآن بالاعتبار، لأنّ مقتضى كونه عقلاً يستلزم معقولا أي يستلزم موضوعاً للتعقل، فهنا اثنينية في التصور حدثت بعد "وحدة"مطلقة كانت للأول. وقد صدر العقل عن الأول لا في وقت وزمن، وصدوره عنه مباشرة لا يقلّل من جوهره ولا يسبّب له ضعفاً ولا نقصاً، وصدوره عن الأول بالطبع لا بالإرادة والاختيار. ولما يوجد بينه وبين الواحد من شبه فإنّ قوته تفيض شيئاً غيره، وهو النفس الكلية. المرتبة الثالثة: النفس الكلية: -وهي في المرتبة التالية للعقل، وهي آخر الموجودات في عالم المجردات عنده، وبها تتحقق الصلة والرابطة بين العالم المحسوس والعالم غير المحسوس أو العالم الإلهي، وهي مشغولة بتأمل الأول (الواحد) كمصدر أو علة لها، وبتدبير الثاني (العقل) كامتداد لتأملها الأول، وتفيض هذه النفس فتصدر عنها نفوس الكواكب ونفوس البشر ونفوس الأجسام. وهي في جملتها لها قوة التدبير والإيجاد فيما تحتها نيابة عن "العقل" فوقها فالعقل موكل من الأول بدوره في الإيجاد لما تحته والتأثير فيه، ولأنها نائبة فقط في إيجاد هذا العالم المحسوس وتدبيره فرض أفلوطين على هذا العالم الشكر "للعقل" دونها على نعمة الوجود. وأمّا النفس الإنسانية: فإنّها إحدى النفوس الجزئية المنبثقة عن النفس الكلية والموزعة على الكائنات الموجودة فيما أسماه أفلوطين ب "الطبيعة" أي العالم المادي وهذه النفوس الجزئية هي أدنى مراتب العالم الروحاني أو عالم العقل. المرتبة الرابعة: المادة: المادة تأتي في آخر مراتب الوجود، وهي أصل هذا العالم المشاهد، وهو ما تحت النفس الكلية، ووجوده كشعاع لها فقط، إذ المادة التي هي أصله تحد من الحقيقة فيه، لأنها نقص، بينما العالم المجرد أو العالم المعنوي كله حقائق محضة فهذا العالم ليست له حقيقة ذاتية، وبالتالي ليس له كمال ذاتي، وما فيه من حقيقة أو كمال صورة لعالم المجردات أو شعاع لضوئه. ويرى أفلوطين أنّ وحدة الوجود بين أجزاء العالم ومراتبه المختلفة تتم بالتعقل الذي يرد الكثرة إلى الوحدة، والمتعدد إلى الواحد، وما دامت وحدة العالم تتم بالتأمل والفكر فإن الوجود الحقيقي للأشياء لا يكون شيئاً سوى هذا التأمل. وعلى هذا فإن أفلوطين يقرر بأن الموجود الأدنى "الطبيعة" إنما يحصل على صورة الأعلى (النفس) بتأمله له فيتحد به، وهكذا يكون ما بين النفس والعقل ثم ما بين العقل والواحد المطلق الذي لا توجد فيه كثرة ما. وهكذا: تتكون من الأول، والعقل، والنفس الكلية، والمادة سلسلة الموجودات كلها عند أفلوطين.

وبصدور العقل عن الأول، وصدور النفس الكلية عن العقل، واتصال النفس الكلية بالعالم المحسوس، وصدور المادة التي هي أصل العالم المحسوس عن هذه النفس الكلية يصور أفلوطين وحدة الوجود عنده، كما يصور بها نشأة الكثرة المطلقة عن الواحد من كل وجه. [صالح حسين الرقب، الدكتور، دراسة في الفلسفة اليونانية والإسلامية، المكتبة الشاملة، ص 57-60] اس موضوع پر فلاطینوس [205-270ء] کے خیالات کو اس کے شاگرد فرفوریوس [234-305ء] نے "التاسوعات" [Enneads] کے نام سے مرتب کیا ہے۔ فلاطینوس کا عربی نام افلوطین [Plotinus] ہے جبکہ فرفریوس کو انگریزی میں پورفیری [Porphyry] کہتے ہیں۔

ابن عربی کے نزدیک یہ تین ہیں؛ عالم غیب، عالم خیال اور عالم حس۔ اصل عالم دو ہیں یعنی عالم غیب اور عالم حس جبکہ عالم خیال ان دونوں کے مابین برزخ ہے اور ان دونوں سے زیادہ وسیع ہے اور اسے ہی عالم امکان بھی کہتے ہیں گویا کہ امکان، وجود مطلق اور عدم مطلق کے مابین واسطہ ہے۔ فنقول إن العالم عالمان والحضرة حضرتان وإن كان قد تولد بينهما حضرة ثالثة من مجموعهما فالحضرة الواحدة حضرة الغيب ولها عالم يقال له عالم الغيب والحضرة الثانية هي حضرة الحس والشهادة ويقال لعالمها عالم الشهادة ومدرك هذا العالم بالبصر۔ ومدرك عالم الغيب بالبصيرة والمتولد من اجتماعهما حضرة وعالم فالحضرة حضرة الخيال والعالم عالم الخيال وهو ظهور المعاني في القوالب المحسوسة كالعلم في صورة اللبن والثبات في الدين في صورة القيد والإسلام في صورة العمد والايمان في صورة العروة وجبريل في صورة دحية الكلبي وفي صورة الأعرابي وتمثل لمريم في صورة بشر سوى. [ابن عربي، محي الدين محمد بن علي بن محمد، الفتوحات المكية، طبعة القاهرة، مصر، 42/3]؛ فإن قلت وما عالم الملكوت قلنا عالم المعاني والغيب والارتقاء إليه من عالم الملك. فإن قلت وما عالم الملك قلنا عالم الشهادة والحرف وبينهما عالم البرزخ. فإن قلت وما عالم البرزخ قلنا عالم الخيال ويسميه بعض أهل الطريق عالم الجبروت وهكذا هو عندي. [الفتوحات المكية: 129/2]

صدر الدین القونوی [606-673ھ] کا کہنا ہے کہ یہ مراتب پانچ ہیں یعنی عالم غیب مطلق، عالم ارواح/ جبروت، عالم انسان کامل، عالم مثال/ ملکوت اور عالم مادہ/ناسوت۔ [الكتب الإلهيّة الكليّة خمسة على عدد الحضرات الأول الأصليّة. فأوّلها الحضرة الغيبيّة العلميّة النوريّة المحيطة بكلّ ما ظهر، ولها المعانى المجرّدة والنسب الأسمائيّة العلميّة. وتقابلها حضرة الظهور والشهادة، ولها ظاهر الوجود الكونى المسّمى بالكتاب الكبير وسائر التشّخصات الصوريّة. وحضرة الجمع والوجود والإخفاء والإعلان، ولها الوسط، وصاحبها الإنسان وعن يمين هذه الحضرة الوسطى حضرة بينها وبين الغيب المتقدّم، نسبتها إليه أقوى وأتمّ، وكتابها عالم الأرواح واللوح المحفوظ المصون الملحوظ. وعن يسارها حضرة نسبتها إلى الاسم الظاهر -مرتبة الشّهادة- أقرب، وهي مستوى الصحف المنزلة على الأنبياء والكتب. [القونوى صدر الدين محمد، إعجاز البيان فى تفسير أم القرآن، مركز انتشارات دفتر تبليغات إسلامى، مدينة قم، 1381 ه، ص 10-11]

داود القیصری [751ھ] کے مطابق "حضرات" یا "تنزلات" پانچ ہیں کہ جنہیں وہ بالترتیب عالم غیب مطلق، عالم جبروت، عالم ملکوت، عالم ملک اور عالم انسان کامل کا نام دیتے ہیں۔ [اعلم أن أول ما تجلّى الحق سبحانه لنفسه، وأظهر فى وجوده الذى هو الهيولى الكلية المسمّاة بالنفس الرحمانى هو الصورة العقلية المتشعبة منها صورة النفس الكلية كما قال-عليه السلام-: «أول ما خلق الله العقل.» ثم تشعب منها صور العقول والنفوس المجردة والطبيعة الأصلية ثم صور النفوس المنطبعة والهيولى الكلية التى للأجسام النورية المثالية والعنصرية، ثم صورتا العرش والكرسى، ثم صور الأجسام العنصرية السماوية وغيرها. ثم صور المركبات من المعادن والنباتات والحيوانات إلى أن انتهت الحركة الوجودية إلى الإنسان فهو آخر مراتب التنزلات، ثم شرع يترقى ما تنزل فى المراتب الوجودية منه وفيه؛ متدرجا سالكا على المراتب الوجودية، إلى أن يترقى ويصل إلى المبدا الأول وعلة العلل الذي منه بدء أولا. فأول العوالم

فی الوجود الخارجی هو عالم العقول والنفوس المجردة المسماة بعالم الجبروت، ثم عالم المثال المطلق الذي لكل من الموجودات المجردة وغير المجردة فيه صور مثالية مدركة بالحواس الباطنة، ويسمى بعالم الملكوت، ثم عالم الملك الذي هو العرش والكرسی، والسماوات والعناصر، وما يتركب منها. وهذه العوالم الثلاثة صور ما فی العلم الإلهی من الأعيان الثابتة المسماة بالماهيات الممكنة، والحقائق وأمثالها، وهي عالم الغيب المطلق لاشتماله على غيوب كل ما فی العالم. والإنسان وإن كان من حيث صورته الظاهرة من عالم الملك لكن لجامعيته وكونه مشتملا على كل ما فی العالم الخارجی فهو عالم آخر برأسه، فصارت العوالم الكلية والحضرات الأصلية خمسا: عالم الأعيان الثابتة وهي عالم الغيب المطلق، وعالم الجبروت، وعالم الملكوت، وعالم الملك، وعالم الإنسان الكامل. وهذا العقل الأول المشار إليه هو الروح المحمدی «صلوات الله وسلامه عليه وآله» كما أشار إليه بقوله: «أول ما خلق الله نوري». وفی رواية «...روحی» وذلك باعتبار اتصاف روحه بالكلية، وارتفاع التقيد الموجب للجزئية الحاكم بينهما بالاثنينيّة. وأما باعتبار التعلق بالصورة البشرية، والهيئة الناسوتية، والمغايرة بينهما كالتغاير بين الكلی وجزئية؛ لا كالتغاير بين الحقيقتين المختلفتين كما ظن المحجوبون ممن لا يعلم الحكمة المتعالية. فإنهم ظنوا أن كلا من العقول المسماة عند الطائفة بالأرواح المجردة حقيقة نوعية مباينة لما سواها، وينحصر نوعها فی شخصها. وهذا الكلام وإن كان له وجه، وهو أن الكلی الحقيقی إذا انضم بصفة كلية يصير نوعا من الأنواع لكن ذلك لا يجعل الحقيقة الكلية مباينة بالكلية عن غيرها الذي هو أفرادها. وإن نسبة الروح الكلی المسمى بالعقل الأول إلى باقی الأرواح الفلكية والحيوانية والإنسانية، عند من انكشف الغطاء عن بصره، وارتفع الحجاب عن بصيرته كنسبة الجنس إلى أنواعه وأشخاصها فلا مباينة بينهما بالكلية. فان قلت: النفوس الناطقة المتعلقة بالأبدان هی المسماة بالأرواح الإنسانية المدبرات لابدانها وهي مباينة بالحقيقة للعقول المجردة. وغاية ما ذكرتم أن العقول المجردة ليست متباينة بالكلية لكون العقل الأول كالجنس لها. قلنا: النفس الكلية التی هذه النفوس الناطقة جزئياتها ليست مباينة بالحقيقة للعقل الكلی المسمى بالروح الكلی، بل المباينة بينهما باعتبار التعلق واللاتعلق والصفتان الخارجتان عن حقيقة الشیء لا يوجبان المغايرة والمباينة بالحقيقة، كما أن الذكورة والأنوثة فی الإنسان وباقی الحيوانات لا توجب أن يكون لكل من موصوفها حقيقة مغايرة للآخر. وفی الحقيقة العقل الأول هو آدم الحقيقی والنفس الكلية هی حوّا الحقيقية، والعقول والنفوس الناتجة منهما أولادهما لا غير. وآدم أبو البشر وحوا صورتا ما فی عالم العقول والنفوس المجردة المسمى بعالم الجبروت فی عالم الملك والشهادة المطلقة، كما أن لكل ما فی العالمين صورة فی العالم المثالی، كما سنبينه إن‌شاءالله تعالى. ومن هذا يعلم ان الروح والقلب والنفس المدبرة للبدن الإنسانی شیء واحد يختلف أسماؤها باختلاف صفاته فان عرفت قدر ما سمعت فقد أوتيت الحكمة «ومن يؤت الحكمة فقد أوتي خيرا كثيرا» والله الهادی. [القيصري، داؤد بن محمود، رسائل قيصري، مؤسسة پژهوشی حكمت وفلسفة، إيران، الطبعة الثانية، 1381ھ، ص 14-17]

عبد الكريم الجيلی [767-826ھ] نے ان کی تعداد چالیس بیان کی ہے۔ ومراتب الوجود أربعة: عيني وذهني ورقمي ولفظي. [الفتوحات المكية: 46/8؛ الجيلي، عبد الكريم بن إبراهيم، مراتب الوجود وحقيقة كل موجود، مكتبة القاهرة، مصر، 1999ء، ص 15]؛ الجیلی کے بیان کردہ مراتب میں غیب مطلق، وجود مطلق، واحدیت، ظہور صرف، وجود ساری، ربوبیت، مالکیت، اسماء وصفات نفسیہ، حضرت اسماء جلالیہ، حضرت اسماء جمالیہ، حضرت اسماء فعلیہ، عالم امکان، عقل اول، روح اعظم، عرش، کرسی، عالم ارواح علوی، طبیعت مجردہ، ہیولی، ہباء، جوہر فرد، مرکبات، فلک اطلس، فلک جوزاء، فلک افلاک، سماء زحل، سماء مشتری، سماء مریخ، سماء شمس، سماء زہرہ، سماء عطارد، سماء قمر، فلک اثیر، فلک ماثور، فلک مستاثر، فلک متاثر، معدن، نباتات، حیوان اور انسان ہیں۔ الجیلی نے ان مراتب کو تنزلات بھی کہا ہے اور یہ بات درست ہے کہ وجودیوں

کے نزدیک حضرات اور مراتب ایک پہلو سے تنزلات ہی ہیں۔ [مراتب الوجود وحقیقة کل موجود: ص 15-53]
ملا عبد الرحمن جامی [817-898ھ] کے نزدیک یہ مراتب تین ہیں؛ احدیت، واحدیت اور ربوبیت۔ فإن حقیقة الذات غیر مضبوط لأنها من حیث هي کذلك لا وصف له، ولا اسم، ولا رسم فهي في العماء کما جاء في الحدیث إذ لا یمکن معرفتها بوجه من الوجوه ما لم تتعین بصفة وأول التعیینات علمها بذاتها فهذه الصفة تنزلها من الحضرة الأحدیة الذاتیة التي لا نعت لها إلی الحضرة الواحدیة والصفات وتسمی الحضرة الإلهیة...فحضرة الربوبیة متأخرة علی الحضرة الإلهیة تأخرها مثل تأخرها عن حضرة الذات. [الجامي، الملا عبد الرحمن، رسالة وحدة الوجود [رسائل صوفیة مخطوطة]، تحقیق سعید عبد الفتاح، دار الکتب العلمیة، 2007ء، ص 425-426]؛ وإذا تحققت یا أیها السالك بتحقیق وحدة الوجود علی التفصیل المذکور في الحضرات الثلاث: الأحدیة، والواحدیة، والربوبیة. [رسالة وحدة الوجود: ص 430]
مراتب وجود کی اس تقسیم کی کوئی عقلی ونقلی دلیل موجود نہیں ہے بلکہ جو کچھ وجودیوں کا کشف ہے، اس میں بھی ان کا بہت کچھ اختلاف منقول ہے۔ "تنزلات ستہ" یا "مراتب سبعہ" جس طرح وجودی مکتب فکر میں آج عام ہیں، ہمیں ان کا سراغ بھی ابن عربی کے ہاں نہیں ملتا۔ پچھلے کچھ عرصہ میں وجود باری تعالی کے بارے ابن عربی، صدر الدین قونوی، ابن سبعین، ابن الفارض، تلمسانی، داود قیصری، عبد الکریم الجیلی، ملا عبد الرحمن الجامی اور عبد الغنی النابلسی۔ وغیرہ کی کتب اور رسائل کے مطالعہ کا موقع ملا ہے۔ ہماری عاجزانہ رائے میں وحدت الوجود کے موید معاصر محققین کا اس مکتب فکر پر بہت بڑا احسان ہو گا کہ اگر ایک مقالہ تاویل اس بات پر تیار کر دیں کہ یہ سبھی ایک ہی بات کر رہے ہیں۔ امر واقعی میں مراتب وجود چار ہیں جیسا کہ ان کی طرف قرآن مجید کی پہلی وحی میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اور یہ مراتب خارجی، ذہنی، رسمی اور لفظی وجود کے ہیں۔ [مجموع الفتاوی: 2/469-470]
چھٹا مسئلہ "معدوم "کے حالت عدم میں ثبوت کا ہے۔ وجودیوں کا معتزلہ اور روافض کی طرح یہ دعوی ہے کہ معدوم کی حالت عدم میں بھی حقیقت، ماہیت، عین اور ذات ثابت ہوتی ہے جبکہ وہ وجود کی صفت سے متصف نہ بھی ہو۔ معدومات ازلی ہیں اور ان کا مصدر وجود مطلق یعنی واجب الوجود نہیں بلکہ عدم مطلق ہے جو کہ شر محض ہے۔ الولایة البشریة قوله تعالی إِنْ تَنْصُرُوا اللہ وقوله أمرا کُونُوا أَنْصارَ اللہ فعلمنا أنه لو لم یکن ثم مقابل لوجود الحق ولوجوب وجوده یطلبنا ذلك المقابل بالنصر لنکون في قبضته وملکه علی وجود الحق ما قال اللہ لنا کُونُوا أَنْصارَ اللہ علی هذا المقابل المنازع وهذه تعرف بالمقابلة المعقولة ولما کان الحق تعالی له صفة الوجود وصفة وجوب الوجود النفسي وکان المقابل یقال له العدم المطلق وله صفة یسمی بها المحال فلا یقبل الوجود أبدا لهذه الصفة فلا حظ له في الوجود کما لا حظ للوجوب الوجود النفسي في العدم ولما کان الأمر هکذا کنا نحن في مرتبة الوسط نقبل الوجود لذاتنا ونقبل العدم لذاتنا ونحن لما نقبل علیه فیحکم فینا بما یعطیه حقیقته ونکون ملکا له ویظهر سلطانه فینا فصار العدم المحال یطلبنا أن نکون ملکا له وصار الحق الواجب الوجود لنفسه یطلبنا لنکون ملکه ویظهر فینا سلطانه ونحن علی حقیقة نقبل بها الوصفین ونحن إلی العدم أقرب نسبة منا إلی الوجود فإنا معدومون ولکن غیر موصوفین بالمحال لکن نعتنا في ذلك العدم الإمکان وهو أنه لیس في قوتنا أن ندفع عن نفوسنا الوجود ولا العدم لکن لنا أعیان ثابتة متمیزة علیها یقع الخطاب من الطرفین فیقول العدم لنا کونوا علی ما أنتم علیه من العدم لأنه لیس لکم أن تکونوا في مرتبتي ویقول الحق لکل عین من أعیان الممکنات کن فیأمره بالوجود فیقول الممکن نحن في العدم قد عرفناه وذقناه وقد جاءنا أمر الواجب الوجود بالوجود وما نعرفه وما لنا فیه قدم فتعالوا ننصره علی هذا المحال العدمي لنعلم ما هذا الوجود ذوقا فکانوا عند قوله کن فلما حصلوا في قبضته لم یرجعوا بعد ذلك إلی العدم أصلا

لحلاوة لذة الوجود وحمدوا رأيهم ورأوا بركة نصرهم الله على العدم المحال. [الفتوحات المكية: 248/2]؛ إنما هو بما حصل في الوجود لا بالنظر الآخر المنسوب إلى جانب الحق ثم أصل هذا الأمر كله إنما هو من جانب وجود واجب الوجود لذاته وهو الخير المحض الذي لا شر فيه ومن جانب العدم المطلق الذي في مقابلة الوجود المطلق وهذا العدم هو الشر المحض الذي لا خير فيه فما ظهر من شر في العالم فهذا أصله لأنه عدم الكمال أو عدم الملاءمة أو عدم حصول الغرض فهي نسب وما ظهر من خير فالوجود المطلق فاعله ولذلك قال قُلْ كُلٌّ من عِنْدِ الله وما هو موصوف بأنه عندك فليس هو عينك والإعدام والإيجاد بين إرادته سبحانه وقدرته ولهذا قلنا إن الخير فعل الحق ولم نقل في الشر فعلا وإنما قلنا إن ذلك العدم المطلق أصله. [الفتوحات المكية: 576/2]؛ والعجب من الأشاعرة كيف تنكر على من يقول إن المعدوم شيء في حال عدمه وله عين ثابتة ثم يطرأ على تلك العين الوجود وهي تثبت الأحوال اللهم منكر الأحوال لا يتمكن له هذا ثم إن هذا البرزخ الذي هوالممكن بين الوجود والعدم سبب نسبة الثبوت إليه مع نسبة العدم هو مقابلته للأمرين بذاته وذلك أن العدم المطلق قام للوجود المطلق كالمرآة فرأى الوجود فيه صورته فكانت تلك الصورة عين الممكن فلهذا كان للممكن عين ثابتة وشيئية في حال عدمه ولهذا خرج على صورة الوجود المطلق ولهذا أيضا اتصف بعدم التناهي فقيل فيه إنه لا يتناهى وكان أيضا الوجود المطلق كالمرآة للعدم المطلق فرأى العدم المطلق في مرآة الحق نفسه فكانت صورته التي رأى في هذه المرآة هو عين العدم الذي اتصف به هذا الممكن وهو موصوف بأنه لا يتناهى كما إن العدم المطلق لا يتناهى فاتصف الممكن بأنه معدوم فهو كالصورة الظاهرة بين الرائي والمرآة لا هي عين الرائي ولا غيره فالممكن ما هو من حيث ثبوته عين الحق ولا غيره ولا هو من حيث عدمه عين المحال ولا غيره فكأنه أمر إضافي ولهذا نزعت طائفة إلى نفي الممكن وقالت ما ثم إلا واجب أو محال ولم يتعقل لها الإمكان فالممكنات على ما قررناه أعيان ثابتة من تجلى الحق معدومة من تجلى العدم ومن هذه الحضرة علم الحق نفسه فعلم العالم وعلمه له بنفسه أزلا فإن التجلي أزلا وتعلق علمه بالعالم أزلا على ما يكون العالم عليه أبدا مما ليس حاله الوجود لا يزيد الحق به علما ولا يستفيد ولا رؤية تعالى الله عن الزيادة في نفسه والاستفادة. [الفتوحات المكية: 47/3-48]؛ وَهَذَا مُرَكَّبٌ مِنْ أَصْلَيْنِ: أَحَدُهُمَا: أَنَّ الْمَعْدُومَ شَيْءٌ ثَابِتٌ فِي الْعَدَمِ -كَمَا يَقُولُهُ كَثِيرٌ مِنْ الْمُعْتَزِلَةِ وَالرَّافِضَةِ -وَهُوَ مَذْهَبٌ بَاطِلٌ بِالْعَقْلِ الْمُوَافِقِ لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ. وَكَثِيرٌ مِنْ مُتَكَلِّمَةِ أَهْلِ الْإِثْبَاتِ -كَالْقَاضِي أَبِي بَكْرٍ -كَفَّرَ مَنْ يَقُولُ بِهَذَا. وَإِنَّمَا غَلِطَ هَؤُلَاءِ مِنْ حَيْثُ لَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ عِلْمِ اللَّهِ بِالْأَشْيَاءِ قَبْلَ كَوْنِهَا - وَأَنَّهَا مُثْبَتَةٌ عِنْدَهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ - وَبَيْنَ ثُبُوتِهَا فِي الْخَارِجِ عَنْ عِلْمِ اللَّهِ تَعَالَى فَإِنَّ مَذْهَبَ الْمُسْلِمِينَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ أَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى كَتَبَ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَهَا فَيُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْوُجُودِ الْعِلْمِيِّ وَبَيْنَ الْوُجُودِ الْعَيْنِيِّ الْخَارِجِيِّ. وَلِهَذَا كَانَ أَوَّلُ مَا نَزَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُورَةُ: {اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ} {خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ} {اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ} {الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ} {عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ} فَذَكَرَ الْمَرَاتِبَ الْأَرْبَعَ: وَهِيَ الْوُجُودُ الْعَيْنِيُّ الَّذِي خَلَقَهُ وَالْوُجُودُ الرَّسْمِيُّ الْمُطَابِقُ لِلَّفْظِيِّ الدَّالُّ عَلَى الْعِلْمِيِّ وَبَيَّنَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى عَلِمَهُ. وَلِهَذَا ذَكَرَ التَّعْلِيمَ بِالْقَلَمِ فَإِنَّهُ مُسْتَلْزِمٌ لِلْمَرَاتِبِ الثَّلَاثَةِ. وَهَذَا الْقَوْلُ -أَعْنِي قَوْلَ مَنْ يَقُولُ: إنَّ الْمَعْدُومَ شَيْءٌ ثَابِتٌ فِي نَفْسِهِ خَارِجٌ عَنْ عِلْمِ اللَّهِ تَعَالَى -وَإِنْ كَانَ بَاطِلًا وَدَلَالَتُهُ وَاضِحَةٌ لَكِنَّهُ قَدْ ابْتُدِعَ فِي الْإِسْلَامِ مِنْ نَحْوِ أَرْبَعِمِائَةِ سَنَةٍ وَابْنُ عَرَبِيٍّ وَافَقَ أَصْحَابَهُ وَهُوَ أَحَدُ أَصْلَيْ مَذْهَبِهِ الَّذِي فِي الْفُصُوصِ. [مجموع الفتاوى: 469/2-470]

"وجود مطلق" اور"عدم مطلق" کو قطبین قرار دے کر ان کے مابین "برزخ/ممکن" کو واسطہ قرار دینا وغیرہ لایعنی ابحاث ہیں کہ جن میں پڑنے سے اس امت کو منع کیا گیا تھا۔ فإن قلت وما عالم الملكوت قلنا عالم المعاني والغيب والارتقاء إليه من عالم الملك. فإن قلت وما عالم الملك قلنا عالم الشهادة والحرف وبينهما عالم البرزخ. فإن قلت وما عالم البرزخ قلنا عالم الخيال ويسميه بعض أهل الطريق عالم الجبروت وهكذا هو عندي. [الفتوحات المكية: 129/2]

روایتی دینی یا محدثانہ اور فقہی مزاج ان فلسفیانہ موشگافیوں کو اس لیے لایعنی نہیں کہہ رہا کہ وہ ذہنی پسماندگی کا شکار ہے اور یہ بحثیں اسکی ذہنی سطح سے بالاتر ہیں بلکہ اس لیے کہ فطرت سلیمہ کا تقاضا ہے۔ اور یہ مزاج کا تنوع ہے نہ کہ ذہنی سطح میں اختلاف۔ کتاب وسنت سے مناسبت اور ملازمت کی بنا پر جو مزاج سلیم پروان چڑھتا ہے، وہ بہت بڑا دماغ ہونے کے باوصف ایسی چیزوں کو ہضم نہیں کر پاتا کہ جو محض ذہنی عیاشی کی قبیل سے ہوں۔

ابن عربی سے لے کر نابلسی تک وحدت الوجود کے مکتب فکر کے ہر دوسرے علامہ نے وحدت الوجود کا انکار کرنے والوں کو ذہنی پسماندگی کا طعنہ دیا ہے جبکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام تفتازانی رحمہ اللہ وغیرہ جیسے ائمہ کے وجودیوں سے مناظرات اس بات کی دلیل ہیں کہ وجودیوں کے حذاق [ingenious] کے ہاں بھی وحدت الوجود کا نظریہ حافظے کے کاٹھ کباڑ سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اپنے مخالفین کو محض حافظ صاحب اور اپنے آپ کو حکیم سمجھنے کے زعم میں مبتلا فلسفیوں اور وجودیوں کی حکمت عالیہ کا پہلا اور آخری زینہ کیا حافظہ نہیں ہے؟ حافظے کے بغیر نہ تو ادراک ممکن ہے اور نہ ہی اظہار۔ روایتی دینی مزاج کو ذہنی پسماندگی کا طعنہ دینے والے اگر ”حرز الامانی“ اور ”فصوص الحکم“ کا تقابلی مطالعہ کر لیں تو جان لیں کہ ذہانت، حکمت اور بیان کیا ہوتا ہے؟

البتہ یہ بات درست ہے کہ فلسفی، وجودی، محدث اور فقیہ میں سے ہر ایک کا میدان فرق ہے اور ہر ایک نے اپنے میدان میں زندگی گزاری ہے، اس لیے ممکن ہے کہ ایک کو فوری طور دوسرے کی بات سمجھ نہ آئے۔ باکسر اگر پہلوان پر یہ طعن کرے کہ وہ تو نرا گوشت کا پہاڑ ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کا پہلوان سے اکھاڑے میں کبھی سامنا نہیں ہوا۔ حدیث کے مطابق لوگ مختلف مزاجوں پر پیدا کیے جاتے ہیں اور یہ مزاج ہی دراصل ان کی آزمائش اور امتحان ہوتے ہیں۔ تو فلسفیانہ مزاج پروردگار کی طرف سے نعمت سے زیادہ آزمائش تھی اور اس کے حاملین اس کے فتنہ ہونے کا ادراک نہ کر پائے۔ اور کتاب وسنت میں بیان شدہ نظریہ تخلیق اور قصہ آدم وحوا علیہما الصلاۃ والسلام کی روشنی میں انسان اور کائنات کی پیدائش اور تخلیق کے عمل کو ایک سادہ بیان قرار دے کر فلسفیانہ موشگافیوں اور کلامی کج بحثیوں میں پڑ گئے کہ ان کا مزاج خواص کا تھا لہذا انہیں خاص نظریہ چاہیے تھا نہ کہ خالص۔ اگر اللہ نے تخلیقی نوعیت کی ذہانت کی نعمت سے نوازا ہے تو اس کا شکر ادا کرنے کا کیا یہ طریقہ ہے کہ انسان نبی اور رسول سے بڑھ کر حکیم بننے کی کوشش کرے؟

آٹھواں مسئلہ وجود کے بارے علم کے مصدر کا ہے۔ وجودیوں کے ہاں وجود کے بارے علم کا ماخذ ان کا کشف ہے کہ وہ یہ مانتے ہیں کہ کتاب وسنت میں اس بارے تفصیلی رہنمائی اس طرح موجود نہیں ہے جیسے وہ بیان کر رہے ہیں بلکہ انہوں نے اس کا بھی اقرار کیا ہے کہ منقولات کے علاوہ معقولات سے بھی ان کے نقطہ نظر کی بنیادوں کی تصدیق ممکن نہیں ہے اور اس سب کچھ کی بنیاد ان کا کشف ہی ہے۔ فالأمر الإلهي يساوق الخلق الإيجادي في الوجود فعين قول كُنْ عين قبول الكائن للتكوين فَيَكُونُ فالفاء في قوله فَيَكُونُ جواب أمره كُنْ وهي فاء التعقيب وليس الجواب والتعقيب إلا في الرتبة كما يتوهم في الحق أنه لا يقول للشيء كن إلا إذا أراده ورأيت الموجودات يتأخر وجود بعضها عن بعض وكل موجود منها لا بد أن يكون مرادا بالوجود ولا يتكون إلا بالقول الإلهي على جهة الأمر فيتوهم الإنسان أو ذو القوة الوهمية أو أمر كثيرة لكل شيء كائن أمر إلهي لم يقله الحق إلا عند إرادته تكوين ذلك الشيء فبهذا الوهم عينه يتقدم الأمر الإيجاد أي الوجود لأن الخطاب الإلهي على لسان الرسول اقتضى۔ ذلك فلا بد من تصوره وإن كان الدليل العقلي لا يتصوره ولا يقول به ولكن الوهم يحضره ويصوره كما يصور المحال ويتوهمه صورة وجودية وإن كانت لا تقع في الوجود الحسي أبدا ولكن لها وقوع في الوهم وكذا هي مفصلة في الثبوت

الإمکانی فإن قوة الخیال ما عندها محال أصلا ولا تعرفه فلها إطلاق التصرف في الواجب الوجود والمحال وکل هذا عندها قابل بالذات إمکان التصور وهذه القوة وإن کان لها هذا الحکم فیمن خلقها فهي مخلوقة وهذا الحکم لها وصف ذاتي نفسي لا یکون لها وجود عین فیمن خلقت فیه إلا ولها هذا الحکم فإنه عین نفسها وما حازها إلا هذا النشء الإنساني وبها یرتب الإنسان الأعیان الثبوتیة في حال عدمها کأنها موجودة وکذلك هي لأن لها وجودا متخیلا في الخیال ولذلك الوجود الخیالي یقول الحق له کن في الوجود العیني فیکون السامع هذا الأمر الإلهي وجودا عینیا یدرکه الحس أي یتعلق به في الوجود المحسوس الحس کما تعلق به الخیال في الوجود الخیالي وهنا حارت الألباب هل الموصوف بالوجود المدرك بهذه الإدراکات العین الثابتة انتقلت من حال العدم إلی حال الوجود أو حکمها تعلق تعلقا ظهوریا بعین الوجود الحق تعلق صورة المرئي في المرآة وهي في حال عدمها کما هي ثابتة منعوتة بتلك الصفة فتدرك أعیان الممکنات بعضها بعضا في عین مرآة وجود الحق والأعیان الثابتة علی ترتیبها الواقع عندنا في الإدراك هي علی ما هي علیه من العدم أو یکون الحق الوجودي ظاهرا في تلك الأعیان وهي له مظاهر فیدرك بعضها بعضا عند ظهور الحق فیها فیقال قد استفادت الوجود ولیس إلا ظهور الحق وهو أقرب إلی ما هو الأمر علیه من وجه والآخر أقرب من وجه آخر وهو أن یکون الحق محل ظهور أحکام الممکنات غیر أنها في الحکمین معدومة العین ثابتة في حضرة الثبوت ویکشف المکاشف هذین الوجهین وهو الکشف الکامل وبعضهم لا یکشف من ذلك إلا الوجه الواحد کان ما کان فنطق صاحب کل کشف بحسب ما کشف ولیس هذا الحکم إلا لأهل هذا الطریق وأما غیرهم فإنهم علی قسمین طائفة تقول لا عین لممکن في حال العدم وإنما یکون له عین إذا أوجده الحق وهم الأشاعرة ومن قال بقولهم وطائفة تقول إن لها أعیانا ثبوتیة هي التي توجد بعد أن لم تکن وما لا یمکن وجوده کالمحال فلا عین له ثابتة وهم المعتزلة والمحققون من أهل الله یثبتون بثبوت الأشیاء أعیانا ثابتة ولها أحکام ثبوتیة أیضا بها یظهر کل واحد منها في الوجود علی حد ما قلناه من أن تکون مظهرا أو یکون له الحکم في عین الوجود الحق فهذا یعطیه حضرة الخلق والأمر أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ کما له الْأَمْرُ من قَبْلُ ومن بَعْدُ والله یَقُولُ الْحَقَّ وهُوَ یَهْدِي السَّبِیلَ. [الفتوحات المکیة: 4/210-211]۔ وجود کے بارے اعیان، مراتب، حضرات، تنزلات وغیرہ کی بنیادوں پر مبنی اس بحث کو حق مان لینے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ کسی نبی یا رسول کو وہ معرفت حاصل نہیں تھی جو فلاطینوس، شنکر اچاریہ [788-820ء] اور ابن عربی کو حاصل ہوئی۔ یہ بھی عجب تثلیث [Unholy Trinity] ہے کہ تینوں نے ہی تثلیث [Trinity] کا اثبات کیا ہے اور تینوں نے ہی خدا کے وجود کے بارے معمولی فرق کے ساتھ ایک ہی تصور پیش کیا ہے۔ فلاطینوس عیسائی صوفی، شنکر اچاریہ ہندو صوفی جبکہ ابن عربی مسلم صوفی تھا اور تینوں ہی زاہد اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے والے تھے۔

نواں مسئلہ وجود کے علم کا ہے۔ آگ کا خارجی وجود ہی اس کی ماہیت ہے۔ صورت ذہنی اور خارجی حقیقت دونوں پر ماہیت کے لفظ کا إطلاق درست ہے اگرچہ خارجی حقیقت کے فعلی اثرات ذہن میں منتقل نہیں ہوتے۔ "وجود العلم" اور "علم الوجود" کا موضوع ایک مستقل اور مفصل تحریر کا متقاضی ہے۔ مسلم علمیات (epistemology) کا یہ کم المیہ ہے کہ علم کی 55 تعریفات نقل کر دی ہیں اور پھر ہر ایک تعریف پر اعتراضات بھی قائم کر دیے ہیں۔ [علي بن محمد بن علي الزین الشریف الجرجاني، کتاب التعریفات، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی، 1403هـ -1983م، ص 155-156؛ إرشاد الفحول إلی تحقیق الحق من علم الأصول، محمد بن علي بن محمد بن عبد الله الشوکاني الیمني، دار الکتاب العربي، بیروت، الطبعة الأولی، 1419هـ -1999م، 1/20-22]۔ ہم یہ پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ جب آپ منطقی اصول وضوابط کی سان پر سنار کی ٹھوکا ٹھاکی کی طرح جامع مانع تعریف تیار کرنے کی کوشش کریں گے تو اس کا یہی نتیجہ نکلے گا کہ علم کی پانچ

درجن تعریفات آپ کے ہاتھ آ جائیں گی اور اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ یہی جانے میں گزار دیں گے کہ علم کی تعریف کیا ہے؟ تو علم کیا خاک حاصل کریں گے؟ اور اگر تعریف نہ جاننے کے باوجود علم کے حصول کا دعوی ہے تو پھر تحصیل حاصل میں کیوں وقت برباد کر رہے ہیں؟ آپ علم کی تعریف"ادراک" یا "اعتقاد جازم" یا "حصول صورت" یا "انکشاف تام" وغیرہ سے کریں گے تو خود یہ الفاظ محتاج تعریف ہوں گے۔ پھر ان الفاظ کی تعریف میں اگر کوئی مشکل لفظ آگیا تو اس کی تعریف کی احتیاج ہو گی۔ ہمارے ہاں "کتاب التعریفات" انہی اصولوں پر قائم ہیں۔ ذرا زیادہ گہرائی میں جائیں گے تو لفظ تعریف کی تعریفات میں گم ہو جائیں گے حالانکہ اس بارےکسی منطقی غور وخوض کی بجائے علم کی شرعی اور عرفی تعریف ہی کافی تھی۔

باقی رہا"تصور شیء" (conciousness) کا "نفس شیء" (object) سے یکساں (identical) ہو جانا تو یکساں ہونے کے دو معانی ہیں؛ ایک یہ کہ تصور شیء، نفس شیء کے متوازی (parallel) ہو جائے تو اس معنی میں یہ درست ہے کہ اس کا مقصود تصور شیء اور نفس شیء کی مطابقت نہیں بلکہ تصور شیء کا نفس شیء پر ایسا حکم لگانا ہے کہ جس سے وہ اس شیء کو دوسری اشیاء سے ممیز کر سکے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تصور شیء، نفس شیء کے مطابق ہو جائے تو یہ ایک مغالطہ ہے کہ جس کا فلاسفہ شکار ہیں اور اپنے قوت استدلال یا قوت بیان سے دوسروں کو بھی اس وہم کی اہمیت کے شبہے میں ڈال دیا۔ آگ اگر اپنی حرارت کی خاصیت اور پہاڑ اپنے بوجھل پن کی صفت کے ساتھ ذہن میں منتقل ہو جائے گا تو ان کا ذہن باقی رہ سکےگا کیا؟ یہ لوگ علم کے نام پر اپنے لیے اذیت کا مطالبہ کر رہے ہیں اور ان کے قول کی حقیقت یہ ہے کہ علم اور وجود کو ایک کرنا چاہتے ہیں۔ جب وہ ایک ہو جائے گا تو وہ وجود ہی وجود ہو گا، خارج میں بھی اور ذہن میں بھی، تو علم کہاں ہے؟ اسی طرح اس مطابقت سےفلسفی کے ہاں شیء کی حقیقت کا علم تو مکمل ہو جائے گا لیکن ایک وجود بڑھ جائے گا بلکہ خارجی وجود عبث قرار پائے گا کہ وجود اور علم ایک ہی مقام پر یعنی شعور انسانی میں ہی مطابق ہو گئے تو خارجی وجود کی ضرورت نہ رہی۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ شیء کی جو بھی صفات یا عوارض ہوں، وہ ذہن میں منتقل ہو جاتے ہیں، علمی اعتبار سے نہ کہ وجودی پہلو سے۔ یہ بھی تو شعور نے ہی بتلایا ہے کہ تصور شیء، نفس شیء سے مطابق نہیں ہوا تو علم تو حاصل ہو گیا ہے۔ اور اب وجود کے پیچھے پڑنا کہ وہ بھی تصور میں اس طرح حاصل ہو جائے جیسے کہ خارج میں موجود ہے اور اس کا نام حقیقت کا علم رکھ چھوڑنا بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟ زید اور بکر اپنی ماہیت یعنی حیوان ناطق ہونے کے اعتبار سے تو ایک ہیں، ان میں فرق تو ان کے عوارض نے پیدا کیا ہے۔ زید اور بکر کی ماہیت کے علم سے جنس کا علم حاصل ہو گا جو کہ کلیات اور تصورات سے زائد نہ ہو گا جبکہ ایسا علم جو زید اور بکر میں فرق کر سکے یعنی جزئیات اور خارجی وجود کا علم تو وہ اس طریقے سے حاصل ہونے والا نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ علاوہ ازیں اسم ، فعل اورحرف تینوں کے تصور شیء اور خارجی وجود میں تعلق کی نوعیت فرق ہے۔

وجود العلم کے تین مراتب ہیں یعنی علمی، رسمی اور لفظی جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں جبکہ علم الوجود یہی ہے کہ ایک شیء کی اس قدر معرفت حاصل ہو جائے کہ اس کے غیر سے تمیز ہو سکے ۔ رہا تصور شیء کا نفس شیء کے مطابق ہو جانا تو یہ ناممکن ہے کہ نفس شیء یا شیء کی حقیقت یا شیء کے جوہر، جمیع عوارض ولوازمات کا علم اللہ کے علاوہ کسی کوحاصل ہو ہی نہیں سکتا ہے ۔ اسی لیے تو خالق نے یہ اعلان کیا ہے کہ مخلوق اس کے علم میں سے بس اسی کا احاطہ کر سکتی ہے کہ جو وہ چاہے۔ آگ کا خارجی وجود ہی اس کی ماہیت ہے۔ صورت ذہنی اور خارجی حقیقت دونوں پر ماہیت کے لفظ کا اطلاق درست ہے اگرچہ خارجی حقیقت کے فعلی اثرات ذہن میں منتقل نہیں ہوتے۔ پس پورے وثوق سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ فلسفیوں،

عرفانیوں اور متکلمین نےان سوالات کے جواب دینے کی عقلی کوششوں میں امت مسلمہ پر وہ بوجھ لادنے کی کوشش کی ہے کہ جن کے اتارنے کی دعا ہمیں سکھائی گئی تھی: ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا﴾ (البقرة: 286)

دسواں مسئلہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں فرق کا ہے۔ پہلا نظریہ اتحاد وشرک ہے جبکہ دوسرے پر یہ حکم لگانا مشکل ہے، البتہ وہ بدعت ضرور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ نے مخلوق کے وجود کی اصل اعیان ثابتہ کی بجائے اعدام متقابلہ کو بنایا ہے جو کہ أسماء وصفات باری تعالی کے متقابل ہیں لہذا مخلوق کی اصل خدا کے وجود سے باہر ہو گئی۔ شیخ ابن عربی کے نزدیک مخلوق کے وجود کی اصل اعیان ثابتہ ہیں جو علم الہی میں تمیز کی صورت میں حاصل ہوتے ہیں لہذا اصل کے اعتبار سے علم الہی ہی ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کے نزدیک أسماء وصفات کا عکس، ان کا عین نہیں ہے جیسا کہ انسان کا عکس بہر حال انسان نہیں ہے جبکہ شیخ ابن عربی کے نزدیک أسماء وصفات کا عکس ان کا عین ہے۔ واضح رہے کہ اعیان ثابتہ، عین ثابت کی جمع ہے کہ جس کا معنی ہے کہ خدا کے خیال یا علم میں موجود ہر مخلوق کی صورت یا شبیہ۔ اور اعدام متقابلہ، عدم متقابل کی جمع ہے کہ جس کا معنی ہے کہ ذات کی ہر صفت کا ایک متقابل ہے جیسا کہ وجود کا عدم، علم کا جہل اور قدرت کا عجز وغیرہ ہے۔ اب آسان الفاظ میں اس کو یوں سمجھیں کہ شیخ ابن عربی کے نزدیک ذات بحت تھی اور کچھ نہ تھا اور اسے وجودی مرتبہ احدیت کہتے ہیں۔ تو پھر وہ اپنی طرف متوجہ ہوئی تو اسے احساس ہوا کہ اس کے علاوہ بھی کچھ موجود ہے اور وہ اسی کے أسماء وصفات ہیں تو اسے وجودیوں کے ہاں مرتبہ وحدت کہتے ہیں۔ اس کے بعد اس مرتبہ علم میں تمیز پیدا ہوا کہ تمام مخلوقات کے اعیان ثابتہ، علم الہی میں متمیز ہو گئے تو اسے وہ مرتبہ وحدیت کہتے ہیں۔ اسی مرتبہ میں تجلی الہی کی وجہ سے أسماء وصفات کی نسبت اعیان ثابتہ سے قائم ہوئی تو انہیں حقیقی وجود حاصل ہوا کہ جسے وہ ثبوت کا نام دیتے ہیں اور پھر جب ان اعیان ثابتہ نے ظاہر وجود یعنی ذات کے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا تو انہیں اپنے ہونے کا إحساس ہوا تو یوں ظلی وجود حاصل ہوا۔ تو ان کے نزدیک حقیقی اور ظلی وجود دونوں ذات کے خیال سے باہر نہیں ہیں۔ اس کے برعکس شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں کہ تجلی الہی کے سبب سے أسماء وصفات کی نسبت اعدام متقابلہ سے قائم ہوئی تو ان کے موجود ہونے کا وہم ہونے لگا اور ظلی وجود حاصل ہوا۔ تو شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کے نزدیک ظلی وجود کی اصل اعدام متقابلہ ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے مکتوب مدنی میں دونوں کو ایک ہی قرار دیا لیکن ان کی تاویل سطحی ہے۔ سطحی اس لیے نہیں کہا کہ انہوں نے اس مسئلے کو سمجھا نہیں ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بہت گہرائی میں اس مسئلے کو سمجھا ہے اور بہت ذہانت سے تاویل نکالی ہے لیکن وہ تاویل ایسی ہے کہ وہ "توجیه القول بما لا یرضی به القائل" کی قبیل سے ہے یعنی کسی قول کا ایسا معنی بیان کرنا کہ خود قائل اس پر راضی نہ ہو۔ حضرت شاہ صاحب یہ کہتے ہیں کہ دونوں کے نزدیک وجود کی اصل أسماء وصفات کا عکس ہے جو اعیان ثابتہ میں بھی پڑ رہا ہے اور اعدام متقابلہ میں بھی حالانکہ دونوں اس تعبیر پر راضی نہیں ہیں کہ شیخ ابن عربی کے نزدیک وجود کی اصل اعیان ثابتہ ہیں جو معدوم سے معلوم بن گئے جو ایک اور فساد ہے جبکہ شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اعدام متقابلہ ہیں۔ شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کی عبارتوں کا مطالعہ کیا جائے تو وہ واضح طور اس کا انکار کرتے نظر آتے ہیں۔

شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ، وحدت الوجود کے بارے لکھتے ہیں: "سب سے پہلے شیخ محی الدین ابن العربی جو صوفیائے متاخرین کے امام ومقتدا ہیں، اس مسئلہ میں ان کا مذہب بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ

اس فقیر پر مکشوف ہوا ہے، تحریر کیا جائے گا تا کہ دونوں مذہبوں کے درمیان پورے طور پر فرق ظاہر ہو جائے اور باریک دقائق کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں ۔ شیخ محی الدین اور ان کے متبعین فرماتے ہیں کہ حق تعالی جل وعلا کے اسماء وصفات، ذات واجب تعالی کا بھی عین ہیں اور اسی طرح ایک دوسرے کا بھی عین ہیں مثلاً علم وقدرت جس طرح حق تعالی کا عین ِ ذات ہیں، اسی طرح ایک دوسرے کا بھی عین ہیں، لہذا اس مقام میں کسی اسم اور رسم یعنی نشان کی کوئی تعداد اور کثرت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی تمائز وتباین یعنی تمیز وفرق ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان اسماء وصفات اور شیون اعتبارات نے حضرت علم میں اجمالی اور تفصیلی طور پر تمائز وتباین پیدا کیا ہے۔ اگر اجمالی تمیز ہے تو وہ تعین اول سے تعبیر کی جاتی ہےاور اگر وہ تفصیلی تمیز ہے تو وہ تعین ثانی سے موسوم ہے۔ تعینِ اول کو وحدت کہتے ہیں اور اسی کو حقیقت محمدی سمجھتے ہیں، اور تعینِ ثانی کو واحدیت کہتے ہیں اور تمام ممکنات کے حقائق گمان کرتے ہیں اور ان حقائقِ ممکنات کو اعیان ثابتہ جانتے ہیں، اور یہ دو علمی تعین جو کہ وحدت اور واحدیت ہیں، ان کو مرتبہ وجوب میں ثابت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان اعیان ثابتہ نے وجود خارجی کی بو تک نہیں پائی اور خارج میں احدیت مجردہ کے سوا کچھ بھی موجود نہیں ہے۔اور یہ کثرت جو خارج میں ظاہر ہوتی ہے، ان اعیان ثابتہ کا عکس ہےجو ظاہر وجود کے آئینے میں منعکس ہوا ہے، جس کا کوئی جزء بھی خارج میں موجود نہیں ہے، اور خیالی وجود پیدا کر لیا ہے۔ جس طرح ایک شخص کی صورت آئینے میں منعکس ہو کر وجودِ تخیلی پیدا کر لے، اس عکس کا وجود صرف تخیل میں ثابت ہے اور آئینے میں کسی شیء نے حلول نہیں کیا ہے اور نہ ہی آئینے کی سطح پر کوئی چیز منقش ہوئی ہے بلکہ اگر کچھ منقش ہے تو صرف خیال میں ہےجو آئینے کی سطح پر متوہم ہو گیا ہے...یہ کثرت جو خارج میں ظاہر ہوتی ہے، تین قسموں میں منقسم ہے؛ قسم اول تعینِ روحی ہے اور قسم دوم تعین ِ مثالی اور قسم سوم تعینِ جسدی کہ جس کا تعلق عالم ِ شہادت سے ہے۔ ان تینوں تعینات کو تعیناتِ خارجیہ کہتے ہیں اور امکان کے مرتبہ میں ثابت کرتے ہیں۔ تنزلات خمسہ سے مراد یہی تعیناتِ پنچگانہ ہیں، اور ان تنزلات کو حضرات خمس بھی کہتے ہیں۔ اور چونکہ علم اور خارج میں، سوائے ذات واجب تعالی اور اسماء وصفات واجبی جل سلطانہ کے، جو عین ذات تعالی وتقدس ہیں، ان کے نزدیک ثابت نہیں ، اور انھوں نے صورت علمیہ کو ذی صورت کا عین گمان کیا ہے نہ کہ شبح یعنی جسم اور مثال۔اور اسی طرح اعیان ثابتہ کی صورت منعکسہ کو جو ظاہری وجود کے آئینے میں پیدا ہوئی ہے، انھوں نے ان اعیان کا عین تصور کر لیا ہے نہ کہ ان کی شبہ، اس لیے انھوں نے اتحاد کا حکم لگا دیا اور ہمہ اوست کہا ہے۔ یہ ہے مسئلہ وحدت الوجود میں شیخ محی الدین ابن العربی کے مذہب کا اجمالی بیان۔" [مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، دفتر دوم، مکتوب نمبر 1، مترجم مولانا سید زوار حسین شاہ، مکتبہ مجددیہ، کراچی، ص 20-21]

اس کے بعد شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ اپنے نظریہ وحدت الشہود کے بارے لکھتے ہیں: "واجب جل سلطانہ کے اسماء وصفات، خانہ علم میں بھی تفصیل اور تمیز رکھتے ہیں اور منعکس ہو گئے ہیں۔ اور ہر اسم وصفت کی تمیز کے لیے مرتبہ عدم میں ایک مقابل اور ایک نقیض ہے مثلاً مرتبہ عدم میں صفتِ علم کا مقابل اور نقیض، عدم ِعلم ہے، جس کو جہل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور صفتِ قدرت کے مقابل عجز ہے، جس کو عدم ِ قدرت کہتے ہیں، علی ہذا ا لقیاس۔ اور ان عدمات متقابلہ نے بھی علم ِ واجبی جل شانہ میں تفصیل وتمیز پیدا کی ہوئی ہےاور اپنے متقابلہ اسماء وصفات کے آئینے اور ان کے عکسوں کے ظہور اور جلوہ گاہ بن گئے ہیں۔ فقیر کے نزدیک وہ عدمات، ان اسماء وصفات کے عکوس کے ساتھ، ممکنات کے حقائق ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ وہ عدمات ان ماہیتوں کے لیے اصول اور مواد کے رنگ میں ہیں اور وہ عکوس ان مواد میں حلول کرنے والی

صورتوں کی مانند ہیں۔ شیخ محی الدین کے نزدیک ممکنات کے حقائق، وہ تمام اسماء وصفات ہیں جو مرتبہ علم میں امتیازی کیفیت رکھتے ہیں، اور فقیر کے نزدیک ممکنات کے حقائق، وہ عدمات ہیں، جو اسماء وصفات کے نقائض یعنی ضد ہیں... مثلاً ممکن کا علم، واجب تعالی وتقدس کے علم کا پر تو اور ایک ظل ہے، جو اپنے مقابل میں منعکس ہوا ہے۔ اور ممکن کی قدرت بھی ایک ظل ہے، جو عجز میں اس کے مقابل ہو کر منعکس ہو گئی ہے۔ اور اسی طرح ممکن کا وجود، حضرتِ وجود کا ایک ظل ہے جو عدم کے آئینے میں اس کے مقابل ہو کر منعکس ہو گیا ہے... لیکن فقیر کے نزدیک شيء کا ظل، اس شيء کا عین نہیں بلکہ اس کا شبح ومثال ہے اور ایک کا دوسرے کے ثبوت میں پیش کرنا ممتنع اور محال ہے۔ لہذا فقیر کے نزدیک ممکن، واجب کا عین نہیں ہے۔ اور ممکن اور واجب کے درمیان حمل کرنا ثابت نہیں ہے کیونکہ ممکن کی حقیقت، عدم ہے اور اسماء وصفات کا وہ عکس ہےجو اس عدم میں منعکس ہو گیاہے، اور ان اسماء وصفات کی شبح ومثال ہےنہ کہ ان صفات کا عین۔ لہذا ہمہ اوست کہنا درست نہیں ہو گا بلکہ ہمہ از اوست کہنا درست ہے...لہذا معلوم ہو گیا کہ عالم، خارج میں وجودِ ظلی کے ساتھ موجود ہے، جس طرح حضرت حق سبحان، وجودِ اصلی کے ساتھ بلکہ اپنی ذات کے ساتھ خارج میں موجود ہے... اگر کہا جائے کہ شیخ محی الدین اور ان کے متبعین بھی عالم کو حق تعالی کا ظل جانتے ہیں تو پھر فرق کیا ہوا؟... یہ لوگ چونکہ ظل کے لیے وجود خارجی ثابت نہیں کرتے، اس لیے اصل پر محمول کرتے ہیں۔ اور یہ فقیر چونکہ ظل کو خارج میں موجود جانتا ہے، اس لیے اس پر حمل کرنے کی پیشقدمی نہیں کرتا۔ ظل سے اصلی وجود کی نفی میں یہ فقیر اور وہ سب شریک ہیں۔ اور وجودِ ظلی کے اثبات میں بھی متفق ہیں۔ لیکن یہ فقیر وجودِ ظلی کو خارج میں ثابت کرتا ہے اور وہ وجودِ ظلی کو وہم اور تخیل میں گمان کرتے ہیں اور خارج میں احدیت مجردہ کے سوال کچھ موجود نہیں جانتے، اور صفات ثمانیہ یعنی آٹھ صفات کو بھی، جن کا وجود اہل سنت وجماعت رضی اللہ عنہم کی آراء کے موافق خارج میں ثابت ہو چکا ہے، ان کو بھی علم کے سوا ثابت نہیں کرتے...اور جو کچھ فقیر نے بعض مکتوبات میں لکھا ہے کہ ممکن پر وجود کا اطلاق بطریقِ حقیقت ہے نہ کہ بطریقِ مجاز۔ وہ بھی اس تحقیق کے منافی نہیں ہے کیونکہ ممکن، خارج میں ظلی وجود کے ساتھ بطریقِ حقیقت موجود ہے نہ کہ توہم اور تخیل کے طور پر، جیسا کہ یہ گمان کرتے ہیں۔" [مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، دفتر دوم، مکتوب نمبر 1، ص 23-25]

ارتقائیت [Theory of Evolution] اور وجودیت [Theory of the Unity of Being] الحاد کے ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ کلاسیکل فلاسفی اور ماڈرن سائنس میں وجود کی بحث میں ایک تو قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں میں ایک سلسلہ مراتب [hierarchy] قائم کیا جاتا ہے۔ اور دوسری قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں میں حرکت عمودی ہے، اگرچہ بعض وجودیوں نے اسے دائروی بھی قرار دیا ہے لیکن اس کے باوجود اس کی اصل ان کے ہاں بھی عمودی نزولی [downward] ہی رہتی ہے اور اس کے دائروی ہونے پر اصرار دائرے کی اصل سے ناواقفیت کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ ارتقاء میں یہ حرکت صعودی [upward] ہے کہ حاضر سے غیب کی جانب سفر کیا گیا ہے اور اسے سائنسی۔طریقہ قرار دیا گیا اور اس کا نتیجہ خدا کے انکار کی صورت میں سائنسی۔تحقیق کے نام سے ہمارے ہاتھوں میں تھمانے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ ارتقاء پسند دہریوں نے غیب میں صرف قوانین فطرت [laws of nature] کا اقرار کیا ہے اور انہی اندھے بہرے قوانین کو ہی اس کائنات کا خالق حقیقی بھی قرار دیا ہے۔ ارتقاء کی تھیوری پر ایمان رکھنے والوں کی دلیل کی ساخت کا اگر منصفانہ تجزیہ کیا جائے تو یہ اپنی اصل میں سائنسی کی بجائے عقائدی [dogmatic] اپروچ کی حامل ہے۔

البتہ وجودیوں کے ہاں حرکت نزولی [downward] ہے اور انہوں نے غیب سے حاضر تک کا سفر کیا ہے اور

مخلوق کے انکار کو کبھی عقل اور کبھی کشف کے نام سے مسلمانوں کے عقائد کی فہرست میں داخل کرنے کی بھونڈی کوشش کی گئی ہے۔ بعض نے اسے فلسفیانہ اور بعض نے کشفی طریق کار قرار دیا ہے حالانکہ اس طریق کار کا منصفانہ جائزہ یہ بتلاتا ہے کہ یہ نہ توفلسفیانہ اپروچ ہے کہ اس میں مذہبی اثر واضح طور موجود ہے اور نہ ہی کشفی ہے کہ ان کا کشف آپس میں بھی نہ صرف مختلف فیہ ہے بلکہ ایک دوسرے کے انکار کی بنیاد پر کھڑا ہے بلکہ امر واقعہ میں یہ اپروچ اپنی ساخت میں سوفسطائی [sophistic] ہے۔ ارتقاء کے نظریے کو منضبط صورت میں پیش کرنے والا بھی ایک عیسائی پادری تھا اور وحدت الوجود کے نظریہ کو مرتب کرنے والا عیسائی صوفی تھا۔ ڈارون پادریوں اور اسکالرز میں ارتقاء کی تھیوری اور اس کی متعدد تفاسیر [versions] کی مقبولیت کا باعث بنا تو فلاطینوس صوفیوں اور زاہدوں میں وحدت الوجود پر ایمان کا ذریعہ بنا۔ جتنا ارتقاء پسند منکرین خدا غیب پر ایمان لاتے ہیں، وجودی اسی قدر حاضر کو مانتے ہیں۔ ارتقائیت حاضر میں ہی رہی اور غیب کی معرفت حاصل نہ کر سکی اور وہ وجودیت غیب میں رہی اور حاضر کا مشاہدہ نہ کر سکی اور عدل ان دونوں انتہاؤں کے مابین ہے کہ خالق اور مخلوق دونوں کا وجود "حق" ہے۔ ارتقائیت اور وجودیت کی مثال قطبین [poles] کی سی ہے کہ اپنی ذات میں تو ایک انتہاء ہیں لیکن نقطہ عدل کو سمجھنے میں ان کی اہمیت مسلم ہے۔ فلسفیوں، متکلمین اور وجودیوں نےان سوالات کے جواب دینے کی عقلی کوششوں میں امت مسلمہ پر وہ بوجھ لادنے کی کوشش کی ہے کہ جن کے اتارنے کی دعا ہمیں سکھائی گئی تھی؛ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ﴿286﴾ [البقرة] وجود اور علم پر یہ بحث ہم نے اس احساس کے ساتھ کی ہے کہ یہ ایسا گناہ ہے کہ جس کی توبہ بعد میں کر لی جائے۔ اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِن بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ﴿9﴾ [یوسف] میگا تھیوریز تین ہی ہیں۔ نظریہ تخلیق، نظریہ وحدت الوجود اور نظریہ ارتقاء۔ پہلی امر واقعہ اور حق ہے جبکہ باقی دو کذب وبہتان ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں ذات باری تعالی پر دو بڑے جھوٹ بولے گئے، ایک ضالین نے بولا اور دوسرا مغضوب علیہم نے۔ وجودی ضالین اور ارتقائیت والے مغضوب علیہم ہیں۔ صراط مستقیم فقہاء اور محدثین کا عقیدہ ہے۔باطل کے رد میں سب سے زیادہ رد ان دو جھوٹوں کا کرنا چاہیے بلکہ جھوٹ شاید ان کے لیے بہت ہی چھوٹا لفظ ہے۔ اس کے بعد توحید الوہیت میں شرک کا رد۔ اس کے بعد توحید اسماء وصفات میں بگاڑ کا رد۔ اس کے بعد کہیں تقلید، بدعات ، اعتزال و جدیدیت اور خوارجیت وانتہاپسندی کے رد کی باری آتی ہے کہ یہ تو منہج کے مسائل ہیں اور اول الذکر عقیدہ ہیں۔ آسمانی کتابوں اور رسولوں کی تعلیمات میں جس کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے، وہ عقیدہ اور توحید ہے۔ اور اللہ کے دین پر اس سے بڑھ کر بہتان اور حملہ کیا ہوگا کہ عین شرک کو توحید خالص بنا کر پیش کر دیا جائے۔ فالحق عين الوجود والخلق قيده بالإطلاق. [الفتوحات المكية: 410/7]

[3] فلاسفہ کا کہنا ہے کہ انسان کا سب سے بڑا مسئلہ وجود اور علم کی تعریف ہے۔ "وجود کیا ہے؟" اور "علم کیا ہے؟" یہی انسانی زندگی کے سب سے بڑے دو سوالات ہیں۔ احمد جاوید صاحب کے مطابق کلاسیکل فلاسفی میں "وجود کیا ہے؟" کے سوال کو اہمیت حاصل رہی ہے جبکہ ماڈرن فلاسفی میں "علم کیا ہے؟"کا سوال مرکزیت رکھتا ہے۔ پھر فلاسفہ میں ایک اور بڑا اختلاف یہ پیدا ہوا کہ وجود پہلے ہے یا علم۔ یہاں علم سے مراد خیال ہے۔ افلاطون نے کہا کہ خیال پہلے ہے لہذا وہ اس بات کا قائل ہوا کہ عالم مادی سے پہلے ایک عالم مثال بھی موجود ہے کہ جس کا خارجی وجود (physical existence) ہے۔ ڈیکارٹ نے آ کر کہا کہ میں سوچتا ہوں تو میں ہوں تو اس نے گویا اپنے موجود ہونے کی دلیل اپنی سوچ کو بنایا ہے یعنی وہ بھی خیال

پہلے اور وجود بعد میں ہے، کا قائل ہوا۔ لیکن اس نے یہ نہیں سوچا کہ وہ ہے تو ہی تو سوچ رہا ہے۔ افلاطون کے اس تصور کہ خیال، وجود سے پہلے ہے، نے وجودیوں کو ان کے نظریہ کی کچھ بنیادیں فراہم کی ہیں اگرچہ وجودی اس بات کے قائل ہیں کہ وجود پہلے ہے اور خیال بعد میں، اور یہ ایک اور مصیبت ہے۔ فلاسفہ کا یہ دعوی اس اعتبار سے تو درست ہو سکتا ہے کہ علم فلسفہ کی روایت میں تربیت یافتہ فلسفیوں کے ہاں انسانی زندگی کے اہم تر سوالات یہی طے پائے ہیں لیکن عام انسانوں کی زندگی، فطرت انسانی اور آسمانی شرائع میں سب سے اہم اور بڑا سوال "حق کیا ہے؟" کا رہا ہے۔ شریعت اسلامیہ "حق کیا ہے؟" کے سوال کا جواب ہے یا "وجود کیا ہے؟" کے سوال کا یا "علم کیا ہے؟" کے سوال کا؟ اس میں کسی۔ مسلمان کو کیا شبہہ ہو سکتا ہے کہ شریعت اسلامیہ کل کی کل "حق کیا ہے؟" کے سوال کا جواب ہے؟ پروردگار نے اپنے بندوں کے لیے اسی سوال کو سب سے اہم سمجھا اور اسی سوال کے تفصیلی جواب کے لیے انبیاء اور کتابوں کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿62﴾ [الحج]؛ فَذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ﴿32﴾ [يونس]؛ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنَاهُم بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَن ذِكْرِهِم مُّعْرِضُونَ ﴿71﴾ [المؤمنون]؛ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿22﴾ [الجاثية]؛ وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿31﴾ [فاطر]؛ بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَّرِيجٍ ﴿5﴾ [ق]؛ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿53﴾ [فصلت]؛ وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿28﴾ [النجم]؛ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿33﴾ [التوبة]؛ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ﴿7﴾ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿8﴾ [الأنفال]؛ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿17﴾ [الرعد]؛ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿97﴾ [الأنبياء]؛ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا ﴿39﴾ [النبأ]؛ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿8﴾ [الأعراف]؛ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴿84﴾ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿85﴾ [ص]؛ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿69﴾ [الزمر]؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ، قَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الحَمْدُ، أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الحَمْدُ، أَنْتَ قَيِّمُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الحَمْدُ، أَنْتَ الحَقُّ، وَوَعْدُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَالجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ. [محمد بن إسماعيل البخاري، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري، دار طوق النجاة، بيروت، الطبعة الأولى، 1422هـ، 70/8]۔ "حق" کا لفظ کتاب وسنت میں خالق، مخلوق، قرآن مجید، اسلام، رسول، عدل، توحید، صدق، آخرت، جنت، جہنم، واجب، مال، اولیت ، حصہ، اعتقاد صحیح اور باطل کے متضاد کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ [مقاتل بن سليمان بن بشير الأزدي البلخى (المتوفى: 150هـ)، الوجوه والنظائر في القرآن العظيم، مركز جمعة الماجد للثقافة والتراث، دبي، 2006ء، 182-185] اور ان سب معانی کی اصل موافقت اور مطابقت یا مضبوطی اور صحت ہے۔ امام راغب متوفی 502ھ اور امام ابن فارس متوفی 395ھ لغت کے دو بہت بڑے امام ہیں۔ دونوں کے منہج میں فرق یہ ہے کہ امام راغب ایک ہی لفظ کے متعدد معانی کی ایک ہی اصل تلاش کرتے ہیں اور متنوع

معانی کو اس اصل سے جوڑکر دکھا دیتے ہیں جبکہ امام ابن فارس اس کو تکلف سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک ایک ہی لفظ کے اصل معانی ایک سے زائد ہو سکتے ہیں اور انہوں نے اپنی لغت میں اسی منہج کے مطابق مرتب کیا ہے لیکن لفظ "حق" کی اصل انہوں نے بھی ایک ہی قرار دی ہے۔ (حَقَّ) الْحَاءُ وَالْقَافُ أَصْلٌ وَاحِدٌ، وَهُوَ يَدُلُّ عَلَى إِحْكَامِ الشَّيْءِ وَصِحَّتِهِ. فَالْحَقُّ نَقِيضُ الْبَاطِلِ، ثُمَّ يَرْجِعُ كُلُّ فَرْعٍ إِلَيْهِ بِجَوْدَةِ الِاسْتِخْرَاجِ وَحُسْنِ التَّلْفِيقِ وَيُقَالُ حَقَّ الشَّيْءُ وَجَبَ...وَيُقَالُ حَاقَّ فُلَانٌ فُلَانًا، إِذَا ادَّعَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا، فَإِذَا غَلَبَهُ عَلَى الْحَقِّ قِيلَ حَقَّهُ وَأَحَقَّهُ. وَاحْتَقَّ النَّاسُ مِنَ الدَّيْنِ، إِذَا ادَّعَى كُلُّ وَاحِدٍ الْحَقَّ...وَيُقَالُ ثَوْبٌ مُحَقَّقٌ، إِذَا كَانَ مُحْكَمَ النَّسْجِ...وَالْحِقَّةُ مِنْ أَوْلَادِ الْإِبِلِ: مَا اسْتَحَقَّ أَنْ يُحْمَلَ عَلَيْهِ...وَالْأَحَقُّ مِنَ الْخَيْلِ: الَّذِي لَا يَعْرَقُ; وَهُوَ مِنَ الْبَابِ; لِأَنَّ ذَلِكَ يَكُونُ لِصَلَابَتِهِ وَقُوَّتِهِ وَإِحْكَامِهِ...وَالْحَاقَّةُ: الْقِيَامَةُ; لِأَنَّهَا تَحِقُّ بِكُلِّ شَيْءٍ...وَيُقَالُ حَقَقْتُ الْأَمْرَ وَأَحْقَقْتُهُ، أَيْ كُنْتُ عَلَى يَقِينٍ مِنْهُ. [أحمد بن فارس بن زكرياء القزويني الرازي، (المتوفى: 395هـ)، معجم مقاييس اللغة، دار الفكر، 1399هـ - 1979م، 2/15-19]؛ أصل الحَقّ: المطابقة والموافقة...والحقّ يقال على أوجه:الأول: يقال لموجد الشيء بسبب ما تقتضيه الحكمة، ولهذا قيل في الله تعالى: هو الحق، قال الله تعالى: وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلاهُمُ الْحَقِّ...والثاني: يقال للموجد بحسب مقتضى الحكمة، ولهذا يقال: فعل الله تعالى كلّه حق...وقال تعالى: هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِياءً وَالْقَمَرَ نُوراً [يونس/ 5]، إلى قوله: ما خَلَقَ اللَّهُ ذلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ [يونس/ 5]...والثالث: في الاعتقاد للشيء المطابق لما عليه ذلك الشيء في نفسه...قال الله تعالى: فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ [البقرة/ 213]...والرابع: للفعل والقول بحسب ما يجب وبقدر ما يجب، وفي الوقت الذي يجب...قال تعالى: كَذلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ [يونس/ 33]، وحَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ [السجدة/ 13]، وقوله عزّ وجلّ: وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْواءَهُمْ [المؤمنون/ 71]، يصح أن يكون المراد به الله تعالى، ويصحّ أن يراد به الحكم الذي هو بحسب مقتضى الحكمة...وقوله: الْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ [الحاقة/ 1]، إشارة إلى القيامة...لأنه يحقّ فيه الجزاء...ويستعمل استعمال الواجب واللازم والجائز نحو: كانَ حَقًّا عَلَيْنا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ [الروم/ 47]...حَقِيقٌ عَلى أَنْ لا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَ [الأعراف/ 105]، قيل معناه: جدير، وقرئ: حَقِيقٌ عَلى قيل: واجب...والحقيقة تستعمل تارة في الشيء الذي له ثبات ووجود، كقوله صلّى الله عليه وسلم لحارث: «لكلّ حقّ حقيقة، فما حقيقة إيمانك؟»، أي: ما الذي ينبئ عن كون ما تدّعيه حقًّا؟ وفلان يحمي حقيقته، أي: ما يحقّ عليه أن يحمى. وتارة تستعمل في الاعتقاد كما تقدّم، وتارة في العمل وفي القول، فيقال: فلان لفعله حقيقة: إذا لم يكن مرائيا فيه، ولقوله حقيقة: إذا لم يكن مترخّصا ومتزيدا، ويستعمل في ضدّه المتجوّز والمتوسّع والمتفسّح، وقيل: الدنيا باطل، والآخرة حقيقة، تنبيها على زوال هذه وبقاء تلك، وأمّا في تعارف الفقهاء والمتكلمين فهي اللفظ المستعمل فيما وضع له في أصل اللغة. [الراغب الأصفهانى، أبو القاسم الحسين بن محمد (المتوفى: 502هـ)، المفردات في غريب القرآن، دار القلم، بيروت، الطبعة الأولى، 1412 هـ، 246-248]

"حق" اپنے "مظاہر" میں کیا ہے تو اس کا جواب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے «فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: لَا تُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، قَالَ: صَدَقْتَ» کے الفاظ سے دیا ہے۔ اور "حق" اپنے "باطن"میں کیا ہے تو اس کا جواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے «قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: «أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكِتَابِهِ، وَلِقَائِهِ، وَرُسُلِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهِ»، قَالَ: صَدَقْتَ» کے الفاظ سے دیا ہے۔ اور "حق" اپنے "احوال" میں کیا ہےتو اس کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے « قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْإِحْسَانُ؟ قَالَ: «أَنْ تَخْشَى اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنَّكَ إِنْ لَا تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ»، قَالَ: صَدَقْتَ» کے الفاظ سے دیا ہے۔ اور "حق" اپنی "غایت" میں کیا ہے تو اس کا جواب « قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ؟ قَالَ: مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَسَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا: إِذَا رَأَيْتَ الْمَرْأَةَ تَلِدُ رَبَّهَا،

فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا رَأَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُكْمَ مُلُوكَ الْأَرْضِ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا رَأَيْتَ رِعَاءَ الْبَهْمِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ مِنَ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللهُ» کے الفاظ میں دیا ہے۔ [مسلم بن الحجاج القشيري، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ الْإِسْلَامِ مَا هُوَ وَبَيَانُ خِصَالِهِ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، 39/1]

فلاسفہ نے ہر شیء میں اس کی فلسفیانہ حقیقت اور ماہیت کے سوال کو اہمیت دی۔ اس بارے رسولوں کا مزاج اور علم وحی کا رجحان بالکل مختلف رہا ہے۔ اگر کسی فلسفی یا متکلم یا وجودی سے"ایمان کیا ہے؟"کا سوال ہوتا تو وہ ضرور اس کی فلسفیانہ حقیقت اور ماہیت پر کلام کرتا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کے جواب میں ایمان کی فلسفیانہ حقیقت اور ماہیت پر کسی علمی کلام کی بجائے اس کی حقیقت کے اس عملی تقاضے کا ذکر کر دیا کہ جو خالق کا مطلوب تھا۔ خالق کے نزدیک کسی شیء کی حقیقت اور ماہیت کی صرف اتنی ہی مطلوب ہے کہ جتنا اس کا لغوی یا عرفی معنی نہ کہ فلسفیانہ حقیقت اور ماہیت۔ امر واقعہ یہ ہے کہ وجود اور علم تو بدیہات میں سے تھے لیکن انہیں ڈیفائن کرنے کی مہم جوئی نے انہیں قیامت تک کے لیے غیر محدد (undetermined) بنا دیا ہے۔ وجود کا متضاد عدم، علم کا جہالت اور حق کا باطل ہے۔ وجود اور عدم یا علم اور جہالت میں فرق تو ایک بچہ بھی کر سکتا ہے لیکن حق اور باطل میں فرق کسی خارجی رہنمائی اور غور وفکر کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور اگر یہ اتنے ہی اہم سوالات ہوتے تو انہیں حدیث جبرئیل میں مقام دیا جاتا لیکن وہاں تو سوالات ہی کچھ اور ہیں۔ حدیث جبرئیل نے انسانوں کے خالق کی نظر میں انسانی زندگی کے اہم ترین سوالات، حکمت عالیہ اور علم عالی کو متعین کر دیا ہے۔

وجود اور علم کی مبحث میں سوال دراصل دو نہیں ہو ہیں بلکہ ایک ہی بنتا ہے اور وہ سوال"علم کیا ہے؟"کا ہے۔ "وجود کیا ہے؟"کا جو بھی جواب دیا گیا ہے یا دیا جائے گا تو اپنی نوعیت میں وہ علمی ہے یا ہو گا نہ کہ وجودی۔ اور "وجود کیا ہے؟" کے ہر جواب کی یہ تقدیر ہے کہ وہ علم کے پیمانے سے ماپ کر دیا جائے۔ پس "وجود کیا ہے؟"کا ہر جواب در اصل "وجود کا علم کیا ہے؟"کو بیان کر رہا ہے یا کر سکتا ہے۔ اس لیے "وجود کیا ہے؟"کا سوال ایک عبث اور بے کار کا سوال ہے۔ کیا وجود کی مبحث میں کوئی ایسا حکم موجود ہے کہ جو علم کی سند نے جاری نہ ہوا ہو؟، اب چاہے وہ علم سائنسی ہو یا مابعد الطبیعی (metaphysical)، نفسی ہو یا کشفی، مذہبی ہو یا تاریخی۔ سابقہ ادیان، انبیاء کی تعلیمات، کتاب وسنت، صحابہ وتابعین، فقہائے امت، محدثین عظام، ائمہ دین اور سلف صالحین میں سے کس نے "وجود کیا ہے؟" کے سوال تو کجا لفظ وجود ہی کو رتی برابر بھی اہمیت دی ہے؟ باقی علم کے مبحث میں قرآن مجید کی آیات بھی مل جائیں گی اور احادیث کی تعلیمات بھی۔ تو کتاب وسنت کی روشنی میں علم نام ہے تمیز کا یعنی خیر وشر میں تمیز، حسن وقبح میں تمیز، حق وباطل میں تمیز۔ [وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ (العنكبوت: 3)]۔ فارابی [260-339ھ] کا کہنا ہے کہ فارسی اور یونانی زبان کے علاوہ دنیا کی کسی معروف زبان میں لفظ وجود کا متبادل موجود نہیں تھا اور عرب اس لفظ سے ناواقف تھے یہاں تک کہ یہ لفظ فلسفے کے زیر اثر عربی میں داخل ہوا ہے۔ [الفارابي، ابو نصر، كتاب الحروف، دار المشرق، بيروت، الطبعة الثانية، 1990ء، ص 112-113] کتاب وسنت میں لفظ "موجود" کے معنی کی ادائیگی کے لیے "ظاہر" کے الفاظ نازل کیے گئے ہیں جو اس لفظ سے کہیں زیادہ وسیع اور گہرے مفاہیم کے حامل ہیں۔

[4] خدا ناشناس (atheists) مخلوق کے وجود کو مانتے ہیں اور خالق کے انکاری ہیں جبکہ وجودی (panentheists) صرف خالق کا وجود مانتے ہیں اور مخلوق کو خالق کا خیال قرار دیتے ہیں۔ خالق اور مخلوق

دونوں کا وجود حقیقت (reality) ہے کیونکہ صفت خلق (creation) اور مخلوق (creature) کا تعلق علت ومعلول (cause and effect) کا ہے کہ جس میں ایک کے اقرار سے دوسرے کا انکار ناممکن ہے۔
صفات باری تعالی "ذاتیہ/خبریہ" اور "فعلیہ" میں تقسیم ہیں۔ پہلی کی مثال حیات، علم، ارادہ، قدرت، سماعت، بصارت، کلام، عزت، حکمت، ملک، عظمت، جلال، جمال، کمال، رحمت، علو، ید، عین، وجہ، قدم وغیرہ ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جو مشیئت سے متعلق ہے جیسا کہ استواء، اتیان، مجیء، نزول، خلق، رزق، قبض، بسط، اماتہ، احیاء، احسان اور عدل وغیرہ۔ یہ سب صفات ازلی ہیں، صرف اس فرق کے ساتھ کے دوسری قسم "قدیم النوع" اور "حادث الآحاد" ہے۔ یہ تقسیم محض نقل کے مطابق ہے۔ جبکہ عقل ونقل کے امتزاج سے ایک اور تقسیم کے مطابق صفات کی چار اقسام ہیں: "معانی"، "معنویہ"، "سلبیہ" اور "نفسیہ"۔ پہلی قسم میں حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور تکوین جبکہ دوسری میں حی، علیم، قدیر، مرید، سمیع، بصیر اور کلیم شامل ہیں۔ تیسری میں قدم، بقاء، مخالفت حدوث، وحدانیت اور قیام بالنفس جبکہ چوتھی میں صفت وجود شامل ہے۔

[5] منکرین خدا (atheists) کے پاس خدا کے انکار کی جو سائنسی دلیل ہے وہ دو علوم، فزکس اور بیالوجی، سے پیدا کی گئی ہے۔ نظریاتی فزکس میں کائنات کی ابتداء کو متعین کرنے کے لیے بگ بینگ (Big Bang) کا نظریہ پیش کیا گیا جبکہ نظریاتی بیالوجی میں انسان کی ابتداء کو جاننے کے لیے ارتقاء کا نظریہ (Theory of Evolution) سامنے آیا۔ یہاں ہم نہ صرف دونوں قسم کے نظریات کا ایک تجزیہ پیش کریں گے بلکہ متبادل نظریہ تخلیق (Creationism) کا بھی ذکر کریں گے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ منکرین خدا نے فزکس میں بگ بینگ اور بیالوجی میں ارتقاء کے نظریات پر کمال ایمان کا مظاہرہ کیا اور کسی۔ سیاسی پارٹی کے جیالوں کے سے رویے کے ساتھ اہل مذہب کے خلاف ایک فکری جنگ (intellectual war) کا آغاز کر دیا ہے۔ اہل سائنس اور اہل مذہب دونوں بالترتیب سائنس اور مذہب پر نہ صرف ایمان (blind faith) رکھتے ہیں بلکہ اس کے پرجوش مبلغ بھی ہیں۔ اور دونوں ہی ایمان اور جذبات کی بنیاد پر آپس میں مکالمہ (dialogue) کر رہے ہیں۔ ایک کا پیغمبر پر ایمان ہے جبکہ دوسرے کا سائنسدان پر۔ یہ کل حقیقت ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ اہل مذہب یہ سمجھتے ہیں اور مانتے بھی ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں جبکہ اہل سائنس نہ تو اس حقیقت کو سمجھ رہے ہیں اور نہ ہی مان رہے ہیں کہ وہ بھی اصلا مومن ہی ہیں۔
فزکس میں بیگ بینگ کا نظریہ "کائنات کی ابتداء کیسے ہوئی؟" [How] کا تو جواب دیتا ہے لیکن "کیوں ہوئی؟" [Why] کو واضح نہیں کرتا۔ بعض سائنسدانوں کا خیال ہے کہ انہوں نے ایم ۔تھیوری (M-Theory) کی صورت میں ایک ایسا نظریہ بیان کر دیا ہے کہ جس نے کائنات کے وجود کے بارے بنیادی سوالات کا جواب دے دیا ہے اور وہ اسے "A Theory of Everything" کا نام دیتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ وہ ایک ریاضیاتی مساوات (mathematical equation) کے ساتھ اس کائنات کی ہر شیء کی تشریح کر سکتے ہیں۔ ہماری نظر میں یہ ممکن ہے کہ ہم ایک ہی مساوات (equation) کے ساتھ ساری کائنات کی تشریح کر سکیں لیکن و ہ مساوات "خالق اور مخلوق کاباہمی تعلق" کی مساوات ہے۔
فزکس کی "A Theory of Everything" نے عمدہ سوالات توخوبصورت طریقے سے اٹھا دیے لیکن ساتھ ہی اس سوال کوغیر متعلق قرار دیا ہے کہ بگ بینگ سے پہلے کیا تھا؟ یا قوانین فطرت کا مبدا (origin of laws of nature) کیا ہے؟ وہ اس بارے کچھ بات کرنے کو تیار ہی نہیں سوائے اس انفارمیشن کے کہ گلیگلیو (Galileo)، کاپرنیکس (Copernicus) اور نیوٹن (Newton) ان قوانین کو خدا کا کام (Work of God)

مانتے تھے۔ یہ سب سائنسدان تو خدا (personal God) پر ایمان رکھتے ہی ہیں بلکہ ان کے علاوہ آئن اسٹائن (Einstein)، آرتھر کامٹن (Arthur Compton)، پاسکل (Blaise Pascal)، ارنسٹ ہیکل (Ernst Haeckel) ، جیمز میکس ویل (James Maxwell)، ڈیکارٹ (Rene Descartes)، بیکن (Francis Bacon)، کیپلر (Johannes Kepler)، لوئیس پاسچر (Louis Pasteur)، گریگر (Gregor Mendel)، گاٹ فریڈ (Gottfried Leibniz)، مارکونی (Guglielmo Marconi)، میکس پلانکس (Max Planck)، تھامسن کیلون (Thomson Kelvin)، ہینزبرگ (Werner Heisenberg)، ایرون شیلڈینر (Erwin Schrodinger) ، فرانسس کولنز (Francis Collins)، جان ایکلز (John Eccles) وغیرہ بھی خدا کے وجود پر ایمان اور یقین رکھتے ہیں لیکن عصر۔حاضر میں جو تھیوری بھی اپنے بارے میں A Theory of Everything ہونے کا دعوی کرے گی تو اسے تو ان سارے سوالات کا جواب دینا پڑے گا۔

چلیں! اگر بفرض محال ہم اس نظریے پرایمان لے آئیں کہ قوانین فطرت (laws of nature) نے کائنات کو پیدا کیا ہے تو اگلا سوال یہ پیدا ہوا کہ قوانین فطرت کا مبدا (origin) کیا ہے؟ یا ہم اس کو مان لیں کہ اس کائنات کی ابتدا بگ بینگ (Big Bang) سے ہوئی ہے تو اگلا سوال یہ پیدا ہواکہ اس سے پہلے کیا ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے جب تک آپ کا نظریہ ان بنیادی سوالات کی وضاحت نہیں کرتا اس وقت تک یہ نامکمل اور ناقص ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بگ بینگ وغیرہ ابھی نظریہ (theory) ہے نہ کہ مشاہدہ (observation) یا تجربہ (experiment) اور کسی سائنسی نظریہ پر ایمان لانا، کسی مذہبی نقطہ نظر پر ایمان لانے سے کس طرح مختلف ہو سکتا ہے؟ تیسری بات یہ ہے کہ اگر کائنات کی ابتدا کے بارے کوئی سائنسی۔نظریہ مشاہدہ یا تجربہ (observation or experiment) سے ثابت ہو بھی جائے تو دنیا میں کتنے لوگ ہیں جو سائنسی۔مشاہدے یا تجربات کو متعلقہ علوم کی اصطلاحی زبان میں (in terms of concerned sciences) سمجھنے کی صلاحیت اور اہلیت رکھتے ہیں؟ ایم۔تھیوری سے اگر آپ کائنات کی تشریح کر دیں تو اس تھیوری کو دنیا میں سمجھنے والے کتنے لوگ ہوں گے؟ اپنی اہلیت اور تعلیم دونوں پہلوؤں سے؟ ایم۔تھیو ری، ماہرین فزکس کی سمجھ میں جتنی آئے سو آئے، بقیہ دنیا کے لیے یہ سائنس نہیں بلکہ سائنسدانوں پر ایمان بالغیب کا سوال ہی رہے گا۔ چوتھی بات یہ ہے کہ ابھی تو بگ بینگ پر تحقیقات سامنے آ رہی ہیں اور کچھ سائنسدانوں نے اسے چیلنج کرنا شروع کر دیا ہے جیسا کہ حال ہی میں جرمن یونیورسٹی ہائیڈل برگ (Heidelberg University) کے ایک نظریاتی ماہر طبیعیات (theoretical physicist) نے "A Universe without Expansion, 2013" کے نام سے ایک ریسرچ آرٹیکل پیش کیا ہے۔ بگ بینگ (Bif Bang)، ارتقاء (Theory of Evolution)، بلیک ہولز (Black Holes) اور کثیر کائناتی (Multiverse) نظریات اس سے زیادہ ایمان بالغیب کے متقاضی ہیں کہ جتنا کتاب مقدس اپنے ماننے والوں سے کرتی ہے۔ ایک منکر خدا نے مسلمان سے کہا: کیا آپ نے دی گرینڈ ڈیزائن "The Grand Design" پڑھی ہے؟ مسلمان نے کہا: کیا آپ نے دی گرینڈ پلان "The Grand Plan" پڑھی ہے؟ دہریے نے کہا: نہیں! ویسے یہ کتاب کس کی ہے؟ مسلمان نے کہا: دی گرینڈ ڈیزائن میں تو صرف ڈیزائن کا ذکر ہے، ڈیزائنر غائب ہے جبکہ دی گرینڈ پلان میں گرینڈ ڈیزائن کے ساتھ ڈیزائنر کا بھی ذکر ہے۔ دہریہ کہنے لگا: واہ، کمال کی بات ہے۔ لیکن پھر بھی بتاؤ تو سہی کہ لکھی کس نے ہے؟ مسلمان نے کہا: خود ڈیزائنر نے۔

اس مکالمہ میں "دی گرینڈ پلان" سے مراد "لوح محفوظ" ہے کہ جس میں کائنات کا ماضی، حال اور مستقبل سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ "دی گرینڈ ڈیزائن" تو کسی کو دیکھنا شاید ہی نصیب ہو لیکن "دی گرینڈ پلان" کا

مشاہدہ (observation) اور تجربہ (experience) تو ہم روزانہ آفاق وانفس (Horizons of the Universe and own selves) میں کرتے ہیں۔ سائنسدان اس "پلان" کے انسانی ذات اور کائنات دونوں پر واقع ہونے کے سامنے کس قدر بے بس، محتاج، عاجز اور مسکین ہے؟ قوانین قدرت (laws of nature) کو دریافت اور تسخیر کر لینے کے بعد بھی نہ اس دنیا میں آنے میں انسان کی مرضی غالب ہے اور نہ جانے میں اس کی خواہش کا احترام ہےاور نہ ہی آنے جانے کے درمیانی وقت میں کسی خوشی کا حصول یا تکلیف سے نجات میں اس کا ارادہ (will) غالب ہے۔ ڈیزائن عظیم ہے تو ڈیزائنر بھی عظیم ہو گا اور نہ صرف عظیم ہو گا بلکہ اپنی مرضی (will) کو غالب رکھے گا۔

بگ بینگ کو اگر مان بھی لیا جائے تو وہ بھی کسی۔ مادے (mass) اور توانائی (energy) کے بغیر تو نہیں ہوسکتا اور سوال یہ ہے کہ وہ مادہ اور توانائی کہاں سے آئی تھی؟ زیرو کو جمع کر لیں، منفی کر لیں، ضرب دے لیں یا تقسیم کر لیں، ہر صورت میں جواب زیرو ہی ہو گا۔ اب کیا اشرف المخلوقات اس قدر گر جائے گا کہ سمیع وبصیر وحدہ لاشریک کے مقابلے میں اندھے بہرے مادی قوانین فطرت کے نہ صرف خالق اور مدبر (creator and organizer) بلکہ رازق (sustainer) اور قدیر (powerful to will anything) ہونے پر بھی ایمان لے آئے گا؟ اتنی سیدھی سی بات ہے لیکن اس کو سمجھ نہیں آ سکتی کہ جس پر اپنی سمجھ دہریوں کے پاس رہن رکھوانے کا طعن لگ جائے۔ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿35﴾ [الطور]

We will describe how M-theory may offer answers to the question of creation. According to M-theory, ours is not the only universe. Instead, M-theory predicts that a great many universes were created out of nothing. Their creation does not require the intervention of some supernatural being or god. Rather, these multiple universes arise naturally from physical law. [Stephen W. Hawking and Leonard Mlodinow, (Bantam Books: New York, 2010), p. 14]; Bodies such as stars or black holes cannot just appear out of nothing. But a whole universe can...Because there is a law like gravity, the universe can and will create itself from nothing...It is not necessary to invoke God to light the blue touch paper and set the universe going. [Stephen W. Hawking and Leonard Mlodinow, p. 144]

قوانین فطرت کائنات کو پیدا کر سکتے ہیں لیکن ایک جیٹ انجن نہیں بنا سکتے؟ دہریوں کی یہ عجیب تر منطق ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ عدم (nothing) سے عدم (nothing) ہی نکل سکتا ہے نہ کہ کچھ (something)۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم یہ کہیں کہ X نے Y کو بنایا ہے تو X پہلے ہو گا اور Y بعد میں۔ اور اگر ہم یہ دعوی کریں کہ X نے X کو پیدا کیا ہے تو X اپنی پیدائش (creation) سے پہلے موجود ہو گا اور یہ عدم (nothing) سے پیدا نہیں ہوا۔ تیسری بات یہ ہے کہ جب کائنات کے عدم سے وجود میں آنے کے لیے قانون کشش ثقل (law of gravity) کا ہونا ضروری ہے تو یہ عدم سے تو وجود میں نہیں آئی۔ امر واقعہ یہ ہے، جبکہ بہت سے ماہرین فزکس نے بھی اس کا اقرار کیا ہے، کہ الٰہیات (theology) فزکس کا میدان نہیں تھا لیکن بعض نامور سائنسدانوں نے نظریاتی فزکس (theoretical physics) کے رستے اس میں گھس کر اپنی تحریروں میں سطحیت پیدا کر لی ہے۔ پس قوانین فطرت بیانیہ (descriptive) اور خبریہ (predictive) ہو سکتے ہیں لیکن خالق (creator) نہیں۔ مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ هَلْ

يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿24﴾ [هود]؛ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿16﴾ [الرعد]؛ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ ﴿19﴾ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ﴿20﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ﴿21﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ﴿22﴾ إِنْ أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿23﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿24﴾ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿25﴾ [الفاطر]؛ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَالِغِيهِ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿56﴾ [غافر]

اور فزکس میں خود (quantum mechanics) اور (general relativity) کے میدانوں (disciplines) کے باہمی اختلاف نے فزکس کے رستے حقیقت (reality) تک رسائی کو تقریباً ناممکن بنا دیا ہے۔ پہلی شاخ کی بنیاد electromagnetic، strong nuclear اور weak nuclear قوتوں پر ہے جبکہ دوسری میں اصل کشش ثقل (gravity) ہے۔ اور اس موضوع پر مطالعہ یہ بتلاتا ہے کہ quantum gravity کے رستے اسٹرنگ تھیوری (string theory) وغیرہ جیسی کوششوں سے انہیں جمع کرنا تا حال ایک خواہش سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں کوانٹم میکانکس میں اصول لا یقینیت (uncertainty principle) اور موج وذرہ دوگانگی (wave-particle duality) نے تو اس مقدمے کو کچھ اور یقینی بنا دیا ہے کہ فزکس کے رستے حقیقت (reality) تک رسائی ناممکن ہے۔ اگر بگ بینگ کو مان بھی لیا جائے تو بھی ڈیزائن کی دلیل (Design Argument) اس بات کی متقاضی ہے کہ خالق کو مانا جائے۔ مثلاً کیا وجہ ہے کہ بگ بینگ میں توسیع کائنات کا تناسب (rate of expansion of the universe) اتنا ہی کیوں ہے کہ جو زندگی کے لیے معاون (supporting for life) ہو؟ اسی طرح اس تھیوری میں سینکڑوں مقامات پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے اور ہر جگہ اس کا جواب اتفاق (chance) سے دینا ناممکن بلکہ نظریہ احتمال (probability theory) کے بھی خلاف ہے۔ اس اتفاق کے اعتراض کا جواب دینے کے لیے دہریوں کی طرف سے کثیر کائناتی (Multiverse) کا نظریہ پیش کیا گیا ہے اور ہمارے سادہ لوح مسلمان سائنسدان اس نظریہ کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کی کوششیں فرما رہے ہیں۔ معلوم نہیں ہمیں کیا ہو گیا ہے! کیا ہم مغرب کے جملہ سائنسی اوہام (superstitions) کو قر آن مجید سے ثابت کر کے ہی کتاب اللہ اور سائنسی نظریہ دونوں کی حقانیت (authenticity) ثابت کر سکتے ہیں؟ اور اب تو متوازی کائنات (parallel universe) اور اسی طرح مخالف زمین (counter earth) اور تاریک توانائی (dark energy) وغیرہ جیسی ابحاث کا مطالعہ کرنے سے یہ سائنس کم اور افسانہ (fiction) زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ اور اللہ نہ کرے کہ ہمارے ہاں کسی مخلص مسلمان سائنسدان کو یہ خیال سوجھے کہ وہ اس افسانوی سائنس (theoretical physics) سے "عالم مثال" کا وجود ثابت کرنے کی کوشش کرے۔

اور خدا کے وجود کے بہت سے دلائل ہیں کہ جو اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہیں۔ مثال کے طور مذہبی تجربہ (religious experience) اس کے وجود کی ایک صریح دلیل ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ذکر ہے: اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿35﴾ [النور]۔ اور ایمان محض اندھے یقین (blind faith) کا نام نہیں بلکہ ایک تجربہ (experiment) بھی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الإِيمَانِ: مَنْ كَانَ

اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لاَ يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الكُفْرِ، بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ، مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ. [البخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَابٌ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَعُودَ فِي الكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ مِنَ الإِيمَانِ، 13/1]۔ اسی طرح دنیا میں لاکھوں انسانوں کو اس کا تجربہ ہوتا ہے کہ وہ وہ کسی مشکل گھڑی میں اپنے رب کو پکارتے ہیں تو ان کی مصیبت دور ہو جاتی ہے اور اکثر اوقات تو دنیاوی علوم کے مطابق آزمائش کے ٹل جانے یا دعا کے پورا ہو جانے کی سوائے خدا کی مداخلت (Intervention of God) کے اور کوئی توجیح ممکن نہیں ہوتی مثلاً کینسر کے آخری مرحلے کے مریض دعا کے نتیجے میں صحت یاب ہو جاتے ہیں یا بانجھ (sterile) کو اولاد مل جاتی ہے۔

شیخ بن باز رحمہ اللہ کے پاس ایک دہریہ (atheist) آیا اور ان سے کافی دیر تک خدا کے وجود کے بارے سوالات کرتا رہا اور شیخ اس کے سوالات کے جوابات دیتے رہے یہاں تک کہ اس نے تنگ آ کر کہا: کیا آپ کو کبھی خدا کے وجود کے بارے شک نہیں ہوا؟ شیخ نے کہا: نہیں، اور یہ تمہاری بدبختی ہے کہ تمہیں خدا کے وجود کے بارے شک پیدا ہوا ہے۔ قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّـهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿10﴾ [إبراهيم]۔ شیخ کے اس جواب میں کوئی بناوٹ یا مصنوعیت نہیں تھی۔ آپ آج بھی پاکستان کے کسی بھی گاؤں کی مسجد میں پنج وقتہ نمازی ان پڑھ بوڑھے بابا جی سے سوال کر لیں کہ انہیں اپنی زندگی میں کبھی خدا کے نہ ہونے کے بارے سوال پیدا ہوا تو جواب نفی میں ہو گا۔ دنیا میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں لوگ ہیں جنہیں زندگی بھر میں نہ تو کبھی شک ہوا اور نہ ہی کوئی سوال پیدا ہوا۔ یہ کیا ہے؟ یہ ایمان کا تجربہ ہےجو ہر مخلص بندہ مومن کو حاصل ہوتا ہے۔ اب یہ کہنا کہ ایسے تجربات تو دنیا کے ہر مذہب کے ماننے والوں کو ہو جاتے ہیں۔ تو اس دلیل کا جواب نہیں ہے۔ جس طرح ہر مذہب اور ازم کے ماننے والے کے پاس عقلی دلیل ہوتی ہے تو محض دلیل کے ہونے سے تو وہ حق ثابت نہیں ہو جاتا۔ تو آپ اس دلیل کا تجزیہ کرتے ہیں، اگر وہ واقعی میں عقلی ومنطقی دلیل ہو تو قبول کرتے ہیں ورنہ رد کرتے ہیں۔ یہی معاملہ انسانی احوال کا بھی ہے کہ کبھی وہ رحمان کی طرف سے ہوتے ہیں اور کبھی شیطان کی طرف سے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے دونوں کے احوال میں فرق اور پہچان کے حوالے سے ایک کتاب لکھی ہے۔ دوسری اور اہم بات یہ ہے کہ انسان کا حال، اس کے لیے دلیل ہے، دوسرے کے لیے نہیں۔ ہم نے یہ بات کی ہے۔ تو انسان اگر اپنے احوال میں سچا ہو گا تو اس کا حال اس کے لیے لازما حق کی دلیل بن جائے گا۔ فإذا كان العبد من هؤلاء فرق بين حال أولياء الرحمن وحال أولياء الشيطان، كما يفرق الصيرفي بين الدرهم الجيد والدرهم الزيف، وكما يفرق من يعرف الخيل بين الفرس الجيد والفرس الرديء، وكما يفرق من يعرف الفروسية بين الشجاع والجبان، وكما أنه يجب الفرق بين النبي الصادق وبين المتنبي الكذاب، فيفرق بين محمد الصادق الأمين رسول رب العالمين، وموسى والمسيح وغيرهم، وبين مسيلمة الكذاب والأسود العنسي، وطلحة الأسدي، والحارث الدمشقي، وباباه الرومي، وغيرهم من الكذابين، وكذلك يفرق بين أولياء الله المتقين، وأولياء الشيطان الضالين. [ابن تيمية، الفرقان بين أولياء الرحمن وأولياء الشيطان، مكتبة دار البيان، دمشق، 1985 م، ص 85]۔

پھر قرآن مجید سے جو احوال پیدا ہوتے ہیں وہ مذہبی تجربہ بن جاتے ہیں جیسا کہ آپ بند کمرے میں اکیلے ہوں اور لائٹ آف کر کے کسی اچھے سے عرب قاری قرآن کی آواز میں قرآن مجید کی تلاوت سن رہے ہوں جیسا کہ سعد الغامدی، ادریس ابکر اور المعیقلی وغیرہ ہیں تو آپ کے آنکھوں سے گرنے والا ایک ایک آنسو

خدا کے وجود کی دلیل بن کر گر رہا ہوتا ہے۔ لیکن ایسا کوئی منکر خدا بھلا کیونکر کرے گا کہ قرآن مجید اس طرح سے سنے! دیکھیں، ہم جن لوگوں کی یہاں بات کر رہے ہیں، وہ ایسے منکرین خدا ہیں جو اسلام سے پھر گئے ہیں یعنی مسلم معاشروں میں پیدا ہو رہے ہیں، تو وہ اگر حقیقت کو جاننا چاہتے ہیں اور اپنی طلب میں سچے ہیں تو ان کے لیے یہ کرنا کچھ ایشو نہیں ہے کہ انہیں ماضی میں قرآن مجید سے ایک مناسبت رہ چکی ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کے احوال ایسے ہیں جو غیر مسلموں پر بھی طاری ہوتے ہیں اور اس کا مشاہدہ عام ہے۔ تاریخ انسانی میں ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ قرآن مجید سن کر ایمان لائے ہیں۔ ابھی بھی آپ یو-ٹیوب پر سینکڑوں ایسی ویڈیوز ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ جن میں غیر مسلم قرآن مجید کی تلاوت سن رہے ہیں اور ان کے آنسو گر رہے ہیں، ان کے چہرے متغیر ہو رہے ہیں، بھلے وہ ایمان نہیں لائے لیکن انہیں ایک کیفیت حاصل ہوئی ہے جو صاف دیکھی جا سکتی ہے۔ اب یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ انہیں یہ کیفیت پڑھنے والے کے ترنم، لحن اور غناء کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ تو یہ بات کسی حد تک درست ہے کہ پڑھنے والے کی آواز کا بھی اثر ہوتا ہے لیکن قرآن مجید کے علاوہ کیا کسی بھی مذہبی یا مقدس کتاب کو اس طرح سے پڑھا گیا ہے کہ لوگ اس کو سن کر اس مذہب پر ایمان لے آئے ہوں یا سامعین پر اسے سن کر وہ کیفیات طاری ہوئی ہوں جو قرآن مجید سننے والوں پر طاری ہوتی ہیں حالانکہ سنگرز یعنی گانے بجانے میں مہارت رکھنے والے غیر مسلموں کے پاس زیادہ ہیں کیونکہ ان کے مذہب میں یہ اصلا جائز ہے جبکہ مسلمانوں کے مذہب میں تو یہ جائز ہی نہیں ہے۔

علاوہ ازیں خالق کے وجود پر اس کی مخلوق ہی دلالت کرنے کے لیے کافی ہے جیسا کہ فن پارے کا وجود فنکار (artist)، عالیشان عمارت کا وجود اپنے معمار اور جیٹ انجن کا وجود اپنے انجینئر کے حسن تخلیق کی دلیل ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿20﴾ [العنکبوت]؛ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿20﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿21﴾ [الذاریات]؛ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿53﴾ [فصلت]؛ قيل لبَعض الاعراب بِمَ عرفت رَبك فَقَالَ البعرة تدل على الْبَعِير وآثار الخطا تدل على الْمسير فسماء ذَات أبراج وَأَرْض ذَات فجاج كَيفَ لَا تدل على الْعلي الْكَبِير. [إيثار الحق على الخلق في رد الخلافات إلى المذهب الحق من أصول التوحيد، ابن الوزير، محمد بن إبراهيم بن علي بن المرتضى الحسني القاسمي، دار الكتب العلمية، بيروت، الثانية، 1987م، ص 52]

رہی بیالوجی کی بات تو زمین پر حیات کی ابتدا (Origin of Life on Earth) سے ہٹ کر کائنات کے مبدا (Origin of the Universe) کے بارے کچھ پشین گوئی (predict) اس کے بس سے باہر ہے کیونکہ یہ اس کا موضوع اور میدان ہی نہیں ہے۔ تو یہ نظریہ بھی نامکمل اور ناقص ہے اور اس قابل نہیں ہے کہ A Theory of Everything بن سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ نظریہ ارتقاء کو مان لینے کا لازمی نتیجہ خدا کا انکار (atheism) نہیں ہے۔ نظریہ تخلیق (creationism) نے جو مکاتب فکر (schools of thought) پیدا کیے ہیں ان میں Theistic Evolution اور Intelligent Design نے ارتقاء کو خدا کے وجود کی دلیل کے طور بیان کیا ہے۔ امریکن ماہر جینیات (geneticist) ڈائریکٹر این آئی ایچ (NIH) کی کتاب The Language of God: A Scientist Presents Evidence for Belief اسی سلسلے کی کوشش ہے۔ پھر ارتقاء ایک نظریہ (theory) ہے یا امرواقعہ (fact)، اس بارے ماہرین حیاتیات (biologists) کا اختلاف ہے۔ ڈاکنز (Dawkinz) کے نزدیک یہ ایک امر واقعہ (fact) ہے، فٹشیو (Kirk Fitzhugh) نے اسے نظریہ (theory)

کہا ہے۔ اور جولین ہکسلے (Julian Huxley)، رچرڈ لینسکی (Richard Lenski) وغیرہ کا کہنا ہے کہ یہ کچھ نظریہ (theory) ہے اور کچھ امر واقعہ (fact)۔ اور جسے امر واقعہ کہا جا سکتا ہے وہ وقت کے ساتھ حیاتیات میں تبدیلی (change in organism during the history) ہے جبکہ اس کے علاوہ ابھی نظریہ ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ نظریہ ارتقاء کو امر واقعہ (fact) ماننے کا جواب Irreducible Complexity کے نظریہ میں مکمل طور موجود ہے۔ اس کا جواب بعض لوگوں نے اندھے گھڑی ساز (The Blind watchmaker) سے دینے کی کوشش کی ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ دہریے سنتے دیکھتے خالق کا انکار کرتے کرتے اندھے بہرے خدا کا اقرار کر بیٹھے۔ عصر حاضر کے دہریوں نے خدا کے انکار کے نتیجے میں جو جہالت پیدا کر دی ہے، اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ یا تو آپ ارتقاء پر ایمان لے آئیں اور فطری انتخاب (Natural Selection) کو اندھے بہرے خدا کے طور پر مان لیں یا پھر بگ بینگ پر ایمان لائیں اور خدائی ذرے (God Particle) کی کھوج کی صورت میں اندھے بہرے خدا کی تلاش کی مہم جاری رکھیں۔ اور پانچویں بات یہ ہے کہ اگر ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو بفرض محال امر واقعہ (fact) مان بھی لیا جائے تو پھر بھی ایک عام شخص کے لیے یہ ماہرین حیاتیات (biologists) پر اندھا ایمان (blind faith) لانے کا سوال ہی بنتا ہے کیونکہ عامی کے پاس نہ تو اس نظریہ کے جمیع پیچیدہ اور تفصیلی مراحل کو سمجھنے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی اتنا علم کہ ان کا تنقیدی یا تجزیاتی جائزہ (critical and analytic study) لے سکے۔ چھٹی بات یہ ہے کہ ڈین این اے میں تبدیلی (change in DNA) ارتقاء کے حق میں جتنی دلیل بنتی ہے، اس سے زیادہ اس کے خلاف دلیل بنتی ہے۔ رینگنے والے جانوروں (reptiles) کے ڈی این اے (DNA) میں پرندوں کے پروں کے بارے کوئی معلومات (information) نہیں ہوتی تو یہ اضافی انفارمیشن (additional information) کہاں سے آ گئی؟ امر واقعہ یہ ہے کہ جنیاتی تبدیلی (genetic mutation) سے جنیاتی انفارمیشن (genetic information) پیدا نہیں ہوتی بلکہ کم ہی ہوتی ہے۔ اور اضافی انفارمیشن کے لیے پیچھے عقل (intellect) کا ہونا ضروری ہے۔

آج کل کچھ مسلم بیالوجسٹ ارتقاء کے حق میں یہ دلیل دیتے نظر آتے ہیں کہ قرآن مجید میں بھی تو بچے کی پیدائش کے مراحل موجود ہیں۔پہلی بات یہ ہے کہ بچے کی پیدائش کے مراحل میں جو تبدیلی ہے، وہ ایک ہی نوع (species) کے متنوع مراحل ہیں جبکہ ارتقاء پسند تو چھچھوندر سے انسان بننے کی بات کر رہے ہیں۔ اسی طرح مالٹے اور کنو سے سنگترہ بنانے یا ان سے ناریل اور تربوز بنانے یا آم اور کیلا بنانے میں کیا کوئی فرق نہیں ہے؟ کتے کی ایک نسل سے دوسری نسل کے پیدا ہو جانے کے امکان اور کتے سے بلی بن جانے کے امکان میں کیا کوئی فرق نہیں ہے؟ ارتقائی درخت (evolutionary tree) اسی قسم کے لطیفوں سے بھرا پڑا ہے کہ جس کے مطابق کتا اور ریچھ آپس میں چچازاد (cousin) ہیں لیکن دلیل اس کی غائب ربط (missing link) ہے۔ اور اب تو علمی دیانتداری اور ارتقائی مذہب پر ایمان کا یہ عالم ہے کہ بیالوجسٹ بندر (apes) اور انسان کے مابین غائب ربط (missing link) تلاش کرنے کی بجائے اسے بنانے کی خدمت سر انجام دے رہے ہیں۔

رہے پاکستانی منکرین خدا (Pakistani Atheists) تو ان سے بات چیت اور انہیں پڑھنے سننے کے بعد ایک شخص کا احساس یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی مذاق (joke) سے کم نہیں ہیں۔ ان میں کچھ تو نوجوان ہیں جو اپنے دہریے (atheist) ہونے پر بڑا فخر کرتے ہیں اور ان کی زندگی کا کل مقصود یہ ہے کہ انہیں اپنے خیالات جیسی۔ کوئی لڑکی (female atheist) مل جائے اور اس کے بعد کی کہانی واضح ہے۔ ان میں بعض وہ بھی ہیں جو بات بات پر ان شاء اللہ یا thank God کہیں گے یا عید کی نماز پڑھ لیں گے یا کسی کی نماز جنازہ میں شریک ہو جائیں گے۔ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے مرنے سے پہلے اپنے ورثا کو یہ وصیت کی ہوکہ میرا جنازہ نہ

پڑھانا یا جو اپنی ماں، بیٹی یا بہن سے نکاح کو جائز سمجھتا ہو۔ ان میں بعض وہ ہیں جو اپنے آپ کو مفکر (intellectual) ثابت کرنے لیے ایسی حرکتیں کرتے ہیں جبکہ بعض وہ ہیں جو مولوی کا ردعمل (reaction) ہیں۔ اور اگر زیادہ کسی نے علمی میدان میں کوئی تیر مار لیا تو کسی انگریز منکر خدا کی کتاب کا اردو ترجمہ کر دیا اور اس فخر کے ساتھ جیسےاندھیروں میں علم کی "مشعل" روشن کر دی ہو۔ اور مشعل کو رومن اردو میں بھی لکھیں بھی یوں کہ جیسے اس لفظ کا صحیح اردو تلفظ بھی نہ معلوم ہو۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اگر اصل کتاب اگر فنی ہو تو اردو ترجمے سے زیادہ انگریزی میں کتاب زیادہ سمجھ آتی ہے۔ ان سب رویوں کے بارے ہمارے پاس پریشان خیال دہریہ "confused atheist" کی ایک اصطلاح موجود ہے۔ بہرحال پروفیسر ڈاکٹر پرویز ہود بھائی کی سرپرستی میں پھلنے پھولنے والی اس امریکن این-جی-او کے بارے ایک تعارفی تحریر ہماری کتاب "مکالمہ" میں شامل ہے جسے گوگل کر کے ڈاؤن لوڈ کیا جا سکتا ہے۔

بعض ماہرین حیاتیات (biologist) کا کہنا ہے کہ ڈارون نے یہ ممکن بنا دیا ہے کہ ہم ایک مسلح فکری منکر خدا (intellectual fulfilled atheist) کی طرح زندگی گزار سکیں جبکہ دوسری طرف ہمارے بعض مسلم بیالوجسٹ قرآن مجید سے ارتقاء کو ثابت کرنے کی مذہبی خدمت سر انجام دینے میں مصروف عمل ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ڈارون سے پہلے ان دہریوں (Atheists) کے پاس تخلیق کائنات اور انسان کی ابتداءکی کوئی توجیہ موجود نہ تھی اور مذہب اور خدا کا انکار کرنے کے بعد اہل مذہب کی طرف سے متبادل کے سوال پر یہ بغلیں جھانکنا شروع کر دیتے تھے۔ ڈارون کے نظریہ ارتقاء نے تو گویا ان کی چاندی لگا دی ہے، اور اب ان کے پاس خدا اور مذہب کے انکار کے بعد اس کائنات کے موجود ہونے کی کوئی واحد کمزور، نامکمل، گھسی۔پٹی، غیر منطقی، غیر سائنسی توجیہ اگر موجود ہے تو وہ ڈارون کا نظریہ ارتقاء ہے۔ اور ڈارون کے نظریہ ارتقاء کا گر جانا دہریت کی عمارت دھڑام سے گرنے کے مترداف ہے۔

Darwin made it possible to be an intellectually fulfilled atheist. [The Blind Watchmaker, (New York: Norton, 1986), pp. 6-7.]

مسلم معاشروں کی ایک انتہا تو اس قسم کے منکرین خدا (Pro Active Atheists) ہیں جن کا ذکر اوپر گزر چکا جبکہ دوسری طرف مذہبی جیالے ہیں جو ان دہریوں کے ردعمل میں پیدا ہوتے ہیں یا یہ دونوں انتہائیں ایک دوسرے کا ردعمل ہیں۔ ہم میں بعض لوگ بگ بینگ کی تھیوری کو قرآن مجید سے ثابت کرتے ہیں اور بعض ڈارون کا نظریہ ارتقاء۔ اور اس طرح ثابت کرتے ہیں جیسے بنیادی ایمانیات (fundamental beliefs) قرآن مجید سے ثابت ہو رہے ہوں۔ اب یہ مذہبی جیالے پن کا ہی یہ نتیجہ ہو سکتا ہے کہ کافی عرصہ پہلے پاکستان کی ایک معروف یونیورسٹی کے فزکس ڈیپارٹمنٹ سے متعلق پروفیسرز کے ایک گروپ نے ایک ایسے پراجیکٹ پر کام شروع کیا کہ جس کا مقصد جنات سے انرجی پیدا کرنا تھا تاکہ پاکستان میں انرجی کا بحران (energy crises) کم کیا جا سکے، اللہ اکبر! پرویز ہود بھائی جیسے لوگ ایسی ہی باتوں کا اپنی کتاب "اسلام اور سائنس" میں مذاق اڑاتے ہیں۔ اس منہج کے مطابق لکھی گئی بعض تفاسیر کا مطالعہ کریں تو قرآن مجید کتاب ہدایت (Book of Guidance) کم اور سائنس کی کتاب (Book of Science) زیادہ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ علامہ طنطاوی کی "جواہر القرآن" ہے۔ گویا کہ اب قرآن مجید کی حقانیت اس وقت تک ثابت نہیں ہو گی جب تک کہ وہ مغرب کے جملہ اوہام اور منگھڑت نظریات کی کسوٹی پر پورا نہ اترے۔ آج سے تقریباً چالیس سال پہلے ایک سائنسدان نے بلیک ہولز کا نظریہ پیش کیا اور اس کے بعد سے بعض مسلمان سائنسدانوں نے قرآن مجید کی سورۃ الواقعہ کی بعض آیات سے بلیک ہولز کو ثابت کرنا شروع کر دیا۔ اب

2014ء میں وہ صاحب تو اپنی تھیوری سے رجوع کر رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے چالیس سال پہلے غلط سمجھا تھا کہ بلیک ہولز سے کسی قسم کی انفارمیشن نہیں نکل سکتی اور جو نکلتی ہے وہ نئی ہوتی ہے۔ اور اب وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ضروری نہیں ہے کہ بلیک ہولز ہر چیز کو اپنے اندر جذب کر لیں اور یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ہمیں event horizons کی بجائے apparent horizons پر سوچنا چاہیے کیونکہ کوانٹم میکانکس بھی پہلی صورت کو قبول نہیں کرتی ہے کہ جس میں انفارمیشن ختم ہو جاتی ہے۔
ہماری نظر میں یہ رویہ بالکل بھی درست نہیں ہے بلکہ نقصان دہ ہیں کیونکہ آج ہم اگر نظریہ ارتقاء اور بگ بینگ تھیوری کو قرآن مجید سے ثابت کر کے مسلمانوں سے اس پر ایمان لانے کا مطالبہ کریں گے تو کل کلاں اہل سائنس نے ہی اگر ان نظریات سے رجوع کر لیا تو پھر امت سے کیا کہیں گے؟ کہ خدا غلط تھا؟ سائنس میں نظریہ (theory) اور چیز ہے جبکہ امر واقعہ (fact) بالکل اور شیء ہے۔ اسی طرح کسی شیء کے سائنسی امر واقعہ (scientific fact) ہونے کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن مجید بھی اسے لازماً ہی بیان کرے۔ قرآن مجید کا موضوع فزکس، بیالوجی، کیمسٹری، ریاضی نہیں بلکہ ہدایت کا بیان ہے۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ کتاب اللہ میں بعض ایسی باتیں موجود ہیں کہ جو دیگر علوم کا بھی موضوع ہے لیکن ان میں بھی پروردگار کا اصل مقصود ہدایت کا پہلو ہے جیسا کہ سابقہ قوموں کے حالات وواقعات نقل کیے گئے ہیں یا ماں کے پیٹ میں بچے کی پیدائش کے مراحل بیان کیے گئے ہیں وغیرہ۔ قرآن مجید کے بیان میں کچھ باتیں محکمات میں سےہیں جبکہ کچھ متشابہات ہیں۔ کچھ آیات کا مفہوم صریح (explicit) ہے جبکہ کچھ میں ایک سے زائد آراء کی گنجائش ہے۔ بچے کی پیدائش کے جو مراحل قرآن مجید نے بیان کیے ہیں، وہ صریح ہیں۔ انہیں بیان کرنے یا ان کو سائنسی امر واقعہ کے ساتھ ملا کر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تو قرآن مجید صحابہ کی زبان میں نازل ہوا اور پروردگار نے ان سے ایساکلام کیا ہے جو ان کو سمجھ آئے۔ یہ تو کلام الہی کا نقص شمار ہو گا کہ وہ نہ تو مخاطبین اولین کو سمجھ آیا کہ جنہیں سمجھانے ہی کے لیے و ہ نازل کیا گیا تھا اور مزید یہ کہ خدا کا کلام سمجھنے کے لیے ہمیں چودہ صدیاں انتظار بھی کرنا پڑا۔ قرآن مجید کا وہی مفہوم درست ہے جو صحابہ رضوان اللہ علیہم نے سمجھا اور سمجھایا کیونکہ ارشاد باری تعالی ہے: إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿2﴾ [یوسف]۔ اور بچے کی پیدائش کے مراحل اس وقت بھی صحابہ کو سمجھ میں آتے تھے کہ عورتوں کا بعض اوقات وقت سے پہلے حمل گر جاتا تھا لہذا یہ ایک اعتبار سے مشاہداتی چیز تھی۔

[6] بعض ماہرین طبیعیات تو اس بات کو دبا ہی گئے کہ عدم (nothing) سے اگر کائنات خود وجود میں آ سکتی ہے تو ان کی عدم سے مراد کیا ہے جبکہ بعض نے عدم سے quantum vacuum مراد لیا ہے اور سائنسی۔ حلقوں میں اس پر کافی بحث ہے کہ اب عامۃ الناس کو دھوکا دینے کے لیے الفاظ کے معانی بھی اپنے ہی مراد لیے جائیں گے۔ اور ہمارے ہاں کے وجودی یہاں پر خوش ہوتے ہیں کہ عدم کچھ شیء ثابت ہو گیا ہے یعنی ان کے بقول ان کا مقدمہ سائنس سے ثابت ہو گیا ہے۔ انہیں یہ تک نہیں معلوم کہ اختلاف کا محل کیا ہے؟ اختلاف کا محل، عدم کی مصطلح (term) ہے اور مدار اختلاف، علم لغت ہے۔ لغت میں عدم سے مراد عدم محض ہی ہوتا ہے نہ کہ کچھ شیء۔ اس لیے بعض سائنسدانوں نے جب اسے کچھ شیء کے معنی میں استعمال کیا تو خود ان کے ہاں اس استعمال کی مخالفت شروع ہو گئی۔ اس سے زبان کا بگاڑ لازم آتا ہے کہ ایک مصطلح کسی زبان میں ایک معنی میں استعمال ہو رہی ہو اور آپ اسے اپنے معانی میں استعمال کرنا شروع کر دیں اور پھر کہیں کہ دیکھیں، اب میرا موقف ثابت ہو گیا ہے۔ بے وقوفی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے۔
اہل مغرب نے اپنے ہر علم، خواہ وہ سائنسی ہو سماجی، تاریخی ہو یا لسانی، کو نظریہ ارتقاء کی روشنی میں

مرتب کر کے دکھا دیا ہے اور اب اہل مشرق کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ہر علم کو ،چاہے وہ تاریخ ہو سائنس، نظریہ تخلیق کی روشنی میں مرتب کر کے دکھا دیں۔ اور جب تک ہمارے محققین فلسفہ، سائیکالوجی، بیالوجی، نظریاتی فزکس، عمرانیات، لسانیات اور تاریخ کے مضامین میں نظریہ تخلیق کی روشنی میں بحث وتحقیق کی بنیاد نہیں رکھتے اور یوں ان علوم کا قبلہ درست نہیں کرتے ہیں تو اس وقت تک دنیاوی علوم سے مذہب کا مقدمہ ثابت کرنا ممکن نہیں ہے۔

[7] تنزلات ستہ مراد ہیں کہ جس کی کوئی دلیل نص میں صراحتاً تو کجا اشارتاً بھی موجود نہیں ہے۔ اس فلسفہ کے مطابق خالق کے وجود سے مخلوق کے وجود تک کا سفر چھ تنزلات [وحدت/حقیقت محمدیہ، وحدیت/اعیان ثابتہ، روح/عالم امر، مثال/عالم کلی، جسم/عالم خلق، انسان/عالم انسان] میں طے ہوا۔ بعض کے نزدیک احدیت پہلا تنزل ہے اور وہ انسان کو شامل نہیں کرتے۔ ان کا کہنا ہے کہ حقیقت اپنی ذات اور جوہر کے اعتبار سے واحد جبکہ اسماء اور صفات کے اعتبار سے کثرت ہے کہ اعیان ثابتہ نے وجود یعنی خارجی وجود کی بو بھی نہیں چکھی۔ وجود مطلق اور عدم مطلق کے مابین حد فاصل عالم برزخ ہے ۔ اسماء وصفات کی طرف سے حالت عدم میں ثابت اعیان ثابتہ پر تجلی سے حقائق ممکنات کا ظہور ہوا۔ اور عالم متجلی، عالم غیب، عالم خیال اور عالم شہادۃ میں منقسم ہے۔ وجود سے ان کی مراد " ما بہ الموجودیۃ" ہے نہ کہ مصدری معنی کہ جو محض ذہنی انتزاع ہے۔

آسان الفاظ میں ان کے بقول مادی انسان کی حقیقت اس کا جسم نہیں بلکہ روح ہے۔ پھر مادی جسم میں موجود روح بھی اس کی اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ تمام ارواح کی ایک مثالی روح ہے جو عالم مثال میں موجود ہے اور وہ مثالی روح، اس جسمانی روح کی حقیقت ہے۔ پھر وہ عالم مثال کی مثالی روح بھی حقیقت نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی وجود ہے بلکہ خدا کے خیال میں موجود اس مثالی روح کا تصور یعنی اس مثالی روح کا عین ثابت اصل حقیقت ہے۔ یہ عین ثابت حالت عدم میں تھا کہ اسماء وصفات کی تجلی اس پر پڑی اور یہ روشن ہو گیا اور اسے صورت حاصل ہو گئی۔ اور قرآن مجید میں تخلیق کا معنی یہی ہے یعنی تخلیق انہی معانی میں ہوئی ہے۔ یہی حقیقی وجود ہے جو خدا کا خیال ہے۔ روشن ہونے والے اس عین ثابت نے اپنے آپ کو ظاہر وجود کے آئینے میں دیکھا تو اس آئینے میں اس کا عکس منعکس ہوا تو یوں اس کا ظلی وجود حاصل ہوا اور اسے اپنے موجود ہونے کا وہم پیدا ہوا۔ تو ظلی وجود بھی خدا کے خیال سے باہر نہیں ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بقول پہلی بات تو یہ ہے کہ فلاسفہ کے نزدیک وہ "وجود مطلق بشرط الاطلاق" ہے جبکہ وجودیوں کے نزدیک "وجود مطلق لابشرط" ہے۔ پہلی صورت میں خالق کا وجود محض ذہنی ہے کہ خارج میں مطلق کاوجود ممکن نہیں ہے بلکہ معین ہی ہو گا جبکہ دوسری صورت میں مخلوق بھی خالق ہی ہے کہ یہ مجرد وجود ہے کہ جس میں واجب، ممکن، قدیم، حادث، واحد، کثیر، ذہنی، خارجی، عالم، جاہل، قادر، عاجز وغیرہ کی کوئی قید نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ معدومات کے اعیان عدم میں ثابت ہیں جبکہ عدم ان کے ہاں شیء ہے۔ پس وجود اور ثبوت کے مابین فرق کرنے کے باوجود ان میں اتحاد ماننے کی وجہ سے یہ اتحادیہ میں شامل ہیں کہ ان کے نزدیک واجب الوجود، ممکن الوجود کا عین ثابت ہے۔

یہ آخری جملہ بہت اہم اور قابل غور ہے۔ اس فلسفے کی معروف بنیادیں دو ہیں؛ ایک یہ کہ معدوم بھی شیء ہے کہ جس کی حقیقت، ماہیت یا عین، ثابت ہے کیونکہ معدوم سے تمیز اس کے شیء ہونے کو مستلزم ہے۔ اور دوسرا یہ کہ معدومات کے اعیان ہی عین وجود حق ہیں ۔ پس اعیان ثابتہ قدیم ہیں یعنی جمیع عالم کا مادہ قدیم ہے حبکہ صورت حادث ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی "شیء" کے ذہنی اور خارجی وجود میں زمین

وآسمان کا فرق ہے اور درجہ علم میں کسی شيء کا ذہنی ثبوت، اس کے خارجی ثبوت کو مستلزم نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: قُل لَّوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَّابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ﴿42﴾ [الإسراء] لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿22﴾ [الأنبياء]۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ معدوم درجہ علم میں شيء ہے تو یہ بات درست ہے لیکن یہ کہنا غلط ہے کہ معدوم فی نفسہ شيء ہے، چاہے وہ درجہ کتابت میں ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ ایک روایت کے الفاظ ہیں: «إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ قَالَ: رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ» [سنن أبي داود، كِتاب السُّنَّةِ، بَابٌ فِي الْقَدَرِ، 225/4]۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ فلاسفہ کے نزدیک معدومات مخلوق ہیں جبکہ وجودیوں کے نزدیک عین ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ معدوم کا نہ تو کوئی ثبوت ہوتا ہے اور نہ ہی وجود جیسا کہ ان کا کہنا ہے کہ معدوم کا ثبوت تو ہوتا ہے لیکن وجود نہیں۔ اور ثبوت سے ان کی مراد علمی وجود ہے۔ ارشادباری تعالی ہے: وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِن قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿9﴾ [مريم]؛ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿35﴾ [الطور]۔ اور ان کا یہ کہنا کہ وجود، ماہیت اور حقیقت سے زائد ایک صفت ہے، بھی غلط ہے کیونکہ کسی۔شيء کی ماہیت اور حقیقت اس کا عین وجود ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿40﴾ [النحل]۔ اس آیت مبارکہ میں معدوم کو درجہ علم میں شيء قرار دیا گیا ہے۔ اور اگر وہ خارج میں شيء ہو تو یہ تحصیل حاصل ہے۔ اور معدوم سے خطاب، طلب جازم کا اظہار ہے جیسا کہ انسان کا یہ کہنا کہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ ان کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ اعیان ثابتہ، عین حق ہیں اور فرعون کے قول کی بھی یہی حقیقت ہے۔ دونوں وجود میں مشترک ہیں جبکہ ماہیت اور عین میں فرق ہے کہ وجود ان کے نزدیک صفت زائد ہے۔ پہلا نکتہ تو یہ ہے کہ اس قول کے ذریعے انہوں نے خالق اور مخلوق دونوں کا انکار کیا کیونکہ مراتب وجود چار ہیں؛ علمی، عینی لفظی اور رسمی کہ جنہیں خالق نے درج ذیل آیات میں جمع کر دیا ہے: اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ﴿1﴾ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿2﴾ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ﴿3﴾ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿4﴾ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿5﴾ [العلق]۔ اور اشتراک صرف ذہنی وجود میں ہوتا ہے، خارجی وجود میں اشتراک ممکن نہیں ہے لہذا وجود مطلق اور حقائق کونیہ کا مشترک ہونا غلط ہے کیونکہ یہ حق کے خارجی وجود کے انکار کو مستلزم ہے اور اسے صرف ذہنی وجود تک محدود کر دیتا ہے۔ اس قول کے قائل ظاہر اور مظاہر اور مجلی اور متجلی میں فرق کرتے ہیں جبکہ ان میں سے بعض کے نزدیک تو وہ ایسا وجود مطلق ہے کہ جس میں تمیز اور تعین نہیں ہے اور جہاں تمیز اور تعین ہو جائے وہاں مخلوق ہے، چاہے مرتبہ الہیہ میں ہو جائے۔ اور اس قول کا فساد پہلے والے سے بڑھ کر ہے کہ وجود مطلق، علمی وجود ہے نہ کہ خارجی۔ اور ان میں سے بعض مطلق ومعین اور وجود وماہیت میں فرق کے بھی قائل نہیں ہیں جیسا کہ سمندر کی موجیں، سمندر میں اور شعر کے اجزاء، شعر میں داخل ہیں۔ اور اس قول کا فساد پہلے دو سے بھی بڑھ کر ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اعیان کے ظہور کے بارے ان کا کہنا یہ ہے کہ حقائق کونیہ جو کہ معدوم ہیں لیکن ان کے اعیان، علم الہی میں، اس تجلی مطلق میں، ثابت ہیں کہ جو ذات الہی کے ساتھ متحد ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حقائق، معدوم ہیں یا مخلوق ہیں۔ اگر تو معدوم ہیں تو کچھ موجود نہیں ہے جو عقلاً مستحال ہے اور اگر معدوم ہونے کے بعد موجود ہیں تو وہ حق عزوجل نہیں ہو سکتے کہ وہ کبھی معدوم نہیں رہا۔ چوتھی بات یہ ہے کہ جب انہوں نے اعیان کو مظہر حق یا مجلی الہی کہا تو کیا یہ عین ذات ہیں، جیسا کہ ان کا کہنا ہے، تو اس صورت میں مخلوق کا عین ثابت، اللہ کی ذات ہی ہے۔ یا حق نے ان اعیان کو روشن کر دیا تا کہ

وہ اسے جان سکیں تو اس صورت میں ذات باری تعالی معدوم کا معلوم بن گئی۔
چوتھی بات یہ ہے کہ ان کا یہ جو کہنا ہے کہ حق کے ساتھ کچھ نہیں تھا اور وہ اپنی ذات میں متجلی تھا کہ خلیت الہیہ کے نزول کے ساتھ حقیقت نبوت کی گرہ ظاہر ہوئی جو وجود کے لیے آئینہ بن گئی اور حق اس میں ظاہر ہوا۔ پس ان کے نزدیک ظاہر اور مظہر ایک ہی ہیں اور اگر ظہور سے مراد وجود ہے تو حق کا ظہور تکرار کے ساتھ ہوا اور اگر ظہور سے مراد وضوح ہے تو مخلوق تو ہے نہیں تو وضوح کس کے لیے ہے۔
پانچویں بات یہ کہ ان کے نزدیک اعیان ثابتہ کو چاہے تو حق کہہ لو، چاہے تو خلق کہہ لو، اور چاہے تو حق اور خلق دونوں کہہ لو، اور چاہے تو نہ تو "من کل وجہ خلق" اور نہ ہی "من کل وجہ حق" کہہ لو، یا کچھ بھی کہہ لو، یا چاہے کسی مقام حیرت میں حیران وپریشان رہو، یہ سب برابر ہے۔
چھٹی بات یہ ہے کہ جسے وہ سر قدر کہتے ہیں، وہ دراصل جہالت ہے کہ حق، اعیان کا محتاج ہے کہ ان پر ایسی ہی تجلی ہوتی ہے جیسا کہ ان اعیان کی اقتضاء ہے لہذا ان کے سامنے عاجز اور مجبور ہے۔ اور ان کے قول کے مطابق، حق نے وہ جانا جس کا اسے پہلے علم نہ تھا حالانکہ وہ ان ممکنات کو جانتا ہے جو اس نے پیدا نہیں کیں۔ ساتویں بات یہ ہے کہ ان کا کہنا ہے کہ اسماء، وجود حق اور اعیان کے مابین نسبت اور اضافت ہیں۔ اسماء کے احکام، اعیان ثابتہ ہیں جو عدم میں ہیں۔ اور یہ احکام، اعیان میں تجلی حق کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اعیان، حق کا آئینہ ہیں کہ جن میں وہ اپنے اسماء کو دیکھتا ہے۔ جب وہ اعیان میں ظاہر ہوا تو اسماء کی نسبت قائم ہوئی اور ظاہری کثرت اسی نسبت کی ہے کہ اسماء کے احکام، اعیان کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور وجود، اعیان پر فائض ہو کر ان میں ظاہر ہوا تو اعیان کے پہلو سے تفرق حاصل ہوا حالانکہ وجود مطلق وہ ہے جو اذہان میں معقول ہوتا ہے نہ کہ اعیان میں ثابت۔ اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب "وجود باری تعالی: مذہب، فلسفہ اور سائنس کی روشنی میں" ملاحظہ فرمائیں۔

اور آخری بات یہ ہے کہ اس فلسفے کے قائلین کا کہنا یہ ہے کہ اس کا مصدر، وحی الہی نہیں بلکہ کشف والہام ہے اور کسی متعین شخص کا کشف والہام امت کے حق میں حجت کیسے ہو سکتا ہے جبکہ خود صاحب کشف کے حق میں بھی اس کے حجت ہونے کی کوئی دلیل، نص میں موجود نہیں ہے۔ شیخ ابن عربی اپنے آپ کو خاتم اولیاء قرار سمجھتے ہیں اور خاتم اولیاء کو خاتم انبیاء سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اور ان کا یہ خیال ہے کہ تمام انبیاء، خاتم اولیاء کے مشکاۃ سے مستفید ہوتے ہیں۔ پھر شیخ ابن عربی کا کہنا ہے کہ تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے نہ کہ مطلق نبوت۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ مطلق نبوت ان پر ختم ہوئی ہے، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ یہ نبوت کے بارے وہی تصور ہے جو غلام احمد قادیانی نے پیش کیا ہے اور شیخ ابن عربی ہی سے لیا ہے۔ اسی لیے تو جناب جاوید احمد غامدی نے معاصر صوفیاء سے بجا طور یہ سوال کیا ہے کہ جب غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتوی لگاتے ہو تو شیخ ابن عربی پر کیوں نہیں لگاتے جبکہ وہ یہ تصور پیش کرنے میں قادیانی کا امام ہے۔ شیخ ابن عربی فصوص الحکم میں لکھتے ہیں: وليس هذا العلم إلا لخاتم الرسل وخاتم الأولياء، وما يراه أحد من الأنبياء والرسل إلا من مشكاة الرسول الخاتم، ولا يراه أحد من الأولياء إلا من مشكاة الولي الخاتم، حتى أن الرسل لا يرونه- متى رأوه- إلا من مشكاة خاتم الأولياء: فإن الرسالة والنبوة- أعني نبوة التشريع، ورسالته- تنقطعان، والولاية لا تنقطع أبداً. فالمرسلون، من كونهم أولياء، لا يرون ما ذكرناه إلا من مشكاة خاتم الأولياء، فكيف من دونهم من الأولياء؟ وإن كان خاتم الأولياء تابعاً في الحكم لما جاء به خاتم الرسل من التشريع، فذلك لا يقدح في مقامه ولا يناقض ما ذهبنا إليه، فإنه من وجه يكون أنزل كما أنه من وجه يكون أعلى. وقد ظهر في ظاهر شرعنا ما يؤيد ما ذهبنا إليه في فضل عمر في أسارى بدر بالحكم فيهم، وفي تأبير النخل. [فصوص الحكم: ص 62-63]۔ اسی طرح فصوص میں لکھتے ہیں: ولمَّا مثّل

النبي صلى الله عليه وسلم النبوة بالحائط من اللَّبِن وقد كَمُلَ سوى موضع لبنَة، فكان صلى الله عليه وسلم تلك اللبنة. غير أنه صلى الله عليه وسلم لا يراها كما قال لبِنَةً واحدةً. وأما خاتم الأولياء فلا بد له من هذه الرؤيا، فيرى ما مثله به رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويرى في الحائط موضع لبنَتين، واللّبِنُ من ذهب وفضة. فيرى اللبنتين اللتين تنقص الحائط عنهما وتكمل بهما، لبنة ذهب ولبنة فضة. فلا بد أن يرى نفسه تنطبع في موضع تينك اللبنتين، فيكون خاتم الأولياء تينك اللبنتين. فيكمل الحائط. والسبب الموجِب لكونه رآها لبنتين أنه تابع لشرع خاتم الرسل في الظاهر وهو موضع اللبنة الفضة، وهو ظاهره وما يتبعه فيه من الأحكام، كما هو آخذ عن الله في السر ما هو بالصورة الظاهرة متبع فيه، لأنه يرى الأمر عَلَى ما هو عليه، فلا بد أن يراه هكذا وهو موضع اللبنة الذهبية في الباطن، فإنه أخذ من المعدن الذي يأخذ منه الملك الذي يوحي به إلى الرسول. فإن فهمت ما أشرت به فقد حصل لك العلم النافع بكل شيء. [فصوص الحكم: ص 63]- اسی طرح فتوحات مکیہ میں کہتے ہیں: السؤال الثالث عشر- فان قلت ومن الذي يستحق خاتم الأولياء كما يستحق محمد صلى الله عليه وسلم خاتم النبوة فلنقل في الجواب الختم ختمان ختم يختم الله به الولاية المحمدية فأما ختم الولاية على الأطلاق فهو عيسى- عليه السلام --- كما ان محمداً صلى الله عليه وسلم خاتم النبوة لانبوة تشريع بعده ... وأما ختم الولاية المحمدية فهي لرجل من العرب من أكرمها أصلاً ويداً وهو في زماننا اليوم موجود عرفت به سنة خمس وتسعين وخمسمائة ورأيت العلامة التي له قد أخفاها الحق فيه عن عيون عباده وكشفها لي بمدينة فاس حتى رأيت خاتم الولاية منه وهو خاتم النبوة المطلقة لايعلمها كثير من الناس وقد إبتلاه الله بأهل الانكار عليه ... فلا يوجد ولي على قلب محمد صلى الله عليه وسلم هذا معنى خاتم الولاية المحمدية. [فتوحات مكية: 21/3]- اسی طرح فتوحات میں مزید لکھتے ہیں: فكنت بمكة سنة تسع وتسعين وخمسمائة أرى فيما يرى النائم الكعبة مبنية بلبن فضة وذهب لبنة فضة ولبنة ذهب وقد كملت بالنباء وما بقي فيها شيء وأنا أنظر إليها وإلى حسنها فالتفت إلى الوجه الذي بين الركن اليماني والشامي هو إلى الركن الشامي أقرب فوجدت موضع لبنتين لبنة فضة ولبنة ذهب ينقص من الحائط في الصفين في الصف الأعلى ينقص لبنة ذهب وفي الصف الذي يليه ينقص لبنة فضة فرأيت نفسي- قد انطبعت في موضع تلك اللبنتين فكنت أنا عين تينك اللبنتين وكمل الحائط ولم يبق في الكعبة شيء ينقص وأنا واقف أنظر واعلم أني واقف واعلم أني عين تينك اللبنتين لا أشك في ذلك وأنهما عين ذاتي واستيقظت فشكرت الله تعالى وقلت متأوّلا أني في الأتباع في صنفي كرسول الله صلى الله عليه وسلم في الأنبياء عليهم السلام وعسى- أن أكون ممن ختم الله الولاية بي وما ذلك على الله بعزيز. [فتوحات مكية: 369/1]- تو یہ اپنی اس جہالت کو توحید خالص قرار دیتے ہیں جو ان سے پہلے امت میں کسی فقیہہ تو کجا کسی صوفی کو بھی حاصل نہ ہوئی یہاں تک ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ جنید بغدادی بھی اس توحید تک نہیں پہنچ پائے تھے جو ہمیں حاصل ہوئی ہے- اور اسی کو تو جہل مرکب کہتے ہیں- بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہوتی ہے جو کہ خود ایک دوسری جہالت پر مبنی قول ہے- نبی ہر حال میں اللہ کا ولی ہوتا ہے، چاہے وہ حال عبادت کا ہو یا رسالت کا- اور وحدت الوجود کا علم انہیں کیسے حاصل ہوا، اس پر بھی ان کی ایک ختم ولایت کے تصور کے عنوان سے ایک پوری تھیوری موجود ہے جیسا کہ اجمالی طور اوپر ذکر ہو چکا- گویا کہ ان کی دو تھیوریز ہیں؛ ایک وجود کے بارے میں اور دوسری اس کے بارے علم کے حوالے سے- تو ان کی آنٹالوجی اور اپیسٹمالوجی (ontology & epistemology) دونوں کفریہ بنیادوں پر کھڑی ہیں-

جس طرح "ارتقاء" کے نظریے نے خدا کے وجود کے انکار کو سائنس بنانے کی ناکام کوشش کی ہے، اسی طرح "تنزل" کے فلسفے نے مخلوق کے وجود کے انکار کو علم بنانے کی سعی لاحاصل کی ہے-

[8] جس طرح سائنس کے میدان میں کچھ مذہبی جیالہ پن موجود ہے اسی طرح بعض مسلمان ماہر انسانیات اور

عمرانیات (Humanists and Social Scientists) میں بھی کچھ ایسے رویہ موجود دیکھنے کو ملتا ہے جیسا کہ بعض مسلم اسکالرز کا یہ وہم ہے کہ مسلم معاشروں میں مغربی الحاد سے پیدا شدہ فساد کا حل تنزلات ستہ کے دقیانوسی فلسفے یعنی The Unity of the Being کو قبول کر لینے میں ہی نظر آتا ہے۔ بعض تو وہ ہیں جنہوں نے اس فلسفے کو انگریزی میں پڑھا ہے، جیسا کہ ملائشیا اور یورپ میں آباد بعض مسلمان مفکرین، کہ جنہوں نے سائیکالوجی کی کچھ جدید بحثوں کو اس کے ساتھ ملا کر ایک عجیب معجون مرکب بنا رکھا ہے۔ اوربعض وہ ہیں کہ جنہوں نے اردو، فارسی یا عربی میں مطالعہ کیا ہے لیکن اس مفروضے کے ساتھ کہ اس جیسی اعلی فکر (intellectual thought) مسلمان امت تو کجا دنیا میں ہی پیدا نہیں ہوئی۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ مخلوق کا وجود اُس کا وہم یا خالق کا خیال ہے اور وجود صرف خالق ہی کا ہے، مذہب اور سائنس دنوں کے اعتبار سے جہل مرکب ہے۔ اور دوسرا اس مقدمے کو ثابت کرنے کے لیے مذہب اور سائنس کا سہارا لینا ایک ذہنی عیاشی کی مشق سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔

تو وحدت الوجود کے فلسفے کی کوئی ایسی تعبیر کہ جس میں مخلوق کا وجود بھی مانا گیا ہو، چاہے مثل معدوم کے درجے میں سہی، تو اس کا حکم الگ ہے۔ اسے ہم شرک نہیں کہہ سکتے۔ اور دیوبند کے بعض علماء نے وحدت الوجود کی تعبیر ایسے ہی کی ہے تو اس تعبیر پر شرک یا بدعت دونوں کا اطلاق درست نہیں ہے جیسا کہ دار العلوم دیوبند کی ویب سائیٹ پر ایک سوال کے جواب میں وحدت الوجود کی وضاحت یوں موجود ہے کہ مخلوق کا وجود، خالق کے وجود کے مقابلے میں ایسا ہی ہے جیسا کہ ستاروں کا وجود، سورج کی موجودگی میں ہوتا ہے کہ وہ موجود تو ہوتے ہیں لیکن نظر نہیں آتے ہیں۔ اگرچہ ایسی تعبیر وحدت الوجود کے فلسفے کا معیاری ورژن (standard version) نہیں ہے اور اس کا معیاری ورژن وہی ہے کہ جس میں خالق کے وجود اور مخلوق کے وجود کو ایک قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی اس فلسفے کو مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے کہ جس کا انکار ممکن نہیں ہے۔ علمی اعتبار سے اگرچہ وحدت الوجود کی ہر تعبیر کا حکم ایک نہیں ہے لیکن منہج کے پہلو سے شرکیہ اور بدعی تعبیرات پر ایک ہی حکم جاری ہو گا کہ ان تعبیرات سے توحید کو ڈیفائن نہیں کرنا چاہیے۔ اور ایک اعتبار سے یہ اچھا ہے کہ عوام الناس کو وحدت الوجود کے معیاری ورژن کا علم نہیں ہے یا انہیں سمجھ نہیں آتا ہے۔ اور دیوبند کے علماء نے اس کی ایسی تعبیر کر دی ہے کہ ان کے اکابر صوفیاء بھی فتوی لگنے سے بچ جائیں اور عوام بھی کفر سے بچ جائیں۔ تو وحدت الوجود کی تعبیر کبھی کفریہ ہوتی ہے جیسا کہ شیخ ابن عربی کی تعبیر ہے، کبھی بدعت ہوتی ہے جیسا کہ شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کی تعبیر ہے، اور کبھی نہ کفر ہے اور نہ ہی بدعت ہے جیسا کہ دار العلوم دیوبند کی تعبیر ہے۔ شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کے بارے ہمیں یہ کہنا ہے کہ ہمارے مطالعہ اور سمجھ کے مطابق وہ پہلے وحدت الوجود کے قائل تھے، پھر انہوں نے وحدت الوجود کے کفریہ عقیدے سے متصوفین کو نکالنے کے لیے اسی ڈسکورس میں اسی بیانیے کے تحت وحدت الشہود کا نظریہ ایک اسٹریٹیجی کے طور پیش کیا تھا ورنہ وہ قائل اسی بات کے تھے کہ فقہاء کے نظریہ تخلیق کو اختیار کرنے میں ہی امن وسلامتی ہے۔ اور دار العلوم دیوبند کی ویب سائیٹ کے سوال وجواب درج ذیل ہیں؛

سوال # 153566: وحدت الوجود ایک صوفیانہ عقیدہ ہے جس کی رو سے جو کچھ اس دنیا میں نظر آتا ہے وہ خالق حقیقی کی ہی مختلف شکلیں ہیں اور خالق حقیقی کے وجود کا ایک حصہ ہے ۔اس بارے میں علماء دیوبند کیا کہتے ہیں،ک یا علماء دیوبند اس عقیدے کی یہی تشریح کرتے ہیں نیز کسی اور کو خالق کے وجود کا حصہ ماننا کیا کفر نہیں؟ جواب: وحدۃ الوجود ایک اصطلاح ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں

حقیقی اور مکمل وجود صرف ذات باری تعالی کا ہے، اس کے سوا ہر وجود بے ثبات، فانی اور نامکمل ہے، ایک تو اس لیے کہ وہ ایک نہ ایک دن فنا ہو جائے گا، دوسرے اس لیے کہ ہر شئی اپنے وجود میں ذات باری تعالی کی محتاج ہے، لہٰذا جتنی اشیاء ہمیں اس کائنات میں نظر آتی ہیں، انہیں اگرچہ وجود حاصل ہے؛ لیکن اللہ کے وجود کے سامنے اس وجود کی کوئی حقیقت نہیں، اس لیے وہ کالعدم ہے۔ وحدۃ الوجود کا یہ مطلب صاف، واضح اور صحیح ہے، اس سے آگے اس کی جو تشریحات کی گئی ہیں، وہ خطرناک ہیں، بعض تعبیرات تو کفر کی حد تک پہنچتی ہیں، سوال میں وحدۃ الوجود کی جو تشریح کی گئی ہے، وہ بھی اسی قبیل سے ہے ،یعنی ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے، ایک مسلمان کو بس سیدھا سادا یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ کائنات میں حقیقی اور مکمل وجود اللہ تعالی کا ہے، باقی ہر وجود نامکمل اور فانی ہے۔ (فتاوی عثمانی : 66/1)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند۔

سوال # 39751: نظریہ وحدۃ الجود کے بارے میں ہمارے اکابر کا کیا عقیدہ ہے؟ یہاں غیر مقلدین حضرات لوگوں کوحاجی امداد اللہ مکی صاحب کی کتابیں دکھا کر کہتے ہیں کہ دیکھو دیوبندیت میں کتنا گندہ ہے؟ براہ کرم، وضاحت فرما دیں کہ نظریہ وحدۃ الوجود کیا ہے اور ہمارے اکابر کا کیا عقیدہ ہے اس بارے میں؟ جواب: وحدت الوجود کا صحیح مطلب یہ ہے کہ کائنات میں اصلی، حقیقی، ازلی و ابدی اور مکمل وجود صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، اس کے سوا ہر وجود ظلی، مجازی، بے ثبات وفانی اور نامکمل ہے ایک تو اس لیے کہ وہ ایک نہ ایک دن فنا ہوجائے گا، اور دوسرے اس لیے کہ ہرچز اپنے وجود میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے، اس لیے جتنی چیزیں اس کائنات میں ہیں، انہیں اگرچہ وجود حاصل ہے لیکن اللہ کے وجود کے سامنے ان کے وجود کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ وہ کالعدم ہے، اس کی نظیر یوں سمجھئے: دن میں آسمان پر سوج موجود ہو تو ستارے نظر نہیں آتے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ستارے موجود ہی نہیں بلکہ ستارے یقینا موجود ہوتے ہیں لیکن سورج کا وجود ان پر اس طرح غالب ہوجاتا ہے کہ اس کے سامنے ان کا وجود نظر نہیں آتا، اس طرح جس شخص کو اللہ نے حقیقت شناس نگاہ دی ہو وہ جب اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے وجود کی معرفت حاصل کرلیتا ہے تو تمام وجود اسے ہیچ اور کالعدم نظر آتے ہیں، وحدت الوجود کا صاف اور صحیح مطلب یہی ہے اور ہمارے اکابر علمائے دیوبند اسی معنی ومفہوم میں وحدت الوجود کے قائل ہیں۔ (مستفاد از فتاویٰ عثمانی: 71-72/1) بحوالہ شریعت وطریقت: 310، موٴلفہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ) حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے زمانہ میں بھی بعض اہل بدعت وہی حرکت کررہے تھے جو آپ کے یہاں آج کل غیرمقلدین کررہے ہیں، حضرت گنگوہی نے اس کے متعلق استفتار پر جواب تحریر فرمایا تھا، آپ باقیات فتاوی رشیدیہ: 423-424) میں سوال وجواب دونوں ملاحظہ فرمالیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند۔

[9] منہج کے اعتبار سے ہر اس نظریے یا عقیدے پر کم ازکم بدعت کے الفاظ کا اطلاق ہو سکتا ہے کہ جس کا مبدا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نہ ہو اور جس کے حاملین صحابہ اور قرون اولی کی جماعت نہ ہو۔ نہ ہمارے فقہائے اربعہ وحدت الوجود کے مذکورہ بالا عقیدے سے واقف تھے اور نہ ہی ائمہ متکلمین کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور بانیان فقہی وکلامی مذاہب امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ابن حزم، امام ابو الحسن اشعری، امام ابو منصور ماتریدی رحمہم اللہ اجمعین میں سے کسی ایک کا بھی یہ عقیدہ ہر گز نہیں تھا۔ لہٰذا عقیدہ وفقہ میں پیدا ہونے والے جملہ مذاہب ومکاتب فکر کی روایت میں یہ عقیدہ شامل نہیں رہا ہے اور ساتویں صدی ہجری میں پہلی مرتبہ جامع اور مرتب صورت میں

شیخ ابن عربی کی طرف سے پیش کیا گیا۔ اڑھائی سو فقہاء کی آراء ہم نے اس عقیدے کی تردید میں دیکھی ہیں جبکہ چالیس فقہاء کی اس نظریے کے رد میں مستقل کتابیں موجود ہیں اور یہ سب حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فقہاء ہیں۔ تو یہ ایک غلط فہمی ہے جو پھیلا دی گئی ہے کہ وحدت الوجود کے اصل منکر تو ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں۔ وحدت الوجود پر نقد کرنے والے بڑے ناموں میں علامہ ابن الجوزی الشافعی، علامہ تفتازانی الشافعی، علامہ عز بن عبد السلام الشافعی، علامہ تقی الدین السبکی الشافعی، علامہ ابن خلدون المالکی، امام ذہبی الشافعی، امام ابن کثیر الشافعی، امام سخاوی الشافعی، امام سیوطی الشافعی، علاؤ الدین البخاری الحنفی، ملا علی القاری الحنفی وغیرہ شامل ہیں کہ اس سب کچھ کی تفصیل ہماری کتاب مکالمہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ عقلی ومنطقی اعتبار سے اس کے غلط ہونے کے لیے صریح شرعی نصوص، عقل عام (common sense) کے علاوہ وہ سب تحقیقی کام کافی وشافی دلیل ہے جو سائنسی۔ علوم (Natural Sciences) میں امر واقعہ (fact) بن چکا ہے۔

[10] سوفسطائیت کے ساتھ بدعت بھی ہے۔

[11] مبتدا اور معاد کا ترجمہ الفا اور اومیگا سے کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ اسی طرف متوجہ کرنا ہے کہ اس کل بیانیے کو ہم ریاضی کی زبان میں بھی بیان کر سکتے ہیں اور یہ ایک کرنے کا کام ہے۔ ریاضی بھی دراصل اپنی اصل کے اعتبار سے ایک زبان ہی ہے۔ ریاضی کو عالمی زبان (universal language) کا نام بھی دیا جاتا ہے بلکہ ہماری سوچی سمجھی رائے میں فلسفہ بھی لسانیات ہی کی ایک شاخ ہے کہ فلسفیوں نے انتہائی سادے مفاہیم کی ادائیگی کے لیے مصطلحات کی ایک دقیق اور ضخیم لغت وضع کر لی ہے، اور کچھ نہیں۔

[12] سائنس کا تو ویسے ہی یہ موضوع نہیں ہے اور فلسفہ، عمرانیات (Sociology)، نفسیات (Psychology)، بیالوجی (Biology)، علم الانسان (Anthropology)، علم الآثار (Archeology) اور نظریاتی فزکس (Theoretical Physics) کے جمیع بیانیوں (narratives) میں انسان کے مبدا ومعاد (Alpha and Omega) کے سوال کے بارے اتنا جواب موجود نہیں ہے کہ جتنا آسمانی مذاہب (Semitic Religions) میں سے کسی ایک مذہب کے بیان میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں انسانی اور عمرانی علوم (Humanities and Social Sciences) میں ایسے نظریات موجود ہیں کہ انسان خود ہی مذہب اور خدا دونوں کا خالق ہے لیکن ان جمیع نظریات کے حق میں سائنسی۔ وروایتی شواہد موجود نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں ماہرین عمرانیات (Social Scientists) کا اس بارے کسی ایک بیانیے پر اتفاق "ممتنع" (impossible) ہے جبکہ اختلاف زمان ومکان کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء ورسل کا دعوی اور بیان ایک ہی رہا ہے اور وہ "توحید" ہے۔ [اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿257﴾ [البقرة]؛ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ﴿15﴾ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿16﴾ [المائدة]

[13] وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ ﴿7﴾ [هود]؛ «كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهُ، وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى المَاءِ، ثُمَّ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ، وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ» [صحيح البخاري،كِتَابُ التَّوْحِيدِ، بَابُ {وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى المَاءِ}، 124/9]؛ «أَبِي رَزِينٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيْنَ كَانَ رَبُّنَا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ خَلْقَهُ؟ قَالَ: كَانَ فِي عَمَاءٍ مَا تَحْتَهُ هَوَاءٌ وَمَا فَوْقَهُ هَوَاءٌ، وَخَلَقَ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابٌ: وَمِنْ سُورَةِ هُودٍ، 139/5]۔ امام ترمذی، امام ذہبی اور امام ابن حجر

رحمہم اللہ نے اس روایت کو "حسن"کہا ہے۔[أيضاً؛ الذهبي، محمد بن أحمد بن عثمان، العلو للعلي الغفار في صحيح الأخبار وسقيمها، دار الفكر، مصر، 1388ھ، 18؛ ابن حجر العسقلاني، أحمد بن علي، هداية الرواة إلى تخريج أحاديث المصابيح والمشكاة، دار ابن القيم، الدمام، الطبعة الأولى، 1422ھ، 248/5]جبکہ امام ابن جریر طبری، امام ابن حبان، امام ابن العربی اور امام ابن قیم رحمہم اللہ نے "صحیح"کہا ہے۔[الطبري، أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، دار التراث، بيروت، الطبعة الثانية، 1387 هـ، 40/1؛ ابن حبان، محمد البستي، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الثانية، 1414هـ، 6144؛ ابن العربي، محمد بن عبد الله، عارضة الأحوذي بشرح صحيح الترمذي، دار الفكر، 1415ھ، 208/6؛ ابن القيم، محمد بن أبي بكر، أعلام الموقعين عن رب العالمين، دار إحياء التراث العربي، الطبعة الأولى، 1422ھ، 224/4]۔

[14] «إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ قَالَ: رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ» [أبو داود، سليمان بن الأشعث بن إسحاق السِّجِسْتاني، سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابٌ فِي الْقَدَرِ، المكتبة العصرية، بيروت، 225/4]

[15] هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿29﴾ [البقرة]؛ قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿9﴾ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ﴿10﴾ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ﴿11﴾ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴿12﴾ [فصلت]

[16] إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّـهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي۔ اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّـهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿54﴾ [الأعراف]؛ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّـهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ ذَٰلِكُمُ اللَّـهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿3﴾ [يونس]؛ اللَّـهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُم بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ﴿2﴾ [الرعد]؛ تَنزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَاوَاتِ الْعُلَى ﴿4﴾ الرَّحْمَـٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ﴿5﴾ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ ﴿6﴾ [طه]؛ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ الرَّحْمَـٰنُ فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا ﴿59﴾ [الفرقان]؛ اللَّـهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿4﴾ [السجدة]؛ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ وَاللَّـهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿4﴾ [الحديد]

[17] أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّـهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَمَن يُهِنِ اللَّـهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ إِنَّ اللَّـهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۩ ﴿18﴾ [الحج]؛ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿56﴾ [الذاريات]؛ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴿25﴾ [الأنبياء]

[18] أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿115﴾ [المؤمنون]؛ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴿2﴾ [الملك]

[19] وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿56﴾ [الذاريات]؛ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ﴿2﴾ [الملك]؛ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴿7﴾ [هود]

[20] عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ» [مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم المعروف بصحيح المسلم، كِتَابُ الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، بَابٌ فِي أَحَادِيثَ مُتَفَرِّقَةٍ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، 2294/4]

[21] وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ﴿30﴾ [البقرة]

[22] فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿29﴾ [الحجر]

[23] أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى قَدْرِ الْأَرْضِ: جَاءَ مِنْهُمُ الْأَحْمَرُ، وَالْأَبْيَضُ، وَالْأَسْوَدُ، وَبَيْنَ ذَلِكَ، وَالسَّهْلُ، وَالْحَزْنُ، وَالْخَبِيثُ، وَالطَّيِّبُ» [سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابٌ فِي الْقَدَرِ، 222/4]

[24] وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ﴿12﴾ [المؤمنون]

[25] قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ﴿75﴾ [صٓ]

[26] عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَمَّا صَوَّرَ اللهُ آدَمَ فِي الْجَنَّةِ تَرَكَهُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَتْرُكَهُ، فَجَعَلَ إِبْلِيسُ يُطِيفُ بِهِ، يَنْظُرُ مَا هُوَ، فَلَمَّا رَآهُ أَجْوَفَ عَرَفَ أَنَّهُ خُلِقَ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ» [صحيح المسلم، كتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابُ خَلْقِ الْإِنْسَانِ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ، 2016/4]

[27] ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ ﴿9﴾ [السجدة]

[28] وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿30﴾ [البقرة]

[29] وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ﴿50﴾ [الكهف]

[30] وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ﴿11﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴿12﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ﴿13﴾ قَالَ أَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿14﴾ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿15﴾ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿16﴾ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴿17﴾ [الأعراف]

[31] يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ﴿1﴾ [النساء]

[32] الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ﴿7﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ﴿8﴾ [السجدة]؛ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿54﴾ [الفرقان]؛ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴿30﴾ [الأنبياء]

[33] وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ ﴿35﴾ [البقرة]

[34] قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿24﴾ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿25﴾ [الأعراف]

[35] قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿38﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَـٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿39﴾ [البقرة]

[36] وَالذَّارِيَاتِ ذَرْوًا ﴿1﴾ فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا ﴿2﴾ فَالْجَارِيَاتِ يُسْرًا ﴿3﴾ فَالْمُقَسِّمَاتِ أَمْرًا ﴿4﴾ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ ﴿5﴾ وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ ﴿6﴾ [الذاريات]؛ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿4﴾ [يونس]؛ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ﴿104﴾ [الأنبياء] فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَم بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ ﴿109﴾ [الأنبياء]؛ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿51﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا هَـٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَـٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿52﴾ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿53﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿54﴾ إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ﴿55﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ ﴿56﴾ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُم مَّا يَدَّعُونَ ﴿57﴾ سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ﴿58﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿59﴾ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿60﴾ وَأَنِ اعْبُدُونِي ۚ هَـٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿61﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ﴿62﴾ هَـٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿63﴾ اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿64﴾ [يس]؛ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّـهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ﴿42﴾ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ﴿43﴾ وَأَنذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُم مِّن قَبْلُ مَا لَكُم مِّن زَوَالٍ ﴿44﴾ وَسَكَنتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ ﴿45﴾ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِندَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِن كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿46﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّـهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ إِنَّ اللَّـهَ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ﴿47﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ وَبَرَزُوا لِلَّـهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿48﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿49﴾ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ﴿50﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿51﴾ هَـٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَـٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿52﴾ [إبراهيم]

[37] شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ۖ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ ﴿13﴾ [الشورى]؛ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿7﴾ [الأحزاب]؛ إِنَّ اللَّـهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿33﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿34﴾ [آل عمران]؛ عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَجْمَعُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ، فَيَقُومُ الْمُؤْمِنُونَ حَتَّى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ، فَيَأْتُونَ آدَمَ، فَيَقُولُونَ: يَا أَبَانَا، اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ، فَيَقُولُ: وَهَلْ أَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا خَطِيئَةُ أَبِيكُمْ آدَمَ، لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، اذْهَبُوا إِلَى ابْنِي إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللهِ، قَالَ: فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، إِنَّمَا كُنْتُ خَلِيلًا مِنْ وَرَاءَ وَرَاءَ، اعْمِدُوا إِلَى مُوسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي كَلَّمَهُ اللهُ تَكْلِيمًا، فَيَأْتُونَ مُوسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى كَلِمَةِ اللهِ وَرُوحِهِ، فَيَقُولُ عِيسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُومُ فَيُؤْذَنُ لَهُ. [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً فِيهَا، 1/186-187]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَيِّدُ الْأَنْبِيَاءِ خَمْسَةٌ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْخَمْسَةِ: نُوحٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَمُوسَى وَعِيسَى وَمُحَمَّدٌ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ

«هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَإِنْ كَانَ مَوْقُوفًا عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ» التعليق من تلخيص الذهبي "صحيح". [المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ذِكْرُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، 595/2]

[38] اہل تاریخ نے دنیا کی تاریخ کو جو مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے، یہ تقسیم مذہب کے بیان کی روشنی میں قابل اصلاح ہے۔ پہلا اور دوسرا دور تو وہ ہے جسے اہل تاریخ ما قبل تاریخ/قدیم حجری دور [Paleolithic age (2,500,000-20,000/12,000 BCE), Britannica] اور جدید حجری دور [Neolithic age (12,000-4,500/3,500/3,300 BCE), ASPRO] جبکہ تیسرے اور چوتھے کو کانسی کا دور [Bronze age (3,000-1,200 BCE), Britannica] اور لوہے کا دور [Iron age (1,200-500 BCE-CE), Britannica] کا نام دیتے ہیں۔ اور پانچواں قرون وسطی [Middle ages (500-1,500 CE), Britannica] کا دور جبکہ آخری اور معاصر دور، دور جدید (Modern Age) ہے۔ بہرحال اہل مذہب کو اُنہی پانچ ادوار کی روشنی میں تاریخ انسانی کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ جو ہم نے اوپر متن میں نقل کر دیے ہیں کیونکہ یہ تقسیم ایک واقعی امر ہے نہ کہ محض فرضیہ (hypothesis)۔ آخری اور معاصر دور کا آغاز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا ہے اور یہی دور جدید ہے کہ جس کا اختتام، الساعۃ/الواقعہ/ القیامۃ پر ہو گا۔

[39] وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَـٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿31﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿32﴾ قَالَ يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَنبَأَهُم بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿33﴾ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿34﴾ وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَـٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿35﴾ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿36﴾ [البقرة]؛ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴿48﴾ [المائدة]؛ عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَجْمَعُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ، فَيَقُومُ الْمُؤْمِنُونَ حَتَّى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ، فَيَأْتُونَ آدَمَ، فَيَقُولُونَ: يَا أَبَانَا، اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ، فَيَقُولُ: وَهَلْ أَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا خَطِيئَةُ أَبِيكُمْ آدَمَ، لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، اذْهَبُوا إِلَى ابْنِي إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللهِ، قَالَ: فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، إِنَّمَا كُنْتُ خَلِيلًا مِنْ وَرَاءَ وَرَاءَ، اعْمِدُوا إِلَى مُوسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي كَلَّمَهُ اللهُ تَكْلِيمًا، فَيَأْتُونَ مُوسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى كَلِمَةِ اللهِ وَرُوحِهِ، فَيَقُولُ عِيسَى- صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ، فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُومُ فَيُؤْذَنُ لَهُ. [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانِ، بَابُ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً فِيهَا، 186/1-187]؛ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عِنْدَ رَبِّهِمَا، فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى، قَالَ مُوسَى: أَنْتَ آدَمُ الَّذِي خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ، وَأَسْكَنَكَ فِي جَنَّتِهِ، ثُمَّ أَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِيئَتِكَ إِلَى الْأَرْضِ، فَقَالَ آدَمُ: أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ وَأَعْطَاكَ الْأَلْوَاحَ فِيهَا تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَقَرَّبَكَ نَجِيًّا، فَبِكَمْ وَجَدْتَ اللهَ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ، قَالَ مُوسَى: بِأَرْبَعِينَ عَامًا، قَالَ آدَمُ: فَهَلْ وَجَدْتَ فِيهَا وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَفَتَلُومُنِي عَلَى أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللهُ عَلَيَّ أَنْ أَعْمَلَهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى» [صحيح مسلم، كتاب الْقَدَرِ، بَابُ حِجَاجِ آدَمَ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، 2043/4]

[40] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا أَهْبَطَ اللَّهُ آدَمَ إِلَى أَرْضِ الْهِنْدِ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، التعليق من تلخيص الذهبي "صحيح". [المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ذِكْرُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1411ھ – 1990ء، 591/2]۔

سری لنکا کے شہر رتنا پورہ کے جنوب مشرق میں 40 میل کے فاصلے پر ایک پہاڑی سری پادا کی چوٹی پر پانچ فٹ چار انچ لمبے اور دو فٹ چھ انچ چوڑے پاؤں کا نشان ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی کو مقامی مسلمان اور عیسائی آدم کی چوٹی (Adam's Peak) کا نام دیتے ہیں اور ان کے ہاں معروف زبانی روایت (oral tradition) کے مطابق آدم جنت سے زمین پر یہاں اتارے گئے تھے۔

[41] عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ لَمَّا أَخْرَجَ آدَمَ مِنَ الْجَنَّةِ زَوَّدَهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، وَعَلَّمَهُ صَنْعَةَ كُلِّ شَيْءٍ فَثِمَارُكُمْ هَذِهِ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ غَيْرَ أَنَّ هَذِهِ تَغَيَّرُ وَتِلْكَ لَا تَغَيَّرُ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، التعليق من تلخيص الذهبي "صحيح". [المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ذِكْرُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، 592/2]۔ آدم کا بیٹا قائن عدن کے مشرق میں نود کے علاقہ میں آباد ہوا اور وہاں اپنے بیٹے حنوک کے نام سے ایک شہر آباد کیا۔ حنوک سے عیراد، عیراد سے محویا ایل، محویا ایل سے متوسا ایل، متوسا ایل سے لمک پیدا ہوا۔ لمک سے یابل، یوبل اور بلقائن کی پیدائش ہوئی۔ یابل کی اولاد نے خانہ بدوشی اختیار کی جبکہ یوبل کی اولاد نے آلات موسیقی بانسری وغیرہ ایجاد کی۔ اوربلقائن نے لوہے اور پیتل کے ہتھیار بنائے۔ [عہد نامہ قدیم: پیدائش: 4: 1-23]

[42] وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿31﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿32﴾ قَالَ يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَنبَأَهُم بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿33﴾ [البقرة]؛ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ القِيَامَةِ، فَيَقُولُونَ: لَوِ اسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا، فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ: أَنْتَ أَبُو النَّاسِ، خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلاَئِكَتَهُ، وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ. [صحيح البخاري، كِتَابُ تَفْسِيرِ القُرْآنِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ: {وَعَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاءَ كُلَّهَا، 17/6]؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: عَلَّمَ اللَّهُ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا، وَهِيَ هَذِهِ الْأَسْمَاءُ الَّتِي يَتَعَارَفُ بِهَا النَّاسُ: إِنْسَانٌ وَدَابَّةٌ، وَأَرْضٌ، وَسَهْلٌ، وَبَحْرٌ، وَجَبَلٌ، وَحِمَارٌ، وَأَشْبَاهُ ذَلِكَ مِنَ الْأُمَمِ وَغَيْرِهَا. [الطبري، أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد الآملي، جامع البيان عن تأويل آي القرآن = تفسير الطبري، دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، الطبعة الأولى، 1422 هـ - 2001 م، 514/1]؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «عَلَّمَهُ اسْمَ الْقَصْعَةِ وَالْفَسْوَةِ وَالْفُسَيَّةِ» [تفسير الطبري: 515/1]؛ عَنِ الْحَسَنِ، وَقَتَادَةَ، قَالَا: عَلَّمَهُ اسْمَ كُلِّ شَيْءٍ: هَذِهِ الْخَيْلُ، وَهَذِهِ الْبِغَالُ، وَالْإِبِلُ، وَالْجِنُّ، وَالْوَحْشُ، وَجَعَلَ يُسَمِّي كُلَّ شَيْءٍ بِاسْمِهِ. [تفسير الطبري: 517/1]۔ آدم کی تنہائی دور کرنے کے لیے خدا نے مٹی سے جانور اور پرندے بنائے اور انہیں آدم کے سامنے رکھا اور آدم نے ان کو جس نام سے پکارا، وہی ان کا نام ٹھہرا۔ [عہد نامہ قدیم: پیدائش: 2: 1-25]؛ زبان کا اختلاف پہلی مرتبہ نوح کی اولاد میں اس وقت سامنے آیا جبکہ انہوں نے روئے زمین پر پہلی مرتبہ اینٹوں کو آگ میں پکا کر بابل کا شہر آباد کرنا چاہا اور اس شہر میں آسمانوں کی بلندیوں کو پہنچنے والا برج بنانے کا ارادہ کیا تاکہ دنیا میں ان کا نام باقی رہے تو خدا نے انہیں اس مقصد سے باز رکھنے کے لیے زمین میں پراگندہ کر دیا اور ان کی زبانوں میں اختلاف ڈال دیا۔[عہد نامہ قدیم: پیدائش:11 : 1-10]

[43] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَخَذَ اللَّهُ الْمِيثَاقَ مِنْ ظَهْرِ آدَمَ بِنَعْمَانَ، يَعْنِي بِعَرَفَةَ، فَأَخْرَجَ مِنْ صُلْبِهِ كُلَّ ذُرِّيَّةٍ ذَرَأَهَا فَنَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ، ثُمَّ كَلَّمَهُمْ قُبُلًا وَقَالَ: {أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ} [الأعراف: 172] إِلَى قَوْلِهِ {بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ} [الأعراف: 173] هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، التعليق من تلخيص الذهبي "صحيح". [المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ذِكْرُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، 593/2]

[44] عن عبد الله بن عَمرو، قال: لَمَّا أَهْبَطَ الله آدمَ أَهْبَطَه بأرضِ الهِند...ثم خَرَجَ إلى الشَّام فماتَ بها. [الطبراني، أبو القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب الشامي، المُعْجَمُ الكَبِير للطبراني، مكتبة ابن تيمية، القاهرة، 343/13]۔ خدا نے آدم کو زمین کے مشرق میں عدن کے مقام پر ایک باغ میں رکھا۔ عدن سے ایک دریا باغ کو سیراب کرنے کے لیے نکلا اور چار ندیوں میں تقسیم ہوا۔ فیسون کی وادی حویلہ کی سرزمین جبکہ جیحون کی وادی کوش کی وادی کو سیراب کرتی تھی۔ تیسری دجلہ کی وادی اور چوتھی فرات ہے۔ [عہد نامہ قدیم: پیدائش: 2: 1-25]؛ آدم کا بیٹا قائن، عدن کے مشرق میں نود کے علاقہ میں آباد ہوا اور وہاں اپنے بیٹے حنوک کے نام سے ایک شہر آباد کیا۔ [عہد نامہ قدیم: پیدائش: 4: 1-23]۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ، وَالْفُرَاتُ وَالنِّيلُ كُلٌّ مِنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ» [صحيح مسلم، كتاب الْجَنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيمِهَا وَأَهْلِهَا، بَابُ مَا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ، 2183/4] فَرُفِعَ لِي البَيْتُ المَعْمُورُ، فَسَأَلْتُ جِبْرِيلَ، فَقَالَ: هَذَا البَيْتُ المَعْمُورُ يُصَلِّي فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ، إِذَا خَرَجُوا لَمْ يَعُودُوا إِلَيْهِ آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ، وَرُفِعَتْ لِي سِدْرَةُ المُنْتَهَى، فَإِذَا نَبِقُهَا كَأَنَّهُ قِلاَلُ هَجَرَ وَوَرَقُهَا، كَأَنَّهُ آذَانُ الفُيُولِ فِي أَصْلِهَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ، وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ، فَسَأَلْتُ جِبْرِيلَ، فَقَالَ: أَمَّا البَاطِنَانِ: فَفِي الجَنَّةِ، وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ: النِّيلُ وَالفُرَاتُ. [صحيح البخاري، كِتَابُ بَدْءِ الخَلْقِ، بَابُ ذِكْرِ المَلاَئِكَةِ، 109/4]۔ آدم کی پیدائش اور جنت رکھے جانے کا قصہ ہمیں سمیری (Sumerian) تہذیب کی قدیم ترین نظم رزمیہ گلگامش (Epic of Gilgamesh) میں بھی ملتا ہے۔ یہ نظم بابل (Babylon) شہر کی کھدائی کے دوران 1800 قبل مسیح کے زمانے میں لکھی گئی تختیوں پر ملی ہے۔اترا ہاسس (Atra-Hasis) جو کہ اکادی (Akkadian) تہذیب کے باقیات کی ایک رزمیہ نظم ہے کہ جس کے تقریباً 1650 قبل مسیح کے دور کے نسخے دریافت ہوئے ہیں۔ اس نظم میں بھی آدم کی پیدائش اور طوفان نوح، دونوں قصے موجود ہیں۔ سمیری بادشاہوں کی فہرست میں اریدو (Eridu) کو پہلے سمیری بادشاہ کا شہر قرار دیا گیا ہے جو کہ عراق میں اُور (Ur) کے شہر سے 12 کلومیٹر جنوب مغرب میں واقع ہے۔ سمیری تہذیب ہی کے ایک اور قصے زیو سدرا (Ziusudra) میں بھی تخلیق اور طوفان کا قصہ موجود ہے۔ علاوہ ازیں اس قصے کے مطابق طوفان سے پہلے آباد کیے جانے والوں شہروں میں پہلا شہر اریدو (Eridu) جبکہ دوسرا عراق کا شہر باد تبیر (Bad-Tibira) ہے۔ تیسرا لارسا (Larsa)، چوتھا سیپار (Sippar) اور پانچواں شوروپاک (Shuruppak) ہے اور یہ سب شہر عراق میں ہی پاس پاس ہی موجود ہیں۔ حکمائےسبعہ لما بین النہرین (Mesopotamian Seven Sages) میں پہلے حکیم اداپا (Adapa) کے قصے میں بھی تخلیق کے واقعے کا ذکر ہے اور اس واقعہ کے مخطوطات (manuscripts) تقریباً 1400 قبل مسیح کے ہیں۔

[45] سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَبِيٌّ كَانَ آدَمُ؟ قَالَ: «نَعَمْ، مُكَلَّمٌ»، قَالَ: فَكَمْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ نُوحٍ؟ قَالَ: «عَشَرَةُ قُرُونٍ» [صحيح ابن حبان، كِتَابُ التَّارِيخِ، بَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ ذِكْرُ الْإِخْبَارِ عَمَّا كَانَ بَيْنَ آدَمَ وَنُوحٍ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمَا مِنَ الْقُرُونِ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى، 1408 هـ - 1988 م، 69/14؛ سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها: 358/6-360]۔ آدم سے سیت، سیت سے انوس، انوس سے قینان، قینان سے محلل ایل، محلل ایل سے یارد، یارد سے حنوک، حنوک سے متوسلح، متوسلح سے لمک اور لمک سے نوح کی پیدائش ہوئی۔[عہد نامہ قدیم: پیدائش: 5: 1-32] بائبل کے بیان کے مطابق آدم اور نوح علیہما الصلاۃ والسلام کے مابین 1056 برس کا فرق ہے۔[عہد نامہ قدیم: پیدائش:5 : 1-32] لیکن بائبل کے اعداد وشمار کے بارے کچھ یقین سے کہنا بہت مشکل امر ہے۔

[46] كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا

فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿213﴾ [البقرة]؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كَانَ بَيْنَ نُوحٍ وَآدَمَ عَشَرَةُ قُرُونٍ كُلُّهُمْ عَلَى شَرِيعَةٍ مِنَ الْحَقِّ، فَاخْتَلَفُوا فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ». قَالَ: وَكَذَلِكَ فِي قِرَاءَةِ عَبْدِ اللَّهِ «كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا»، هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، التعليق من تلخيص الذهبي "على شرط البخاري". [المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ذِكْرُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، 596/2]

47 وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿23﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿24﴾ [نوح]؛ «صَارَتِ الأَوْثَانُ الَّتِي كَانَتْ فِي قَوْمِ نُوحٍ فِي العَرَبِ بَعْدُ أَمَّا وَدٌّ كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدَوْمَةِ الجَنْدَلِ، وَأَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ، وَأَمَّا يَغُوثُ فَكَانَتْ لِمُرَادٍ، ثُمَّ لِبَنِي غُطَيْفٍ بِالْجَوْفِ، عِنْدَ سَبَإٍ، وَأَمَّا يَعُوقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ، وَأَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِآلِ ذِي الكَلاَعِ، أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ، فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ، أَنِ انْصِبُوا إِلَى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوا يَجْلِسُونَ أَنْصَابًا وَسَمُّوهَا بِأَسْمَائِهِمْ، فَفَعَلُوا، فَلَمْ تُعْبَدْ، حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولَئِكَ وَتَنَسَّخَ العِلْمُ عُبِدَتْ» [صحيح البخاري، كِتَابُ تَفْسِيرِ القُرْآنِ، بَابُ {وَدًّا وَلاَ سُوَاعًا، وَلاَ يَغُوثَ وَيَعُوقَ}، 160/6]؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كَانَ بَيْنَ نُوحٍ وَآدَمَ عَشَرَةُ قُرُونٍ كُلُّهُمْ عَلَى شَرِيعَةٍ مِنَ الْحَقِّ، فَاخْتَلَفُوا فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ». قَالَ: وَكَذَلِكَ فِي قِرَاءَةِ عَبْدِ اللَّهِ «كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا»، هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، التعليق من تلخيص الذهبي "على شرط البخاري". [المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ذِكْرُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، 596/2]

48 وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿44﴾ [هود]۔ زبان کا اختلاف پہلی مرتبہ نوح کی اولاد میں اس وقت سامنے آیا جبکہ انہوں نے روئے زمین پر پہلی مرتبہ اینٹوں کو آگ میں پکا کر بابل کا شہر آباد کرنا چاہا اور اس شہر میں آسمانوں کی بلندیوں کو پہنچنے والا برج بنانے کا ارادہ کیا تاکہ دنیا میں کا نام باقی رہے تو خدا نے انہیں اس مقصد سے باز رکھنے کے لیے زمین میں پراگندہ کر دیا اور ان کی زبانوں میں اختلاف ڈال دیا۔[عہد نامہ قدیم: پیدائش: 11 : 1-10]

49 وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ﴿75﴾ وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿76﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ﴿77﴾ [الصافات]؛ فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَن مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ ﴿73﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِن بَعْدِهِ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِن قَبْلُ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ ﴿74﴾ [يونس]؛ قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ أُمَمٍ مِّمَّن مَّعَكَ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُم مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿48﴾ [هود]؛ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُم مُّهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿26﴾ [الحديد]؛ وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿37﴾ وَعَادًا وَثَمُودَ وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَٰلِكَ كَثِيرًا ﴿38﴾ [الفرقان]؛ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿14﴾ [العنكبوت]۔ نوح کے بیٹے جو کشتی سے نکلے سم، حام اور یافت تھے اور حام کنعان کا باپ تھا۔ یہی تینوں نوح کے بیٹے تھے اور ان ہی کی نسل ساری زمین پر پھیلی۔ [عہد نامہ قدیم: پیدائش: 9: 18-19]۔ اس طوفان اور کشتی کا ذکر ہمیں سمیری (Sumerian) تہذیب کی قدیم ترین نظم رزمیہ گلگامش (Epic of Gilgamesh) میں بھی ملتا ہے۔ یہ نظم بابل (Babylon) شہر کی کھدائی کے دوران 1800 قبل مسیح کے زمانے میں لکھی گئی تختیوں پر ملی ہے۔

50 عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «وَلَدُ نُوحٍ ثَلَاثَةٌ سَامُ وَحَامُ وَيَافِثُ أَبُو الرُّومِ» هَذَا

حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، التعليق من تلخيص الذهبي "صحيح". [المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ذِكْرُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، 595/2]

[51] عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَامٌ أَبُو العَرَبِ، وَيَافِثُ أَبُو الرُّومِ، وَحَامٌ أَبُو الحَبَشِ. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَيُقَالُ: يَافِثُ وَيَافِتُ وَيَفَثُ. [سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابٌ فِي فَضْلِ العَرَبِ، 213/6]۔ سام کی اولاد میں عیلام، اسور، ارفکسد، لود اور ارام ہیں۔ ارام کی اولاد میں عوض، حول، جتر اور مس ہیں جبکہ ارفکسد سے سلح، سلح سے عبر، عبر سے فلج اور یقطان پیدائش ہوئی۔ اور یقطان سے موداد، سلف، حصار ماوات، اراخ، ہدورام، اوزال، دقلہ، عوبل، ابی مائیل، سبا، اوفیر، حویلہ اور یوباب کی پیدائش ہوئی۔ حام کی اولاد میں کوش، مصر، فوط اور کنعان ہیں۔ کوش کی اولاد میں سبا، حویلہ، سبتہ، رعماہ، سبتیکہ، نمرود ہیں جبکہ مصر سے لودی، عنامی، الہامی، نفتوحی، فتروسی، کسلوحی اور کفتوری کی پیدائش ہوئی۔ کنعان سے صیدا، حت، یبوسی، اموری، جرجاسی، حوی، عرقی، سینی، ارودای، صماری، حماتی ہیں۔ رعماہ کی اولاد میں سبا اور ددان ہیں۔ یافت کی اولاد میں جمر، ماجوج، مادی، یاوان، توبل، مسک اور تیراس ہیں۔ جمر کی اولاد میں اشکناز، ریفت اور تجرمہ جبکہ یاوا" کے بیٹوں میں الیسہ، ترسیس، کتی اور دودانی ہیں۔ [عہد نامہ قدیم: پیدائش: 10: 1-32]

[52] أَبُو أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَبِيًّا كَانَ آدَمُ؟ قَالَ: «نَعَمْ، مُعَلَّمٌ مُكَلَّمٌ» قَالَ: كَمْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ نُوحٍ؟ قَالَ: «عَشْرُ قُرُونٍ» قَالَ: كَمْ بَيْنَ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ؟ قَالَ: «عَشْرُ قُرُونٍ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَمْ كَانَتِ الرُّسُلُ؟ قَالَ: «ثَلَاثَ مِائَةٍ وَخَمْسَ عَشْرَةَ جَمًّا غَفِيرًا»، هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، التعليق من تلخيص الذهبي "على شرط مسلم". [المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، ذِكْرُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، 288/2؛ سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها: 852/7-855]۔ نوح سے سم، سم سے ارفکسد، ارفکسد سے سلح، سلح سے عبر، عبر سے فلج، فلج سے رعو، رعو سے سروج، سروج سے نحور، نحور سےتارخ اور تارخ سے ابرام ، نحور اور حاران پیدا ہوئے ۔ اور حاران سے لوط کی پیدائش ہوئی۔ [عہد نامہ قدیم: پیدائش: 5: 32] بائبل کے بیان کے مطابق نوح سے ابراہیم تک 890 برس کا فرق ہے۔[عہد نامہ قدیم: پیدائش: 11: 1-32] لیکن بائبل کے اعداد شمار کا کوئی اعتبار نہیں ہے یعنی بعینہ اس نمبر کا اعتبار نہیں ہے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ بائبل نے اگر یہ فرق ہزار سال بنایا ہو تو اصلا ایک لاکھ سال ہو۔

[53] وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿65﴾ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿66﴾ قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿67﴾ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ﴿68﴾ أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿69﴾ [الأعراف]؛ كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ﴿123﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿124﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿125﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿126﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿127﴾ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ﴿128﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿129﴾ وَإِذَا بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿130﴾ [الشعراء]؛ وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿21﴾ [الأحقاف]؛ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿6﴾ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿7﴾ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿8﴾ [الفجر]

[54] وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ

آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿73﴾ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿74﴾ [الأعراف]؛ وَعَادًا وَثَمُودَ وَقَد تَّبَيَّنَ لَكُم مِّن مَّسَاكِنِهِمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ﴿38﴾ [العنكبوت]؛ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُم مِّنَ الْقُرَىٰ وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿27﴾ [الأحقاف]؛ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿141﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿142﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿143﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿144﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿145﴾ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ﴿146﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿147﴾ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿148﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ ﴿149﴾ [الشعراء]؛ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿9﴾ [الفجر]؛ وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿80﴾ وَآتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿81﴾ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ﴿82﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ﴿83﴾ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿84﴾ [الحجر]

55 أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿70﴾ [التوبة]؛ وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ ﴿51﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿52﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ﴿53﴾ قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿54﴾ [الأنبياء]؛ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿97﴾ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿98﴾ وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿99﴾ [الصافات]؛ فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿26﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿27﴾ وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿28﴾ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿29﴾ [العنكبوت]؛ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿36﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿37﴾ [العنكبوت]؛ وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ﴿71﴾ [الأنبياء]؛ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ﴿73﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ ﴿74﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿75﴾ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ ﴿76﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿77﴾ وَإِن كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ ﴿78﴾ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿79﴾ [الحجر]؛ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ﴿176﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿177﴾ [الشعراء]؛ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ﴿40﴾ [الفرقان]

56 وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُم مُّهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿26﴾ [الحديد]؛ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿27﴾ [العنكبوت]

57 وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿84﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿85﴾ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿86﴾ [الأنعام]

58 وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿127﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿128﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ

يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿129﴾ [البقرة]؛ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿6﴾ [الصف]

59 وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ﴿117﴾ [المؤمنون]؛ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿36﴾ [النحل]؛ زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن لَّن يُبْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿7﴾ [التغابن]؛ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿24﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿25﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿26﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ ﴿27﴾ وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ إِلَىٰ كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿28﴾ هَٰذَا كِتَابُنَا يَنطِقُ عَلَيْكُم بِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿29﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿30﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿31﴾ وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُم مَّا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِن نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ﴿32﴾ [الجاثية]

60 أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿50﴾ [المائدة]

61 إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ﴿19﴾ [آل عمران]

62 وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿85﴾ [آل عمران]

63 وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿24﴾ [فاطر]؛ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿7﴾ [الرعد]

64 «وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ» [صحيح البخاري، كِتَابُ أَحَادِيثِ الأَنْبِيَاءِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ {وَاذْكُرْ فِي الكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا}، 167/4]

65 لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ﴿48﴾ [المائدة]

66 «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»، قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَيَقُولُ: لَا، إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللهِ هَذِهِ الْأُمَّةَ. [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ نُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ حَاكِمًا بِشَرِيعَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، 137/1]

67 اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک کتاب وسنت کیسے منتقل ہوئے؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ دوسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ کیا قرآن وسنت اس بارے میں ہماری رہنمائی کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے قرآن وسنت کی صورت میں جودین حاصل کیا ہے وہ قیامت تک آنے والے آپ کے ہر ہر امتی تک کن ذرائع سے پہنچے گا ؟ تیسرا تحقیق طلب سوال یہ ہے کہ قرآن وسنت نے ایسے کون سے ذرائع بیان کیے ہیں کہ جن سے دین اسلام آپ کی طرف سے کسی امتی تک پہنچ جائے تو اس امتی کے لیے اس ذریعے کی صورت میں ملنے والے دین کو، دین اسلام سمجھ کر قبول کرنا واجب ہے آج میرے لیے دین اسلام کے مآخذ کیا ہیں؟ یعنی جو دین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کواللہ کی طرف سے بذریعہ وحی ملا ہے آج مجھے وہ کہاں ملے گا؟ آج میں اسے کہاں تلاش کروں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ دین کی حفاظت اس طرح سے کی ہے کہ آج بھی مجھے وہ دین اسی طرح مل جائے جس صورت میں وہ آپ پر نازل ہوا تھا؟ میرے سامنے آج اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں ہیں کہ میں ان کے

اقوال، افعال اور تقریرات کا براہ راست مشاہدہ کر کے دین آپ کی ذات سے اخذ کر سکوں۔

[68] فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿65﴾ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿66﴾ قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿67﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ﴿68﴾ قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ﴿69﴾ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَن شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿70﴾ فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ﴿71﴾ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿72﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ﴿73﴾ فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ﴿74﴾ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿75﴾ قَالَ إِن سَأَلْتُكَ عَن شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِن لَّدُنِّي عُذْرًا ﴿76﴾ فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَن يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَن يَنقَضَّ فَأَقَامَهُ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ﴿77﴾ قَالَ هَٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿78﴾ [الکهف]۔ معاصر سائنسی علم میں سے اکثر وہ ہے جو صرف سائنسدان کا مشاہدہ یا تجربہ ہے جبکہ بقیہ دنیا کے لیے وہ ایک خبر ہی ہے۔ قدیم انسان کی تاریخ کا مطالعہ زبانی خبر (oral tradition) کی روشنی میں کیا جائے یا علم الآثار (Archeology) کی صورت میں، نسب شناسی (Genealogy) کی روشنی میں ہو یا علم النقائش (Epigraphy) کی صورت میں، ہر پہلو سے وہ ایک عامی کے لیے خبر ہی ہے۔

[69] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّهُ قَدْ كَانَ فِيمَا مَضَى قَبْلَكُمْ مِنَ الأُمَمِ مُحَدَّثُونَ، وَإِنَّهُ إِنْ كَانَ فِي أُمَّتِي هَذِهِ مِنْهُمْ فَإِنَّهُ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ. [صحيح البخاري، كِتَابُ أَحَادِيثِ الأَنْبِيَاءِ، بَابُ حَدِيثِ الغَارِ، 174/4]

[70] وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِندَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ﴿43﴾ [المائدة]؛ پھر موسی نے سب اسرائیلیوں کو بلوا کر ان سے کہا: اسے اسرائیلیو! تم ان آئین اور احکام کو سن لو جن کو میں آج تم کو سناتا ہوں تا کہ تم ان کو سیکھ کر ان پر عمل کرو ... میرے آگے تو اور معبودوں کو نہ ماننا۔ تو اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا، نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔ تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں۔ اور جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں ان کی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک باپ دادا کی بدکاری کی سزا دیتا ہوں۔ اور ہزاروں پر جو مجھ سے محبت رکھتے اور میرے حکموں کو مانتے ہیں، رحم کرتا ہوں۔ تو خداوند اپنے خداوند کا نام بے فائدہ نہ لینا کیونکہ خداوند اس کو جو اس کا نام بے فائدہ لیتا ہے، بے گناہ نہ ٹھہرائے گا۔ تو خداوند اپنے خدا کے حکم کے مطابق سبت کے دن کو یاد کر کے پاک ماننا۔ چھ دن تک تو محنت کر کے اپنا سارا کام کاج کرنا۔ لیکن ساتواں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے۔ اس میں نہ تو کوئی کام کرے، نہ تیرا بیٹا، نہ تیری بیٹی، نہ تیرا غلام، نہ تیری لونڈی، نہ تیرا بیل، نہ تیرا گدھا، نہ تیرا اور کوئی جانور،اور نہ کوئی مسافر جو تیرے پھاٹکوں کے اندر ہوتا، کہ تیرا غلام اور تیری لونڈی بھی تیری طرح آرام کریں۔ اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھے حکم دیا ہے تا کہ تیری عمر دراز ہو اور جو ملک خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے اس میں تیرا بھلا ہو۔ تو خون نہ کرنا۔ تو زنا نہ کرنا۔ تو چوری نہ کرنا۔ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا اور نہ اپنے پڑوسی کے گھر یا اس کے کھیت یا غلام یا لونڈی یا بیل یا گدھے یا اس کی کسی۔ اور چیز کا خواہاں ہونا۔ یہی باتیں خداوند نے اس پہاڑ پر آگ اور گھٹا اور ظلمت میں سے تمہاری ساری جماعت کو بلند آواز سے کہیں اور اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہا اور ان ہی کو اس نے پتھر کی دو لوحوں پر لکھا اور ان کو میرے سپرد کیا۔

[عہد عتیق: استثناء: باب 5: آیت 7-23]۔ اور دیکھو ایک شخص نے پاس آکر اس سے کہا: اے استاد! میں کون سی نیکی کروں تا کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟ اس نے اس سے کہا: تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک ہی ہے۔ لیکن اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر۔ اس نے اس سے کہا: کون سے حکموں پر؟ یسوع نے کہا: یہ کہ خون نہ کر۔ زنا نہ کر۔ چوری نہ کر۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔ اپنے باپ دادا کی اور ماں کی عزت کر۔ اور اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ۔ اس جوان نے اس سے کہا: کہ میں نے ان سب پر عمل کیا ہے۔ اب مجھ میں کس بات کی کمی ہے؟ یسوع نے اس سے کہا: اگر تو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا، اپنا مال واسباب بیچ کر غریبوں کو دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا اور آکر میرے پیچھے ہو لے۔ مگر وہ جوان یہ بات سن کر غمگین ہو کر چلا گیا کیونکہ بڑا مالدار تھا۔ اور یسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا: میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولتمند کا آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونا مشکل ہے۔ اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہی میں داخل ہو۔ شاگرد یہ سن کر بہت ہی حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ پھر کون نجات پا سکتا ہے؟ یسوع نے ان کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ آدمیوں سے تو نہیں ہو سکتا لیکن خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔[عہد نامہ جدید: متی: باب 19: آیت 17-27]

قدیم ضابطہ حیات حمورابی کا قانون (Code of Hammurabi) میں بھی مذکورہ بالا بعض احکامات کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے جو کہ غالباً صحف ابراہیم کا اثر علمی ہے۔ یہ قانون 1750 قبل مسیح میں بابل میں مرتب کیا گیا تھا۔

[71] فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَـٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴿79﴾ [البقرة]؛ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَـٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿174﴾ [البقرة]

[72] وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿75﴾ [البقرة]؛ وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿78﴾ [المائدة]

How can you say, 'We are wise, And the law of the LORD is with us'? But behold, the lying pen of the scribes Has made it into a lie. [New American Standard Bible: Old Testament: Jeremiah: 8:8]; and you have perverted the words of the living God, the LORD of hosts, our God [New American Standard Bible: Old Testament: 23: 36]; All day long they distort my words [New American Standard Bible: Old Testament: Psalm: 56: 5]

[73] إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿19﴾ فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿20﴾ [آل عمران]۔ البتہ قدیم انسان کی تاریخ (Anthropology) کے مطالعے کے لیے موجود مصادر میں سابقہ آسمانی کتب جامع ترین اور بہترین ماخذ ہیں، خاص طور بحیرہ مردار کے مخطوطات (dead sea scrolls) کی دریافت کے بعد ان کی یہ تاریخی حیثیت مسلم (authentic) ہو چکی ہے۔ یہ مخطوطات 1946 سے 1956 کے درمیان بحیرہ مردار

(dead see) کے شمال مغرب میں دو کلومیٹر کے فاصلے پر موجود 11 غاروں سے بر آمد ہوئے اور ان کی کل تعداد 981 ہے۔ یہ مخطوطات 408 قبل مسیح سے 318 قبل مسیح تک کے زمانے میں لکھے گئے تھے اور یہ یونانی (Greek)، عبرانی (Hebrew)، آرامی (Aramaic) اور نبطی (Nabataean) میں ہیں۔

[74] وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ﴿81﴾ [المائدة]؛ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكِتَابٍ أَصَابَهُ مِنْ بَعْضِ أَهْلِ الْكُتُبِ، فَقَرَأَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَ وَقَالَ: «أَمُتَهَوِّكُونَ فِيهَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً، لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَيُخْبِرُوكُمْ بِحَقٍّ فَتُكَذِّبُوا بِهِ، أَوْ بِبَاطِلٍ فَتُصَدِّقُوا بِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ مُوسَى كَانَ حَيًّا، مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي» [أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني، أبو عبد الله، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة، 2001 م، 349/23؛ محمد ناصر الدين الألباني، إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، المكتب الإسلامي، بيروت، 1985م، 34/6] «وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ، وَلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ» [صحيح المسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، باب وجوب إيمان أهل الكتاب برسالة الإسلام، 34/1]

[75] وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴿48﴾ [المائدة]

[76] وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ﴿81﴾ [المائدة]؛ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكِتَابٍ أَصَابَهُ مِنْ بَعْضِ أَهْلِ الْكُتُبِ، فَقَرَأَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَ وَقَالَ: «أَمُتَهَوِّكُونَ فِيهَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً، لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَيُخْبِرُوكُمْ بِحَقٍّ فَتُكَذِّبُوا بِهِ، أَوْ بِبَاطِلٍ فَتُصَدِّقُوا بِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ مُوسَى كَانَ حَيًّا، مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 349/23؛ إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل: 34/6]

[77] خبر وہ ہے جس میں صدق وکذب کا احتمال ہو۔ اگر ان دو پہلوؤں میں سے ایک قطع ہو جائے تو اسے خبر قطعی کہتے ہیں۔ یہ قطعیت اگر تحقیق کے بغیر حاصل ہو تو اسے متواتر کہتے ہیں اور تحقیق کے بعد حاصل ہو تو صحیح کہتے ہیں۔ خبر متواتر ہر حال میں یقین کا فائدہ دیتی ہے جبکہ صحیح خبر تحقیق سے پہلے ظن اور تحقیق کے بعد یقین کا فائدہ دیتی ہے۔ چونکہ قطعیت خبر کا خاصہ ہے نہ کہ مخبر کا لہذا اس کا دارومدار مخبرین کی تعداد کی کمی بیشی نہیں ہے جیسا کہ متاخرین میں متواتر اسی معنی میں معروف ہو گئی کہ جسے جم غفیر روایت کرے۔ سلف صالحین، ائمہ دین، فقہائے اربعہ اور محدثین عظام رحمہم اللہ متواتر کی اس صطلاح سے ناواقف تھے۔ یہ اصطلاح یونانی منطق سے اصول فقہ میں اور اصول فقہ سے اصول حدیث میں داخل ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ ایک ایسی اصطلاح ہے کہ جس کا نہ تو کوئی معنی متعین ہے اور نہ ہی کوئی مسمی معلوم ہے۔ درست بات یہ ہے کہ تواتر ایک سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ مالک عن نافع عن عبد اللہ بن عمر ایک متواتر سند ہے۔ وَمِنَ الْمَشْهُورِ: الْمُتَوَاتِرُ الَّذِي يَذْكُرُهُ أَهْلُ الْفِقْهِ وَأُصُولِهِ، وَأَهْلُ الْحَدِيثِ لَا يَذْكُرُونَهُ بِاسْمِهِ الْخَاصِّ الْمُشْعِرِ بِمَعْنَاهُ الْخَاصِّ، وَإِنْ كَانَ الْحَافِظُ الْخَطِيبُ قَدْ ذَكَرَهُ، فَفِي كَلَامِهِ مَا يُشْعِرُ بِأَنَّهُ اتَّبَعَ فِيهِ غَيْرَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، وَلَعَلَّ ذَلِكَ لِكَوْنِهِ لَا تَشْمَلُهُ صِنَاعَتُهُمْ، وَلَا يَكَادُ يُوجَدُ فِي رِوَايَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ عِبَارَةٌ عَنِ الْخَبَرِ الَّذِي يَنْقُلُهُ مَنْ يَحْصُلُ الْعِلْمُ بِصِدْقِهِ ضَرُورَةً، وَلَا بُدَّ فِي إِسْنَادِهِ مِنِ اسْتِمْرَارِ هَذَا الشَّرْطِ فِي رُوَاتِهِ مِنْ أَوَّلِهِ إِلَى مُنْتَهَاهُ. وَمَنْ سُئِلَ عَنْ إِبْرَازِ مِثَالٍ لِذَلِكَ فِيمَا يُرْوَى مِنَ الْحَدِيثِ أَعْيَاهُ تَطَلُّبُهُ. [ابن الصلاح، عثمان بن عبد الرحمن، أبوعمرو تقي الدين، معرفة أنواع

علوم الحديث، ويُعرف بمقدمة ابن الصلاح، دار الفكر المعاصر، بيروت، 1406هـ - 1986م، 167-268]۔ رد وقبول کے اعتبار سے خبر کی دو قسمیں ہیں؛ مقبول اور مردود۔ مقبول وہ ہے جو دین میں حجت ہے جبکہ مردود، حجت نہیں ہے۔ مقبول کی چار قسمیں ہیں؛ صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ۔ پہلی تین قسمیں تحقیق سے پہلے ظن جبکہ تحقیق کے بعد یقین کا فائدہ دیتی ہیں جبکہ حسن لغیرہ ظنی الثبوت ہے۔ مردود روایت، طعن فی الراوی کے اعتبار سے موضوع، متروک، منکر، مدرج، مضطرب، مصحف، مجہول میں تقسیم ہوتی ہے جبکہ سند کے انقطاع کے پہلو سے معلق، منقطع، معضل، مرسل، مدلس اور مرسل خفی میں تقسیم ہوتی ہے۔

[78] قال الشافعي: فإن قال قائل: اذكر الحجة في تثبيت خبر الواحد بنصٍ خبر أو دلالةٍ فيه أو إجماع. فقلت له أخبرنا سفيان عن عبد الملك بن عمير عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود عن أبيه أن النبي قال: نضَّر الله عبداً سمع مقالتي فحفظها ووعاها وأداها، فرُبَّ حاملِ فقهٍ غيرِ فقيه ورُبَّ حامل فقه إلى من هو أفقه منه. ثلاثٌ لا يَغِلُّ عليهن قلبُ مسلم: إخلاصُ العمل لله، والنصيحةُ للمسلمين، ولزوم، جماعتهم، فإنّ دعوتهم تحيط من ورائهم. فلما نَدَب رسول الله إلى استماع مقالته وحفظِها وأدائها امرأً يؤديها، والامْرُءُ واحدٌ: دلَّ على أنه لا يأمر أن يُؤدَّى عنه إلا ما تقوم به الحجة على من أدى إليه؛ لأنه إنما يُؤدَّى عنه حلال وحرام يُجتَنَب، وحدٌّ يُقام، ومالٌ يؤخذ ويعطى، ونصيحة في دينٍ ودنيا. ودل على أنه قد يحمل الفقهَ غيرُ فقيه، يكون له حافظاً، ولا يكون فيه فقيهاً. وأمْرُ رسول الله بلزوم جماعة المسلمين مما يُحتج به في أن إجماع المسلمين - إن شاء الله – لازمٌ [الشافعي، أبو عبد الله محمد بن إدريس بن العباس القرشي المكي، الرسالة، مكتبه الحلبي، مصر، 1940ء، 401-403]؛ أخبرنا سفيان قال أخبرني سالم أبو النضر أنه سمع عبيد الله بن أبي رافع يخبر عن أبيه قال: قال النبي: لا أُلفِيَنَّ أحدكم متّكئاً على أريكته، يأتيه الأمر من أمري، مما نهيت عنه أو أمرت به، فيقول: لا ندري، ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه. قال ابن عيينة: وأخبرني محمد بن المنكدر عن النبي بمثله مرسلاً. وفي هذا تثبيتُ الخبر عن رسول الله وإعلامُهم أنه لازم لهم، وإن لم يجدوا له نصَّ حكمٍ في كتاب الله، وهو موضوع في غير هذا الموضع. [الرسالة: 403-404]؛ أخبرنا مالك عن زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار: أن رجلاً قبَّل امرأته وهو صائم، فوَجَد من ذلك وجْداً شديداً، فأرسل امرأته تسأل عن ذلك، فدخلت على أم سلمة أمِّ المؤمنين، فأخبرتها، فقالت أم سلمة: إن رسول الله يقبّل وهو صائم. فرجعت المرأة إلى زوجها فأخبرته، فزاده ذلك شراً، وقال: لسنا مثلَ رسول الله، يُحِل الله لرسوله ما شاء. فرجعت المرأة إلى أم سلمة فوجدت رسول الله عندها، فقال رسول الله: ما بال هذه المرأة؟ فأخبرته أم سلمة، فقال: ألا أخبرتيها أني أفعل ذلك؟ فقالت أم سلمة: قد أخبرتها فذهبت إلى زوجها فأخبرتْه فزاده ذلك شراً، وقال: لسنامثل رسول الله، يُحل الله لرسوله ما شاء. فغضب رسول الله ثم قال: والله إني لأتقاكم لله، ولأعلمكم بحدوده. وقد سمعت من يصل هذا الحديث، ولا يحضرني ذِكر مَن وصله. قال الشافعي: في ذكر قول النبي صلى الله عليه: "ألَّا أخبرتيها أني أفعل ذلك" دلالةٌ على أن خبر أم سلمة عنه مما يجوز قبوله؛ لأنه لا يأمرها بأن تخبر عن النبي إلا وفي خبرها ما تكون الحجةُ لمن أخبرتْه. [الرسالة: 404-406]

صحابہ دوصورتوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دین حاصل کر رہے تھے: یا تو براہ راست آپ کی مجلس میں موجود ہوتے تھے یا کسی دوسرے صحابی سے اس کی خبر پاتے تھے۔پہلی صورت میں بھی آپ کی خبر ان کے لیے خبر واحد تھی جبکہ دوسری صورت بھی عموماً خبر واحد ہی کی ہوتی تھی جیسا کہ صحابہ آپ کے ارشادات وافعال اور موقع بموقع نازل ہونے والی قرآنی آیات کی خبر اپنی بیویوں کو جا کر بیان کرتے تھے تو یہ خبر واحد ہی تھی۔ اس خبر واحد سے قرآن بھی ثابت ہورہا تھا اور حلال وحرام بھی، عبادات بھی اور معاملات بھی، آداب بھی اور حدود وتعزیرات بھی۔ جب تک صحابہ کا کسی بات پر اجماع نہیں ہوا تھا اور کسی۔ایک

صحابی نے کسی دوسرے صحابی سے مثلاً تحویل قبلہ سے متعلق قرآن کی نئی نئی نازل شدہ آیات سنی تھیں تواس صحابی کے لیے وہ خبر واحد مستقل بالذات ماخذ دین تھی یا نہیں اور اس خبر واحد سے قرآن اور تحویل قبلہ جیسا حکم ثابت ہوجاتا تھا یا نہیں؟ اگر توجواب اثبات میں ہے اور یقیناً ہے تو آج اس خبر واحد سے قرآن یا تحویل قبلہ جیسے احکامات کے اثبات میں کیا مانع ہے؟ کیا صحابہ کے دور میں جس قسم کی خبر واحد سے مستقل بالذات دین ثابت ہو جاتا تھا اور امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور امام بخاری رحمہم اللہ وغیرہ کے زمانے میں اس خبر واحد سے دین ثابت نہیں ہوتا تھا؟ کیا ذریعہ دین پر حَکم ہے کہ وہ دین کومستقل بالذات یا غیر مستقل بالذات بنا دیتا ہے؟ مستقل بالذات دین کے ثبوت کے طریقے جوخود دین نے بیان کیے ہیں وہ اجماع نہیں ہے بلکہ خبر صحیح ہے۔ مزید تفصیل کے لیے کتاب "فکر غامدی: ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ" کے باب اول "دین کی روایت" کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

[79] بعض لوگ تفسیری اقوال، سیرت اور تاریخ کی خبر پر بھی اصول حدیث کی روشنی میں حکم لگانا شروع کر دیتے ہیں جو کسی طور درست نہیں ہے۔ کتاب وسنت دین ہیں جبکہ تفسیری اقوال، سیرت اور تاریخ کسی طور بھی دین نہیں ہیں کہ ان کی تحقیق کے لیے بھی دین کی روایت کے اصول لاگو کیے جائیں۔ أما اشتراط الصحة الحديثية في قبول الأخبار التاريخية التي لا تمس العقيدة والشريعة ففيه تعسف كثير، والخطر الناجم عنه كبير، لأن الروايات التاريخية التي دونها أسلافنا المؤرخون لم تُعامل معاملة الأحاديث، بل تم التساهل فيها، و إذا رفضنا منهجهم فإن الحلقات الفارغة في تاريخنا ستمثل هوّة سحيقة بيننا، و بين ماضينا مما يولد الحيرة والضياع والتمزق والانقطاع ... لكن ذلك لا يعني التخلي عن منهج المحدثين في نقد أسانيد الروايات التاريخية، فهي وسيلتنا إلى الترجيح بين الروايات المتعارضة، كما أنها خير معين في قبول أو رفض بعض المتون المضطربة أو الشاذة عن الإطار العام لتاريخ أمتنا، ولكن الإفادة منها ينبغي أن تتم بمرونة آخذين بعين الاعتبار أن الأحاديث غير الروايات التاريخية، وأن الأولى نالت من العناية ما يمكنها من الصمود أمام قواعد النقد الصارمة. [أكرم ضياء العمري، الدكتور، دراسات تاريخية مع تعليقة في منهج البحث وتحقيق المخطوطات، الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، الطبعة الأولى، 1403 هـ - 1983 م، 27]۔ فنجد ابن حجر يقول عن الواقدي: متروك مع سعة علمه. [ابن حجر العسقلاني، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد، تقريب التهذيب، دار الرشيد، سوريا، الطبعة الأولى، 1406 – 1986، 498/1]۔ ويقول في سيف بن عمر: ضعيف في الحديث، عمد في التاريخ. [تقريب التهذيب: 262/1]۔ فالمقصود أن المنقولات التي يحتاج إليها في الدين قد نصب الله الأدلة على بيان ما فيها من صحيح وغيره، ومعلوم أن المنقول في التفسير أكثره كالمنقول في المغازي والملاحم؛ ولهذا قال الإمام أحمد: ثلاثة أمور ليس لها إسناد: التفسير، والملاحم، والمغازي. ويروي: ليس لها أصل، أي إسناد؛ لأن الغالب عليها المراسيل، مثل ما يذكره عروة بن الزبير، والشعبي، والزهري، وموسى بن عقبة، وابن إسحاق، ومن بعدهم، كيحيى بن سعيد الأموي، والوليد بن مسلم، والواقدي، ونحوهم في المغازي؛ فإن أعلم الناس بالمغازي أهل المدينة، ثم أهل الشام، ثم أهل العراق، فأهل المدينة أعلم بها لأنها كانت عندهم، وأهل الشام كانوا أهل غزو وجهاد، فكان لهم من العلم بالجهاد والسير ما ليس لغيرهم؛ ولهذا عظم الناس كتاب أبي إسحاق الفزاري الذي صنفه في ذلك، وجعلوا الأوزاعي أعلم بهذا الباب من غيره من علماء الأمصار. وأما التفسير فإن أعلم الناس به أهل مكة؛ لأنهم أصحاب ابن عباس، كمجاهد وعطاء ابن أبي رباح، وعكرمة مولى ابن عباس وغيرهم من أصحاب ابن عباس، كطاوس، وأبي الشعثاء، وسعيد بن جبير وأمثالهم، وكذلك أهل الكوفة من أصحاب ابن مسعود، ومن ذلك ما تميزوا به على غيرهم، وعلماء أهل المدينة في التفسير مثل زيد بن أسلم الذي أخذ عنه مالك التفسير، وأخذه عنه أيضا ابنه عبد الرحمن، وأخذه عن عبد الرحمن عبد الله بن وهب. والمراسيل إذا تعددت طرقها وخلت عن المواطأة

قصدًا أو الاتفاق بغير قصد كانت صحيحة قطعا، فان النقل إما أن يكون صدقا مطابقا للخبر، وإما أن يكون كذبا تعمد صاحبه الكذب، أو أخطأ فيه، فمتى سلم من الكذب العمد والخطأ كان صدقا بلا ريب. فإذا كان الحديث جاء من جهتين أو جهات، وقد علم أن المخبرين لم يتواطئا على اختلاقه، وعلم أن مثل ذلك لا تقع الموافقة فيه اتفاقًا بلا قصد علم أنه صحيح، مثل شخص يحدث عن واقعة جرت، ويذكر تفاصيل ما فيها من الأقوال والأفعال، ويأتي شخص آخر قد علم أنه لم يواطئ الأول، فيذكر مثل ما ذكره الأول من تفاصيل الأقوال والأفعال، فيعلم قطعا أن تلك الواقعة حق في الجملة؛ فإنه لو كان كل منهما كذبها عمدا أو خطأ، لم يتفق في العادة أن يأتي كل منهما بتلك التفاصيل التي تمنع العادة اتفاق الاثنين عليها بلا مواطأة من أحدهما لصاحبه، فإن الرجل قد يتفق أن ينظم بيتا وينظم الآخر مثله، أو يكذب كذبة ويكذب الآخر مثلها، أما إذا أنشأ قصيدة طويلة ذات فنون على قافية ورَوِيٍّ فلم تجر العادة بأن غيره ينشئ مثلها لفظا ومعني مع الطول المفرط، بل يعلم بالعادة أنه أخذها منه، وكذلك إذا حدث حديثا طويلا فيه فنون، وحدث آخر بمثله، فإنه إما أن يكون واطأه عليه أو أخذه منه، أو يكون الحديث صدقا، وبهذه الطريق يعلم صدق عامة ما تتعدد جهاته المختلفة على هذا الوجه من المنقولات، وإن لم يكن أحدها كافيا إما لإرساله وإما لضعف ناقله، لكن مثل هذا لا تضبط به الألفاظ والدقائق التي لا تعلم بهذه الطريق فلا يحتاج ذلك إلى طريق يثبت بها مثل تلك الألفاظ والدقائق؛ ولهذا ثبتت بالتواتر غزوة بَدْر وأنها قبل أُحُد، بل يعلم قطعا أن حمزة وعليًا وعبيدة برزوا إلى عُتْبَةَ وَشَيْبَةَ والوليد، وأن عليا قتل الوليد، وأن حمزة قتل قرنه، ثم يشك في قرنه هل هو عتبة أو شيبة. وهذا الأصل ينبغي أن يعرف؛ فإنه أصل نافع في الجزم بكثير من المنقولات في الحديث والتفسير والمغازي، وما ينقل من أقوال الناس وأفعالهم وغير ذلك. ولهذا إذا روى الحديث الذي يتأتى فيه ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم من وجهين، مع العلم بأن أحدهما لم يأخذه عن الآخر، جزم بأنه حق، لا سيما إذا علم أن نَقَلَته ليسوا ممن يتعمد الكذب، وإنما يخاف على أحدهم النسيان والغلط؛ فإن من عرف الصحابة كابن مسعود وأبي بن كعب، وابن عمر، وجابر، وأبي سعيد، وأبي هريرة وغيرهم علم يقينا أن الواحد من هؤلاء لم يكن ممن يتعمد الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فضلا عمن هو فوقهم، كما يعلم الرجل من حال من جربه وخبره خبره باطنة طويلة أنه ليس ممن يسرق أموال الناس، ويقطع الطريق، ويشهد بالزور ونحو ذلك. وكذلك التابعون بالمدينة ومكة، والشام والبصرة، فإن من عرف مثل أبي صالح السمان، والأعرج، وسليمان بن يسار، وزيد بن أسلم وأمثالهم، علم قطعا أنهم لم يكونوا ممن يتعمد الكذب في الحديث، فضلا عمن هو فوقهم، مثل محمد بن سيرين، والقاسم بن محمد، أو سعيد بن المسيب، أو عبيدة السلماني، أو عَلْقَمة، أو الأسود أو نحوهم. وإنما يخاف على الواحد من الغلط؛ فإن الغلط والنسيان كثيرا ما يعرض للإنسان، ومن الحفاظ من قد عرف الناس بعده عن ذلك جدا، كما عرفوا حال الشعبي والزهري وعروة وقتادة والثوري وأمثالهم، لا سيما الزهري في زمانه، والثوري في زمانه، فإنه قد يقول القائل: أن ابن شهاب الزهري لا يعرف له غلط، مع كثرة حديثه وسعة حفظه. والمقصود أن الحديث الطويل إذا روي مثلا من وجهين مختلفين، من غير مواطأة امتنع عليه أن يكون غلطا، كما امتنع أن يكون كذبا؛ فإن الغلط لا يكون في قصة طويلة متنوعة، وإنما يكون في بعضها، فإذا روى هذا قصة طويلة متنوعة ورواها الآخر مثلما رواها الأول من غير مواطأة امتنع الغلط في جميعها، كما امتنع الكذب في جميعها من غير مواطأة. [ابن تيمية، مقدمة في أصول التفسير، دار مكتبة الحياة، بيروت، لبنان، 1490هـ/ 1980م، 22-28]۔ مزید تفصیل کے لیے أصول سیرت یعنی سیرت کو پرکھنے کے حدیثی معیارات پر ہمارا کتابچہ دیکھیں۔

[80] وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ﴿34﴾ [الأحزاب]؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: «... فَاحْذَرُوا يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ...» [الحاكم، أبو عبد الله محمد بن عبد الله بن محمد

النيسابوري المعروف بابن البيع، المستدرك على الصحيحين، دار الكتب العلمية، بيروت، 1990ء، 171/1]

[81] وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّـهُ وَرَسُولُهُ ﴿29﴾ [التوبة]؛ «الْمِقْدَامَ بْنَ مَعْدِي كَرِبَ، يَقُولُ: حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ أَشْيَاءَ، ثُمَّ قَالَ: يُوشِكُ أَحَدُكُمْ أَنْ يُكَذِّبَنِي وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ يُحَدَّثُ بِحَدِيثِي، فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَلَالٍ اسْتَحْلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ، أَلَا وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللهُ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 429/28]؛ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ الْكِنْدِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ يَنْثَنِي شَبْعَانًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِالْقُرْآنِ، فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، أَلَا وَلَا لُقَطَةٌ مِنْ مَالِ مُعَاهَدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ، فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُمْ، فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُمْ، فَلَهُمْ أَنْ يُعْقِبُوهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُمْ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 410/28-411]

[82] وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿44﴾ [النحل]

[83] لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ﴿16﴾ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ﴿17﴾ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ﴿18﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿19﴾ [القيامة]

[84] قرآن مجید، اللہ کا کلام اور قراءات منزل من اللہ ہیں۔ قرآن مجید کی سند میں میں قاری اور المقری الفاظ کی شیخ سے تلقی کر کے شاگرد پر ان کی تلاوت کرتا ہے۔ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّـهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ﴿6﴾ [التوبة]؛ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ ﴿12﴾ الأعراف؛ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ ﴿75﴾ [ص]؛ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ﴿120﴾ [الأعراف]؛ فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ﴿46﴾ [الشعراء]؛ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿43﴾ [النحل]؛ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿7﴾ [الأنبياء]؛ بِسْمِ اللَّـهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا ﴿41﴾ [هود]؛ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿22﴾ [الغاشية]؛ اللَّـهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿54﴾ [الروم]؛ مَالِكٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ؛ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا. وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَقْرَأَنِيهَا. فَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ. ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ. ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ، فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي سَمِعْتُ هذا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا. فَقَالَ رَسُولُ الله: «أَرْسِلْهُ، ثُمَّ قَالَ: اقْرَأْ»، فَقَرَأَ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «هَكَذَا أُنْزِلَتْ، ثُمَّ قَالَ لِي: اقْرَأْ، فَقَرَأْتُهَا». فَقَالَ: «هَكَذَا أُنْزِلَتْ؛ إِنَّ هذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَؤُا مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ. [مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي المدني، الموطأ، كتاب الْقُرْآنُ، باب مَا جَاءَ فِي الْقُرْآنِ، مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان للأعمال الخيرية والإنسانية، أبو ظبي– الإمارات، الطبعة الأولى، 1425 هـ - 2004 م، 281/2-282]

[85] قرآن مجید میں اصل لفظ ہے جبکہ سنت میں اصل معنی ہے لہذا حدیث کی سند میں محدث اپنے شیخ سے سنت کا تحمل کرتا ہے اور اپنے شاگرد کے سامنے اس کو ادا کرتا ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ اللہ عزوجل کے ہیں جبکہ سنت میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بھی ہیں جیسا کہ قولی سنت کی مثال ہے اور صحابی کے بھی ہیں جیسا کہ فعلی اور تقریری سنت کی مثالیں ہیں۔

[86] عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسَةٍ، عَلَى أَنْ يُوَحَّدَ اللهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ،

وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَصِيَامِ رَمَضَانَ، وَالْحَجِّ»، فَقَالَ رَجُلٌ: الْحَجُّ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ، قَالَ: «لَا، صِيَامُ رَمَضَانَ، وَالْحَجُّ» هَكَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ قول النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ، 45/1]؛ عَنِ البَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ، فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلاَةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الأَيْمَنِ، ثُمَّ قُلْ: اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لاَ مَلْجَأَ وَلاَ مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ، فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ، فَأَنْتَ عَلَى الفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهِ». قَالَ: فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا بَلَغْتُ: اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، قُلْتُ: وَرَسُولِكَ، قَالَ: «لاَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الوُضُوءِ، بَابُ فَضْلِ مَنْ بَاتَ عَلَى الوُضُوءِ، 58/1-59]

[87] وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ﴿100﴾ [التوبة]؛ «...وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً»، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي» [الترمذي، محمد بن عيسى بن سورة، سنن الترمذي، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر، 1975ء، 26/5]؛ فَقَالَ الْعِرْبَاضُ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ «أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ» [سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابُ لُزُومِ السُّنَّةِ، 200/4]؛ «خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ يَلُونِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ» [صحيح مسلم، كتاب الْفَضَائِلِ، بَابُ فَضْلِ الصَّحَابَةِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، 1962/4]؛ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، وَقُلِ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَهْبَةً وَرَغْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَى مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ» قَالَ «فَإِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُولُ» قَالَ الْبَرَاءُ: فَقُلْتُ: أَسْتَذْكِرُهُنَّ، فَقُلْتُ: وَبِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ، قَالَ: «لَا، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ» [سنن أبي داود، أَبْوَابُ النَّوْمِ، بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ النَّوْمِ، 311/4]

[88] وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿115﴾ [النساء]؛ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ﴿143﴾ [البقرة]

[89] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَمَاتَتْ قَبْلَ أَنْ تَحُجَّ، أَفَأَحُجَّ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ، حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟»، قَالَتْ: نَعَمْ، فَقَالَ: «اقْضُوا اللَّهَ الَّذِي لَهُ، فَإِنَّ اللَّهَ أَحَقُّ بِالوَفَاءِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، بَابُ مَنْ شَبَّهَ أَصْلًا مَعْلُومًا بِأَصْلٍ مُبَيَّنٍ، قَدْ بَيَّنَ اللَّهُ حُكْمَهُمَا، لِيُفْهِمَ السَّائِلَ، 102/9]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلاَمًا أَسْوَدَ، وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَمَا أَلْوَانُهَا؟»، قَالَ: حُمْرٌ، قَالَ: «هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟»، قَالَ: إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا، قَالَ: «فَأَنَّى تُرَى ذَلِكَ جَاءَهَا»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، عِرْقٌ نَزَعَهَا، قَالَ: «وَلَعَلَّ هَذَا عِرْقٌ نَزَعَهُ»، وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الِانْتِفَاءِ مِنْهُ. [صحيح البخاري، كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، بَابُ مَنْ شَبَّهَ أَصْلًا مَعْلُومًا بِأَصْلٍ مُبَيَّنٍ، قَدْ بَيَّنَ اللَّهُ حُكْمَهُمَا،

لِيُفْهِمَ السَّائِلَ، 101/9]۔ قواعد عامہ اور ادلہ اجمالیہ میں سے شرائع من قبلنا اور قول صحابی کا تعلق شریعت سے ہے جبکہ استصلاح، سد الذرائع، عرف، استحسان وغیرہ منہاج کے اصول ہیں۔

[90] عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: أُنْزِلَتْ: {وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الخَيْطُ الأَبْيَضُ، مِنَ الخَيْطِ الأَسْوَدِ} وَلَمْ يَنْزِلْ {مِنَ الفَجْرِ}، فَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلِهِ الخَيْطَ الأَبْيَضَ وَالخَيْطَ الأَسْوَدَ، وَلَمْ يَزَلْ يَأْكُلُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رُؤْيَتُهُمَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ بَعْدُ: {مِنَ الفَجْرِ} فَعَلِمُوا أَنَّهُ إِنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ [صحيح البخاري، كِتَابُ الصَّوْمِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الخَيْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الفَجْرِ}، 28/3]

[91] هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿7﴾ [آل عمران]

[92] يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ﴿11﴾ [النساء]؛ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ﴿228﴾ [البقرة]؛ «عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الأَحْزَابِ: «لاَ يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ العَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ» فَأَدْرَكَ بَعْضُهُمُ العَصْرَ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لاَ نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ نُصَلِّي، لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذَلِكَ، فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ» [صحيح البخاري، كِتَابُ المَغَازِي، بَابُ مَرْجِعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الأَحْزَابِ، 112/5]؛ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: {حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الخَيْطِ الأَسْوَدِ} عَمَدْتُ إِلَى عِقَالٍ أَسْوَدَ، وَإِلَى عِقَالٍ أَبْيَضَ، فَجَعَلْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِي، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ فِي اللَّيْلِ، فَلاَ يَسْتَبِينُ لِي، فَغَدَوْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ: «إِنَّمَا ذَلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الصَّوْمِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الخَيْطُ، 28/3]؛ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: خَرَجَ رَجُلَانِ فِي سَفَرٍ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ، فَتَيَمَّمَا صَعِيدًا طَيِّبًا فَصَلَّيَا، ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ، فَأَعَادَ أَحَدُهُمَا الصَّلَاةَ وَالْوُضُوءَ وَلَمْ يُعِدِ الْآخَرُ، ثُمَّ أَتَيَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يُعِدْ: «أَصَبْتَ السُّنَّةَ، وَأَجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ». وَقَالَ لِلَّذِي تَوَضَّأَ وَأَعَادَ: «لَكَ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ» [سنن أبي داود، كِتَاب الطَّهَارَةِ، بَابٌ فِي الْمُتَيَمِّمِ يَجِدُ الْمَاءَ بَعْدَ مَا يُصَلِّ فِي الْوَقْتِ، 93/1]۔ لفظ کسی۔ معنی کے لیے وضع ہونے کےاعتبار سے خاص، عام اور مشترک میں تقسیم ہوتا ہے۔ اب اس لفظ کا اپنے اس وضعی معنی میں استعمال ہوا ہے یا نہیں، اس پہلو سے حقیقت ومجاز اور صریح وکنایہ میں منقسم ہوتا ہے۔ اور لفظ کی اپنے وضعی یا غیر وضعی معنی میں دلالت کس قدر ظاہر ہے یا خفی، اس اعتبار سے ظہور کے چار درجات ظاہر، نص، مفسر اور محکم اور خفاء کے چار درجات خفی، مشکل، مجمل اور متشابہ ہیں۔ اور لفظ کی اپنے معنی پر دلالت کی صورت کیا ہے تو اس اعتبار سے اس کی چار قسمیں ہیں:عبارت نص، دلالت نص، اشارہ نص، اقتضائے نص۔ اس کی ایک دوسری تقسیم یہ ہے کہ لفظ اپنے معنی پر دلالت کے اعتبار سے منطوق اور مفہوم میں تقسیم ہوتا ہے۔ اور منطوق کی دلالت صریح ہوتی ہے یا غیر صریح۔ صریح کی دلالت مطابقت اور تضمن جبکہ غیر صریح کی اشارہ نص، اقتضائے نص اور ایمائے نص میں تقسیم ہوتی ہے۔ اورمفہوم کی تقسیم موافق اور مخالف میں ہوتی ہے۔

[93] وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿44﴾ [النحل]؛ إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ﴿105﴾ [النساء]

[94] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: ضَمَّنِي إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: «اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الكِتَابَ» [صحيح البخاري،كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، 91/9]

[95] مزید تفصیل کے لیے حافظ عبد اللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ کی کتاب" درایت تفسیری" ملاحظہ فرمائیں۔

[96] «فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ» [سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابُ لُزُومِ السُّنَّةِ، المكتبة العصرية، بيروت، 200/4]؛ «خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ يَلُونِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ» [صحيح مسلم، كتاب الْفَضَائِلِ، بَابُ فَضْلِ الصَّحَابَةِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، 1962/4]

[97] «مَالِكٌ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمنِ؛ أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ: كَمْ فِي إِصْبَعِ الْمَرْأَةِ؟ فَقَالَ: عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ.فَقُلْتُ: كَمْ فِي إِصْبَعَيْنِ؟ فَقَالَ: عِشْرُونَ مِنَ الْإِبِلِ. فَقُلْتُ: كَمْ فِي ثَلَاثٍ؟ فَقَالَ: ثَلَاثُونَ مِنَ الْإِبِلِ. فَقُلْتُ: كَمْ فِي أَرْبَعٍ؟ فَقَالَ: عِشْرُونَ مِنَ الْإِبِلِ. فَقُلْتُ: حِينَ عَظُمَ جُرْحُهَا وَاشْتَدَّتْ مُصِيبَتُهَا نَقَصَ عَقْلُهَا؟ فَقَالَ سَعِيدٌ: أَعِرَاقِيٌّ أَنْتَ؟ قَالَ، فَقُلْتُ: بَلْ عَالِمٌ مُتَثَبِّتٌ. أَوْ جَاهِلٌ مُتَعَلِّمٌ. فَقَالَ: هِيَ السُّنَّةُ يَا ابْنَ أَخِي» [الموطأ: 1261/5-1262]

[98] كانت المدينة المنورة موطن الرسول صلى الله عليه وسلم بعد هجرته، وهي مقر الدولة الإسلامية الأولى، وعاصمة الدولة الإسلامية بعد انتشار الإسلام، عاش في أكنافها المهاجرون والأنصار، وبعد انتقال عاصمة الخلافة منها بيقت لها الزعامة الدينية، فقد كان علماؤها ورثة العلم النبوي ... والذين حملوا الراية بعد الصحابة، وساروا على نهجهم في المدينة المنورة كثيرون، أشهرهم: سعيد بن المسيب المتوفى سنة (94هـ)، عروة بن الزبير المتوفى سنة (94هـ)، أبو بكر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام المخزومي المتوفى سنة (94هـ)، وعبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود المتوفى سنة (98هـ)، خارجة بن زيد بن ثابت (99هـ)، والقاسم بن محمد بن أبي بكر (107هـ)، وسليمان بن يسار (107هـ)، وهؤلاء هم الذين كان يطلق عليهم الفقهاء السبعة ... عبد الله بن عبد الله بن عمر، سالم بن عبد الله بن عمر، أبان بن عثمان بن عفان، أبو سلمة بن عبد الرحمن بن عوف، على بن الحسين بن على بن أبي طالب، نافع مولى ابن عمر ... وجاء بعد هذه الطبقة طبقة أخرى ومنهم: أبو بكر محمد بن عمرو بن حزم، وابناه محمد وعبد الله، وعبد الله بن عثمان بن عفان، وابنا محمد بن الحنفية، وجعفر بن محمد بن على بن الحسين، وعبد الله بن القاسم بن محمد بن أبي بكر الصديق، ومحمد بن مسلم بن شهاب الزهري، وقد انتهت رياسة هذه المدرسة إلى الامام مالك ... انتقل الى الكوفة بعد تمصيرها مجموعة من الصحابة منهم ابن مسعود وأبو موسى الأشعري، وسعد بن أبي وقاص، وعمار بن ياسر، وحذيفة بن اليمان، وأنس بن مالك وازداد عدد الصحابة فيها بعد أن أذن عثمان بن عفان للصحابة بالخروج إلى الأمصار، ثم ازداد عددهم بعد وقوع الفتنة ومقتل الخليفة الراشد عثمان بن عفان، وقد بلغ عدد الصحابة الذين حلوا بها أكثر من ثلاثمائة صحابي، وقد جعلها على بن أبي طالب مقر خلافته، وقد قام بأمر علماء الكوفة بعد الصحابة جماعة من العلماء: منهم علقمة بن قيس النخعي (62هـ)، والأسود بن يزيد النخعي، وأبو ميسرة عمرو بن شراحيل الهمداني، ومسروق ابن الأجدع الهمداني (63هـ)، وعبيدة السلماني، وشريح بن الحارث الكندي (82هـ)، ثم جاءت الطبقة الثانية بعد هؤلاء أمثال: حماد بن أبي سليمان ومنصور بن المعتمر السلمي والمغيرة بن مقسم الضبي، وسليمان بن مهران الأعمش (148هـ)، وانتهت رياسة هذه المدرسة الى ابن أبي ليلى، وابن شبرمة، وشريك القاضي، وأبي حنيفة. [عمر سليمان الأشقر، الدكتور، تاريخ الفقه الإسلامي، دار النفائس، الأردن، 1991ء، 84-87]

[99] ثم المجتهدون من أئمة الأمة: محصورون في صنفين؛ لا يعدوان إلى ثالث أصحاب الحديث، وأصحاب الرأي. أصحاب الحديث: وهم أهل الحجاز؛ هم: أصحاب مالك بن أنس، وأصحاب محمد بن إدريس الشافعي، وأصحاب سفيان الثوري،

وأصحاب أحمد بن حنبل، وأصحاب داود بن علي بن محمد الأصفهاني. وإنما سموا: أصحاب الحديث؛ لأن عنايتهم: بتحصيل الأحاديث، ونقل الأخبار، وبناء الأحكام على النصوص؛ ولا يرجعون إلى القياس الجلي والخفي ما وجدوا: خبراً، أو أثراً...أصحاب الرأي: وهم أهل العراق هم: أصحاب أبي حنيفة النعمان بن ثابت. ومن أصحابه: محمد بن الحسن، وأبو يوسف يعقوب بن إبراهيم بن محمد القاضي، وزفر بن الهذيل، والحسن بن زياد اللؤلؤي، وابن سماعة، وعافية القاضي، وأبو مطيع البلخي، وبشر المريسي. وإنما سموا أصحاب الرأي؛ لأن أكثر عنايتهم: بتحصيل وجه القياس، والمعنى المستنبط من الأحكام، وبناء الحوادث عليها؛ وربما يقدمون القياس الجلي على آحاد الأخبار. [الشهرستاني، أبو الفتح محمد بن عبد الكريم بن أبي بكر أحمد، الملل والنحل، مؤسسة الحلبي، 2/11-12]

[100] ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿4﴾ [الأحقاف]

[101] عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيَّ عَائِذَ اللَّهِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عُمَيْرَةَ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ - أَخْبَرَهُ قَالَ: كَانَ لَا يَجْلِسُ مَجْلِسًا لِلذِّكْرِ حِينَ يَجْلِسُ إِلَّا قَالَ: «اللَّهُ حَكَمٌ قِسْطٌ هَلَكَ الْمُرْتَابُونَ»، فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَوْمًا: إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتَنًا يَكْثُرُ فِيهَا الْمَالُ، وَيُفْتَحُ فِيهَا الْقُرْآنُ حَتَّى يَأْخُذَهُ الْمُؤْمِنُ وَالْمُنَافِقُ، وَالرَّجُلُ، وَالْمَرْأَةُ، وَالصَّغِيرُ، وَالْكَبِيرُ، وَالْعَبْدُ، وَالْحُرُّ، فَيُوشِكُ قَائِلٌ أَنْ يَقُولَ: مَا لِلنَّاسِ لَا يَتَّبِعُونِي وَقَدْ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ؟ مَا هُمْ بِمُتَّبِعِيَّ حَتَّى أَبْتَدِعَ لَهُمْ غَيْرَهُ، فَإِيَّاكُمْ وَمَا ابْتُدِعَ، فَإِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلَالَةٌ، وَأُحَذِّرُكُمْ زَيْغَةَ الْحَكِيمِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ عَلَى لِسَانِ الْحَكِيمِ، وَقَدْ يَقُولُ الْمُنَافِقُ كَلِمَةَ الْحَقِّ، قَالَ: قُلْتُ لِمُعَاذٍ: مَا يُدْرِينِي رَحِمَكَ اللَّهُ أَنَّ الْحَكِيمَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ وَأَنَّ الْمُنَافِقَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الْحَقِّ؟ قَالَ: «بَلَى، اجْتَنِبْ مِنْ كَلَامِ الْحَكِيمِ الْمُشْتَهِرَاتِ الَّتِي يُقَالُ لَهَا مَا هَذِهِ، وَلَا يُثْنِيَنَّكَ ذَلِكَ عَنْهُ، فَإِنَّهُ لَعَلَّهُ أَنْ يُرَاجِعَ، وَتَلَقَّ الْحَقَّ إِذَا سَمِعْتَهُ فَإِنَّ عَلَى الْحَقِّ نُورًا» [سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابُ لُزُومِ السُّنَّةِ، 4/202]۔ بدعت کی مثال بھی کٹی پتنگ کی سی ہے کہ جس کی سند نہیں ہوتی اور کٹی پتنگ سے تشبیہ اس لیے دی ہے کہ اس کا مقدر زوال ہی ہوتا ہے یعنی وہ نیچے ہی آتی ہے، اوپر نہیں جاتی۔ علاوہ ازیں کٹی پتنگ ہوا کے رحم وکرم پر ہوتی ہے، وہ جس طرف چاہے اسے لے جائے۔ اگر ہوا تیز ہو گی تو شاید اسے بہت اونچا بھی اڑا لے جائے لیکن یہ اونچی اڑان عارضی ہو گی۔

اثری اور حنفی ہر دو روایتیں ہر دور میں بلاشبہ بیسیوں نہیں سینکڑوں اسناد سے ثابت ہوتی رہی ہیں۔ اثری روایت کی ایک معاصر سند ہمارے شیخ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک یوں ہے: الدکتور الحافظ عبد الرحمن المدنی عن الشيخ العلامة القاضي عطية محمد السالم عن الشيخ عبد العزيز بن باز عن العلامة المحدث الشيخ عبد الحق الهاشمي عن الشيخ أحمد بن عبد الله بن سالم البغدادي عن الشيخ عبد الرحمن بن حسن بن محمد بن عبد الوهاب عن جده شيخ الإسلام محمد بن عبد الوهاب عن الشيخ عبد الله بن إبراهيم المدني عن الشيخ الفقيه عبد القادر التغلبي عن الشيخ المحدث عبد الباقي عن الشيخ المحدث أحمد بن مفلح الوفائي عن الشيخ الفقيه موسى بن أحمد الحجاوي عن الشيخ الفقيه أحمد بن محمد المقدسي المعروف بالشويكي عن الشيخ أحمد بن عبد الله العسكري عن الشيخ علاء الدين المرداوي عن الشيخ إبراهيم بن قندس البعلي عن الشيخ علاء الدين علي بن العباس المعروف بابن اللحام عن الشيخ الحافظ عبد الرحمن بن رجب عن الحافظ شمس الدين ابن القيم عن شيخ الإسلام الحافظ تقي الدين ابن تيمية عن الفخر ابن البخاري عن ابن قدامة المقدسي صاحب المغني عن عبد القادر الكيلاني صاحب الغنية وأبي الفرج بن الجوزي كلاهما عن أبي الوفاء عن ابن عقيل الحنبلي وأبي الخطاب الكلوذاني عن أبي يعلى الفراء عن ابن حامد الحنبلي عن أبي بكر البغوي المشهور بغلام الخلال عن شيخ الحنابلة أبي بكر الخلال عن أبي بكر المروذي عن إمام السنة أحمد بن حنبل الشيباني عن الإمام محمد بن إدريس الشافعي عن الإمام مالك بن أنس عن نافع مولى ابن عمر عن عبد الله بن عمر عن رسول الله صلي الله عليه وسلم۔

[102] اجتہاد نہ تو کتاب وسنت پر اضافے کا نام ہے اور نہ ہی تبدیلی احکام کا بلکہ اس سے مراد کسی۔ پیش آمدہ مسئلے میں، اہل علم کا، کتاب وسنت کی وسعتوں اور گہرائیوں میں، اللہ کے حکم، کو تلاش کرنے کی انتہائی جدوجہد، کرنا ہے۔مزید تفصیل کے لیے ہمارے پی ایچ ڈی مقالہ "عصر حاضر میں اجتماعی اجتہاد: ایک تجزیاتی مطالعہ" کا پہلا باب "اجتہاد کا تعارف" ملاحظہ فرمائیں۔

[103] اس کے لیے اہل علم کی ایک جماعت نے "تقلید" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ "اتباع" اور "تقلید" میں فرق یہ کیا جاتا ہے کہ "اتباع" میں عامی، اللہ کے حکم کے ساتھ، عالم دین سے دلیل بھی پوچھتا ہے، چاہے دلیل اس کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے جبکہ "تقلید" میں صرف اللہ کا حکم معلوم کیا جاتا ہے اور اس کی دلیل نہیں مانگی جاتی۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں عامی کا ذہن یہ بن جاتا ہے کہ اس نے اللہ کے حکم کی اتباع کی ہے اور عالم دین ایک ذریعہ ہے جبکہ دوسری صورت میں عامی کا ذہن سمجھتا تو یہی ہے کہ اس نے اللہ کے حکم کی اتباع کی ہے لیکن عالم دین اس کے لیے محض دین کا ذریعہ نہیں رہتا بلکہ خود مصدر بن جاتا ہے۔ ہماری نظر میں تقلید کی نسبت اتباع کی اصطلاح قابل ترجیح ہے ۔امام ابن عبد البر 463 ھ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "جامع بيان العلم وفضله" میں "الْفَرْقِ بَيْنَ التَّقْلِيدِ وَالِاتِّبَاعِ" کے نام سے باب باندھا ہے۔ "وَالتَّقْلِيدُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ غَيْرُ الِاتِّبَاعِ؛ لِأَنَّ الِاتِّبَاعَ هُوَ تَتَبُّعُ الْقَائِلِ عَلَى مَا بَانَ لَكَ مِنْ فَضْلِ قَوْلِهِ وَصِحَّةِ مَذْهَبِهِ، وَالتَّقْلِيدُ أَنْ تَقُولَ بِقَوْلِهِ وَأَنْتَ لَا تَعْرِفُ وَجْهَ الْقَوْلِ وَلَا مَعْنَاهُ وَتَأْبَى مَنْ سِوَاهُ، أَوْ أَنْ يَتَبَيَّنَ لَكَ خَطَؤُهُ فَتَتَّبِعَهُ مَهَابَةَ خِلَافِهِ وَأَنْتَ قَدْ بَانَ لَكَ فَسَادُ قَوْلِهِ." [ابن عبد البر، أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عاصم القرطبي، جامع بيان العلم وفضله، دار ابن الجوزي، المملكة العربية السعودية، الطبعة الأولى، 1414 هـ - 1994 م، 787/2-788]

اور تقلید ان اصولی مسائل میں حرام ہے کہ جو قطعی ہیں جیسا کہ توحید وشرک کے مسائل ہیں۔ اگر کوئی مقلد کسی عالم دین کی تقلید کرتے ہوئے کفر، شرک یا بدعت کا ارتکاب کرے گا تو یہ اس کے لیے آخرت میں ہرگز عذر نہ بنے گا۔ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّـهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَـٰهًا وَاحِدًا لَّا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿31﴾ [التوبة]؛ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ مِنْ ذَهَبٍ. فَقَالَ: «يَا عَدِيُّ اطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الوَثَنَ»، وَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي سُورَةِ بَرَاءَةٌ: {اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ} [التوبة: 31]، قَالَ: «أَمَا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ، وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوهُ، وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابٌ: وَمِنْ سُورَةِ التَّوْبَةِ، 278/5]۔ البتہ فروعی مسائل میں تقلید اس کے لیے جائز ہے جو اجتہاد کا اہل نہ ہو۔ كَذَلِكَ الْمَسَائِلُ الفروعية: مِنْ غَالِيَةِ الْمُتَكَلِّمَةِ وَالْمُتَفَقِّهَةِ مَنْ يُوجِبُ النَّظَرَ وَالِاجْتِهَادَ فِيهَا عَلَى كُلِّ أَحَدٍ حَتَّى عَلَى الْعَامَّةِ وَهَذَا ضَعِيفٌ؛ لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ طَلَبُ عِلْمِهَا وَاجِبًا عَلَى الْأَعْيَانِ فَإِنَّمَا يَجِبُ مَعَ الْقُدْرَةِ وَالْقُدْرَةُ عَلَى مَعْرِفَتِهَا مِنْ الْأَدِلَّةِ الْمُفَصَّلَةِ تَتَعَذَّرُ أَوْ تَتَعَسَّرُ عَلَى أَكْثَرِ الْعَامَّةِ. وَبِإِزَائِهِمْ مِنْ أَتْبَاعِ الْمَذَاهِبِ مَنْ يُوجِبُ التَّقْلِيدَ فِيهَا عَلَى جَمِيعِ مَنْ بَعْدَ الْأَئِمَّةِ: عُلَمَائِهِمْ؛ وَعَوَامِّهِمْ. وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ يُوجِبُ التَّقْلِيدَ بَعْدَ عَصْرِ أَبِي حَنِيفَةَ وَمَالِكٍ مُطْلَقًا ثُمَّ هَلْ يَجِبُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ اتِّبَاعُ شَخْصٍ مُعَيَّنٍ مِنْ الْأَئِمَّةِ يُقَلِّدُهُ فِي عَزَائِمِهِ وَرُخَصِهِ؟ عَلَى وَجْهَيْنِ. وَهَذَانِ الْوَجْهَانِ ذَكَرَهُمَا أَصْحَابُ أَحْمَد وَالشَّافِعِيِّ لَكِنْ هَلْ يَجِبُ عَلَى الْعَامِّيِّ ذَلِكَ؟ وَالَّذِي عَلَيْهِ جَمَاهِيرُ الْأُمَّةِ أَنَّ الِاجْتِهَادَ جَائِزٌ فِي الْجُمْلَةِ؛ وَالتَّقْلِيدَ جَائِزٌ فِي الْجُمْلَةِ لَا يُوجِبُونَ الِاجْتِهَادَ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ وَيُحَرِّمُونَ التَّقْلِيدَ وَلَا يُوجِبُونَ التَّقْلِيدَ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ وَيُحَرِّمُونَ الِاجْتِهَادَ وَأَنَّ الِاجْتِهَادَ جَائِزٌ لِلْقَادِرِ عَلَى الِاجْتِهَادِ وَالتَّقْلِيدَ جَائِزٌ لِلْعَاجِزِ عَنْ الِاجْتِهَادِ. فَأَمَّا الْقَادِرُ عَلَى الِاجْتِهَادِ فَهَلْ يَجُوزُ لَهُ التَّقْلِيدُ؟ هَذَا فِيهِ خِلَافٌ وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يَجُوزُ حَيْثُ عَجَزَ عَنْ الِاجْتِهَادِ: إمَّا لِتَكَافُؤِ الْأَدِلَّةِ وَإِمَّا لِضِيقِ الْوَقْتِ عَنْ الِاجْتِهَادِ وَإِمَّا لِعَدَمِ ظُهُورِ دَلِيلٍ لَهُ؛ فَإِنَّهُ حَيْثُ عَجَزَ سَقَطَ عَنْهُ وُجُوبُ مَا عَجَزَ عَنْهُ وَانْتَقَلَ إلَى بَدَلِهِ وَهُوَ التَّقْلِيدُ كَمَا لَوْ عَجَزَ عَنْ

الطَّهَارَةِ بِالْمَاءِ. وَكَذَلِكَ الْعَامِّيُّ إذَا أَمْكَنَهُ الِاجْتِهَادُ فِي بَعْضِ الْمَسَائِلِ جَازَ لَهُ الِاجْتِهَادُ فَإِنَّ الِاجْتِهَادَ مُنَصَّبٌ يَقْبَلُ التجزي وَالِانْقِسَامَ فَالْعِبْرَةُ بِالْقُدْرَةِ وَالْعَجْزِ وَقَدْ يَكُونُ الرَّجُلُ قَادِرًا فِي بَعْضٍ عَاجِزًا فِي بَعْضٍ لَكِنَّ الْقُدْرَةَ عَلَى الِاجْتِهَادِ لَا تَكُونُ إلَّا بِحُصُولِ عُلُومٍ تُفِيدُ مَعْرِفَةَ الْمَطْلُوبِ فَأَمَّا مَسْأَلَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ فَنٍّ فَيَبْعُدُ الِاجْتِهَادُ فِيهَا وَاَللَّهُ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ. [مجموع الفتاوى: 20/203-204]۔ اور تقلید اور تقلید شخصی میں بھی فرق ہے۔ تقلید شخصی یعنی کسی متعین عالم دین ہی کی تقلید کے جواز کی کوئی دلیل ہمارے دین میں موجود نہیں ہے بلکہ اس کے قائلین بھی اسے ایک انتظامی مسئلہ قرار کہتے ہیں۔

[104] فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿43﴾ [النحل]

[105] يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿43﴾ [مريم]؛ وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ﴿75﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا قَالَ هَـٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ﴿76﴾ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَـٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ﴿77﴾ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَـٰذَا رَبِّي هَـٰذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿78﴾ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿79﴾ وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّـهِ وَقَدْ هَدَانِ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَن يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿80﴾وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّـهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿81﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَـٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴿82﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿83﴾ [الأنعام]

[106] قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّـهِ تَأْمُرُونِّي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ﴿64﴾ [الزمر]؛ وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَـٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿138﴾ [الأعراف]

[107] وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّـهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴿36﴾ [النحل]

[108] رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّـهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّـهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿165﴾ [النساء]

[109] لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّـهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّـهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿25﴾ [الحديد]

[110] كَتَبَ اللَّـهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّـهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿21﴾ [الحديد]؛ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّـهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّـهِ وَاللَّـهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿249﴾ [البقرة]؛ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّـهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّـهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّـهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَـٰكِنَّ اللَّـهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿251﴾ [البقرة]؛ الْآنَ خَفَّفَ اللَّـهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّـهِ وَاللَّـهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿66﴾ [الأنفال]

[111] هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿2﴾ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿3﴾ [الجمعة]

[112] هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿33﴾ [التوبة]

[113] عَنْ قَيْسِ بْنِ كَثِيرٍ، قَالَ: قَدِمَ رَجُلٌ مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ، وَهُوَ بِدِمَشْقَ فَقَالَ: مَا أَقْدَمَكَ يَا أَخِي؟ فَقَالَ: حَدِيثٌ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَمَا جِئْتَ لِحَاجَةٍ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: أَمَا قَدِمْتَ لِتِجَارَةٍ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: مَا جِئْتُ إِلَّا فِي طَلَبِ هَذَا الْحَدِيثِ؟ قَالَ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَبْتَغِي فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضَاءً لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّ

العَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الأَرْضِ حَتَّى الحِيتَانُ فِي المَاءِ، وَفَضْلُ العَالِمِ عَلَى العَابِدِ، كَفَضْلِ القَمَرِ عَلَى سَائِرِ الكَوَاكِبِ، إِنَّ العُلَمَاءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ، إِنَّ الأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا إِنَّمَا وَرَّثُوا العِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَ بِهِ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْعِلْمِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الفِقْهِ عَلَى العِبَادَةِ، 48/5]

114 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: «لَسْتُ بِخَلِيفَةِ اللَّهِ، وَلَكِنِّي خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ» [ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي۔ الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار، مكتبة الرشد، الرياض، الطبعة الأولى، 1409هـ، 432/7]

115 عَنْ عَمْرِو بْنِ العَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا حَكَمَ الحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، بَابُ أَجْرِ الحَاكِمِ إِذَا اجْتَهَدَ فَأَصَابَ أَوْ أَخْطَأَ، 108/9]؛ «الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ، اثْنَانِ فِي النَّارِ، وَوَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ، رَجُلٌ عَلِمَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ، وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ اجْتَهَدَ فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ [ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، كِتَابُ الْأَحْكَامِ، بَابُ الْحَاكِمِ يَجْتَهِدُ فَيُصِيبُ الْحَقَّ، دار إحياء الكتب العربية - فيصل عيسى البابي الحلبي، 776/2]؛ عَنْ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى اليَمَنِ، فَقَالَ: «كَيْفَ تَقْضِي؟»، فَقَالَ: أَقْضِي بِمَا فِي كِتَابِ اللَّهِ، قَالَ: «فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟»، قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟»، قَالَ: أَجْتَهِدُ رَأْيِي، قَالَ: «الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْأَحْكَامِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي القَاضِي كَيْفَ يَقْضِي، 608/3]؛ «مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَاللَّهُ المُعْطِي وَأَنَا القَاسِمُ، وَلاَ تَزَالُ هَذِهِ الأُمَّةُ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ، وَهُمْ ظَاهِرُونَ» [صحيح البخاري، كِتَابُ فَرْضِ الخُمُسِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ}، 85/4]

116 وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿39﴾ [الأنفال]

117 «نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا، فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ، فَإِنَّهُ رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 467/35]

118 عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْرَجَ مَرْوَانُ الْمِنْبَرَ يَوْمَ الْعِيدِ، فَبَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا مَرْوَانُ خَالَفْتَ السُّنَّةَ، أَخْرَجْتَ الْمِنْبَرَ يَوْمَ عِيدٍ وَلَمْ يَكُنْ يُخْرَجُ بِهِ، وَبَدَأْتَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَمْ يَكُنْ يُبْدَأُ بِهَا، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ رَأَى مُنْكَرًا فَاسْتَطَاعَ أَنْ يُغَيِّرَهُ بِيَدِهِ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ بِلِسَانِهِ، فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ» [سنن ابن ماجه، كِتَابُ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ، وَالسُّنَّةُ فِيهَا بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ، 406/1]۔ فرانسیسی۔ فلسفی میشال فوکو نے علم اور قوت کے باہمی تعلق پر ایک تھیوری (power-knowledge theory) پیش کی تھی کہ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ قوت نہ صرف علم کو تخلیق کرتی ہے بلکہ اس کو ڈیفائن بھی کرتی ہے۔ فوکو کے بقول جس کو آج کل سائنسی علم کہا جاتا ہے، اس کی حقیقت دراصل سوسائٹی کو کنٹرول کرنے کے ذرائع سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ ایڈورڈ سعید نے اسی فکر پر مشہور زمانہ کتاب استشراق (orientalism) لکھی تھی۔ ایڈرورڈ سعید کے بقول مغرب نے مشرق پر غلبہ پانے اور اس غلبے کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لیے شرق شناسی (orientalism) کا علم ایجاد کیا تھا۔ شرق شناسی کا مطلب مشرق کو جاننا ہے۔ اسلام میں قوت کی حیثیت، دوسری اقوام کو مغلوب بنانے والے علوم کی ایجاد کے لیے ایک آلہ کار کی نہیں ہے بلکہ خیر کے علم کی تبلیغ

وترویج جبکہ شر کے علم کے انکار وتغییر کے لیے ایک ذریعہ کی سی ہے۔

[119] اللہ نے اپنے دین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے نہ کہ صرف قرآن مجید کا، اور دین میں کتاب وسنت دونوں شامل ہیں۔ ایک لفظ اور دوسرا معنی ہے اور دونوں وحی ہیں۔ یہ کہنا کہ اللہ نےلفظ کی حفاظت کا ذمہ ہے لیا ہے جبکہ معنی کا نہیں، ایک غیر منطقی دعوی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿9﴾ [الحجر]۔ وقال تعالى {إنا نحن نزلنا لذكر وإنا له لحافظون} وقال تعالى {قل إنمآ أنذركم بالوحي ولا يسمع الصم الدعآء إذا ما ينذرون} فأخبر تعالى كما قدمنا أن كلام نبيه صلى الله عليه وسلم كله وحي والوحي بلا خوف ذكر والذكر محفوظ بنص القرآن فصح بذلك أن كلامه صلى الله عليه وسلم كله محفوظ بحفظ الله عز وجل مضمون لنا أنه لا يضيع منه شيء إذ ما حفظ الله تعالى فهو باليقين لا سبيل إلى أن يضيع منه شيء فهو منقول إلينا كله فلله الحجة علينا أبدا.“ [ابن حزم، أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد الأندلسي الظاهري، الإحكام في أصول الأحكام، دار الآفاق الجديدة، بيروت، 98/1]؛ ”وَلَكِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ حَفِظَ اللَّهُ لَهَا مَا أَنْزَلَهُ كَمَا قَالَ - تَعَالَى -: {إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ} [الحجر: 9] فَمَا فِي تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ أَوْ نَقْلِ الْحَدِيثِ أَوْ تَفْسِيرِهِ مِنْ غَلَطٍ فَإِنَّ اللَّهَ يُقِيمُ لَهُ مِنَ الْأُمَّةِ مَنْ يُبَيِّنُهُ وَيَذْكُرُ الدَّلِيلَ عَلَى غَلَطِ الْغَالِطِ وَكَذِبِ الْكَاذِبِ فَإِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ وَلَا يَزَالُ فِيهَا طَائِفَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلَى الْحَقِّ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ إِذْ كَانُوا آخِرَ الْأُمَمِ فَلَا نَبِيَّ - بَعْدَ نَبِيِّهِمْ - بَعْدَهُمْ وَلَا كِتَابَ بَعْدَ كِتَابِهِمْ. وَكَانَتِ الْأُمَمُ قَبْلَهُمْ إِذَا بَدَّلُوا وَغَيَّرُوا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا يُبَيِّنُ لَهُمْ وَيَأْمُرُهُمْ وَيَنْهَاهُمْ وَلَمْ يَكُنْ بَعْدَ مُحَمَّدٍ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - نَبِيٌّ، وَقَدْ ضَمِنَ اللَّهُ أَنْ يَحْفَظَ مَا أَنْزَلَهُ مِنَ الذِّكْرِ وَأَنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ، بَلْ أَقَامَ اللَّهُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ فِي كُلِّ عَصْرٍ مَنْ يَحْفَظُ بِهِ دِينَهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْقُرْآنِ وَيَنْفِي بِهِ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَانْتِحَالَ الْمُضِلِّينَ وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ. [ابن تيمية، تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم الحنبلي الدمشقي، الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح، دار العاصمة، السعودية، الطبعة الثانية، 1419هـ/1999م، 3/38-39]

[120] «مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ يُطِعِ الأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي، وَإِنَّمَا الإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ، فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَعَدَلَ، فَإِنَّ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرًا وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَابُ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَاءِ الإِمَامِ وَيُتَّقَى بِهِ، 50/4]

[121] كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿110﴾ [آل عمران]؛ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿111﴾ [التوبة]؛ «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»، قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَيَقُولُ: لَا، إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللهِ هَذِهِ الْأُمَّةَ [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ نُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ حَاكِمًا بِشَرِيعَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، 137/1]

[122] فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿21﴾ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿22﴾ [الغاشية]؛ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ ﴿45﴾ [ق]؛ وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿40﴾ [الرعد]

[123] وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿71﴾ [التوبة]؛ «مَنْ رَأَى مُنْكَرًا فَاسْتَطَاعَ أَنْ يُغَيِّرَهُ بِيَدِهِ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ بِلِسَانِهِ، فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ» [سنن ابن

ماجه، كِتَابُ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ، وَالسُّنَّةُ فِيهَا بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ، 406/1]

[124] وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿39﴾ [الأنفال]؛ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ الرَّجُلُ: يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ، فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: «مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ العُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الجِهَادِ، وَالسِّيَرِ بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ العُلْيَا، 20/4]

[125] الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿157﴾ [التوبة]

[126] واالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿71﴾ [التوبة]؛ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْرَجَ مَرْوَانُ الْمِنْبَرَ يَوْمَ الْعِيدِ، فَبَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا مَرْوَانُ خَالَفْتَ السُّنَّةَ، أَخْرَجْتَ الْمِنْبَرَ يَوْمَ عِيدٍ وَلَمْ يَكُنْ يُخْرَجُ بِهِ، وَبَدَأْتَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَمْ يَكُنْ يُبْدَأُ بِهَا، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ رَأَى مُنْكَرًا فَاسْتَطَاعَ أَنْ يُغَيِّرَهُ بِيَدِهِ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ بِلِسَانِهِ، فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ» [سنن ابن ماجه، كِتَابُ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ، وَالسُّنَّةُ فِيهَا بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ، 406/1]

[127] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟»، قَالُوا: يَوْمٌ حَرَامٌ، قَالَ: «فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟»، قَالُوا: بَلَدٌ حَرَامٌ، قَالَ: «فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟»، قَالُوا: شَهْرٌ حَرَامٌ "، قَالَ: «فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا»، فَأَعَادَهَا مِرَارًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّهَا لَوَصِيَّتُهُ إِلَى أُمَّتِهِ، فَلْيُبْلِغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ، «لاَ تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الحَجِّ، بَابُ الخُطْبَةِ أَيَّامَ مِنًى، 176/2]

[128] عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَقُلْنَا: حَدِّثْنَا أَصْلَحَكَ اللهُ، بِحَدِيثٍ يَنْفَعُ اللهُ بِهِ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: دَعَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْنَاهُ، فَكَانَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا: «أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا، وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ»، قَالَ: «إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللهِ فِيهِ بُرْهَانٌ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الْإِمَارَةِ، بَابُ وُجُوبِ طَاعَةِ الْأُمَرَاءِ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ، وَتَحْرِيمِهَا فِي الْمَعْصِيَةِ، 1470/3]؛ قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا كُنَّا بِشَرٍّ، فَجَاءَ اللهُ بِخَيْرٍ، فَنَحْنُ فِيهِ، فَهَلْ مِنْ وَرَاءِ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قُلْتُ: هَلْ وَرَاءَ ذَلِكَ الشَّرِّ خَيْرٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قُلْتُ: فَهَلْ وَرَاءَ ذَلِكَ الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قُلْتُ: كَيْفَ؟ قَالَ: «يَكُونُ بَعْدِي أَئِمَّةٌ لَا يَهْتَدُونَ بِهُدَايَ، وَلَا يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِي، وَسَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ فِي جُثْمَانِ إِنْسٍ»، قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ أَصْنَعُ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنْ أَدْرَكْتُ ذَلِكَ؟ قَالَ: «تَسْمَعُ وَتُطِيعُ لِلْأَمِيرِ، وَإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ، وَأُخِذَ مَالُكَ، فَاسْمَعْ وَأَطِعْ» [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِمَارَةِ، بَابُ الْأَمْرِ بِلُزُومِ الْجَمَاعَةِ عِنْدَ ظُهُورِ الْفِتَنِ، 1475/3]

[129] وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿105﴾ [آل عمران]؛ «وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً»، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْإِيمَانِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا جَاءَ فِي افْتِرَاقِ هَذِهِ الأُمَّةِ، 26/5]؛ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ﴿103﴾ [آل عمران]؛ شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ۔ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ﴿13﴾ [الشوری]؛ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، أَنَّهُ قَامَ فِينَا فَقَالَ: «أَلَا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِينَا فَقَالَ: أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَإِنَّ هَذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ: ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ» [سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابُ شَرْحِ السُّنَّةِ، 198/4]

[130] اور اس کے مطابق دنیا کی زندگی خالق کے حکم کے مطابق گزارنے کی دعوت اور تلقین کے لیے ہر دور اور ہر قوم میں پیغمبر مبعوث کیے گئے۔ اس طرح اس دنیا میں انسانی زندگی کی ابتداء ہوئی۔ اور زمین پر یہ دجلہ وفرات کے مابین کی سرزمین (Mesopotamia) تھی کہ جہاں پہلی انسانی تہذیب نے جنم لیا اور اس علاقے کو دنیا کی دیگر تہذیبوں کے لیے ایک مہد (cradle of civilization) کی حیثیت حاصل ہوئی۔ تہذیب انسانی کی پیدائش اور ابتداء میں عرصہ دراز تک نبیوں کی سرزمین بھی یہی علاقہ ہی رہا ہے۔ پس نبیوں کی اس سرزمین پر ایک آسمانی جوڑے سے خاندان اور خاندانوں سے معاشرے نے جنم لیا اور انسانوں کی اجتماعیت نے ایک آزاد سیاسی وجود کے طور ریاست کی شناخت حاصل کی۔ اسی طرح گویا کہ ریاست کا ادارہ آدم علیہ السلام کی خلافت ارضی کی نظریاتی بنیاد پر وجود میں آیا اورانسانی معاشرے کو منظم کرنے کے لیے خلیفہ اول کو اللہ کی سرزمین میں آسمانی قانون جاری وساری کرنے کا ذمہ دار قرار دیا گیا ۔نظریاتی ریاست سے مراد وہ ریاست ہے جو معاشرے کے اجتماعی اور سیاسی امور میں ایک نظریہ کی مکمل مصدریت اور حاکمیت کو تسلیم کرتی ہو۔ انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے ان کے خالق نے انبیاء ورسل اور کتابوں کا سلسلہ جاری فرمایا۔ چونکہ انبیاء ورسل انسان کی دینی ودنیاوی دونوں قسم کی ضرورتوں اور تقاضوں کو پورا کرنےکے لیے بھیجے گئے تھے لہذا انہیں دونوں قسم کی سعادت وسیادت سے نوازا گیا۔ اس دنیا میں بھیجے جانے والے پہلے انسان نہ صرف پہلے خالق کے پہلے نبی تھے بلکہ پہلے خلیفہ بھی تھے ۔ اس زمین پر نبوت اور خلافت اس وقت سے ہے جب سے آدم علیہ السلام ہیں۔ اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو اس زمین پر پہلا انسان، پہلا نبی اور پہلا خلیفہ بنا کر بھیجا۔

[131] وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ﴿19﴾ [یونس]

[132] وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿27﴾ لَئِن بَسَطتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿28﴾ إِنِّي أُرِيدُ أَن تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿29﴾ [المائدة]

[133] قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿38﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿39﴾ [البقرة]

[134] پہلی انسانی تہذیب کے اتارے گئے آسمانی قانون میں قتل کو ایک جرم قرار دیا گیا تھا اور آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے اپنے بھائی کو ناحق قتل کر کے اس دنیا میں خدا کے قانون سے بغاوت اور سرکشی کی رسم کو جاری کیا۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لاَ تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا، إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا، لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ القَتْلَ» [صحيح البخاري، كِتَابُ أَحَادِيثِ الأَنْبِيَاءِ، بَابُ خَلْقِ آدَمَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَذُرِّيَّتِهِ، 133/4]

[135] كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا

فِيهِ ﴿213﴾ [البقرة]

[136] امام المفسرین ابن جریر طبری رحمہ اللہ متوفی 310 ھ جلیل القدر مفسرین صحابہ کے اقوال کی روشنی میں آدم علیہ السلام کے خلیفہ ہونے کا معنی متعین کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فكان تأويل الآية على هذه الرواية التي ذكرناها عن ابن مسعود وابن عباس: إني جاعل في الأرض خليفةً منّي يخلفني في الحكم بين خلقي. وذلك الخليفة هو آدمُ ومن قام مقامه في طاعة الله والحكم بالعدل بين خلقه. [الطبري، أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، جامع البيان في تأويل القرآن، مؤسسة الرسالة، بيروت، 1420 هـ - 2000 م، 6/30] امام بغوی رحمہ اللہ متوفی 510 ھ آدم علیہ السلام کے خلیفہ ہونے کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَالْمُرَادُ بِالْخَلِيفَةِ هَاهُنَا آدَمُ ... وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ خَلِيفَةُ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ لِإِقَامَةِ أَحْكَامِهِ وَتَنْفِيذِ وَصَايَاهُ. [البغوي، أبو محمد الحسين بن مسعود، معالم التنزيل في تفسير القرآن = تفسير البغوي، دار طيبة للنشر والتوزيع، بيروت، الطبعة الرابعة، 1417 هـ - 1997 م، 79/1] امام قرطبی متوفی 671 ھ نے آدم علیہ السلام کے خلیفہ ہونے کے مذکورہ بالا معنی کی نسبت جمیع مفسرین کی طرف کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: وَالْمَعْنِيُّ بِالْخَلِيفَةِ هُنَا- فِي قَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَجَمِيعِ أَهْلِ التَّأْوِيلِ- آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَهُوَ خَلِيفَةُ اللَّهِ فِي إِمْضَاءِ أَحْكَامِهِ وَأَوَامِرِهِ. [القرطبي، أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين، الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي، دار الكتب المصرية، القاهرة، 1384هـ - 1964 م، 263/1]

[137] يَادَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ [ص: 26]۔ آدم علیہ السلام کو زمین کی جو خلافت عطا کی گئی تو اس کا مقصد اللہ کے حکم کو اللہ کی سرزمین میں نافذ کرنا تھا۔ پس آدم علیہ السلام اسی معنی میں خلیفہ تھے کہ جس معنی میں حضرت داؤد علیہ السلام کو خلیفہ بنایا گیا۔ علامہ احمد بن مصطفی المراغی متوفی 1371 ھ لکھتے ہیں: ويرى جمع من المفسرين أن المراد بالخلافة الخلافة عن الله في تنفيذ أوامره بين الناس، ومن ثم اشتهر «الإنسان خليفة الله في الأرض» ويشهد له قوله تعالى: (يا داوُدُ إِنَّا جَعَلْناكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ). [المراغي، أحمد بن مصطفى، تفسير المراغي، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبي وأولاده بمصر، الأولى، 1365 هـ - 1946 م، 80/1]

[138] «كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لاَ نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ» قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا ؟ قَالَ: «فُوا بِبَيْعَةِ الأَوَّلِ فَالأَوَّلِ، أَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ» [صحيح البخاري: 169/4]

[139] «لَسْتُ بِخَلِيفَةِ اللَّهِ، وَلَكِنِّي خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ» [ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان، الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار، مكتبة الرشد، الرياض، الطبعة الأولى، 1409هـ، 432/7]

[140] لَمَّا مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا مَاتَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالُوا لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: خَلِيفَةُ خَلِيفَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: «إِنَّ هَذَا لَكَثِيرٌ، فَإِذَا مُتُّ أَنَا فَقَامَ رَجُلٌ مَقَامِي قُلْتُمْ: خَلِيفَةُ خَلِيفَةِ خَلِيفَةِ رَسُولِ اللَّهِ، أَنْتُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَنَا أَمِيرُكُمْ. فَهُوَ سَمَّى نَفْسَهُ» [ابن سعد، أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء (المتوفى: 230هـ)، الطبقات الكبرى، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1410 هـ - 1990 م، 213/3؛ عمر بن شبة (واسمه زيد) بن عبيدة بن ريطة النميري البصري، أبو زيد (المتوفى: 262هـ) ، تاريخ المدينة لابن شبة، السيد حبيب محمود أحمد – جدة، 1399 هـ، 678/2]

[141] عَنْ سَفِينَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الْخِلَافَةُ ثَلَاثُونَ عَامًا، ثُمَّ يَكُونُ بَعْدَ ذَلِكَ الْمُلْكُ،

قَالَ سَفِينَةُ: أَمْسِكْ خِلَافَةَ أَبِي بَكْرٍ سَنَتَيْنِ، وَخِلَافَةَ عُمَرَ عَشْرَ سِنِينَ، وَخِلَافَةَ عُثْمَانَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً، وَخِلَافَةَ عَلِيٍّ سِتَّ سِنِينَ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 248/36]

142 «لَا يَزَالُ هَذَا الدِّينُ عَزِيزًا مَنِيعًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً»، فَقَالَ كَلِمَةً صَمَّنِيهَا النَّاسُ، فَقُلْتُ لِأَبِي: مَا قَالَ؟ قَالَ: «كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ» [صحيح مسلم: 1453/3]

143 بنو عباس کے مد مقابل دو خلافتوں کا اعلان ہوا۔ ایک تو 909ء میں مصر کے فاطمی شیعہ نے یہ دعوی کیا کہ جنہیں صلاح الدین ایوبی نے 1171ء میں مٹا دیا اور دوسرے مدعی خلافت اندلس کے عبد الرحمن الثالث تھے کہ جنہوں نے 928ء میں خلیفہ کا لقب اختیار کیا۔ اندلس کے استثناء کے علاوہ بنو عباس کے دور میں جتنی بھی مقامی مسلمان حکومتیں قائم ہوئیں، ان کے حکمرانوں نے خلیفہ سے خطابات یا اعزازات لینے کو ہی اپنے لیے شرف سمجھا جیسا کہ محمود غزنوی نے یمین الدولۃ اور امین الملۃ جبکہ یوسف بن تاشفین نے امیر المسلمین اور سلطان اور فرمانروائے ہند التمش نے بھی سلطان کا خطاب حاصل کیا۔ صلاح الدین ایوبی کو بھی خلیفہ کی طرف سے اسی قسم کی سند اختیار جاری کی گئی تھی۔ بنو عباس کے زوال کے بعد ان کا آخری خلیفہ المتوکل سوم 1517ء میں عثمانی ترک سلطان سلیم اول کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گیا تھا۔[خلافت، اردو دائرۃ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، 1973ء، 594-596/8]

144 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ، وَإِنِّي أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ نَازِلٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ: رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، عَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَصَّرَانِ كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ، وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ، فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيَدْعُو النَّاسَ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَيُهْلِكُ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ، وَيُهْلِكُ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ، ثُمَّ تَقَعُ الْأَمَنَةُ عَلَى الْأَرْضِ حَتَّى تَرْتَعَ الْأُسُودُ مَعَ الْإِبِلِ، وَالنِّمَارُ مَعَ الْبَقَرِ، وَالذِّئَابُ مَعَ الْغَنَمِ، وَيَلْعَبَ الصِّبْيَانُ بِالْحَيَّاتِ، لَا تَضُرُّهُمْ، فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ سَنَةً، ثُمَّ يُتَوَفَّى، وَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ» [مسند أحمد: 153/15-154]

145 كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴿110﴾ [آل عمران]؛ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿39﴾ [الأنفال]؛ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿29﴾ [التوبة]

146 رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿165﴾ [النساء]

147 لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿1﴾ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴿2﴾ [البينة]

148 «الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ، وَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَآنِ - أَوْ تَمْلَأُ - مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَالصَّلَاةُ نُورٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ، كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَايِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا» [صحيح مسلم، كِتَابِ الطَّهَارَةِ، بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ، 203/1]

149 قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿29﴾ [التوبة]۔ اس آیت مبارکہ میں دو اصناف کا بیان ہے۔ پہلی قسم ان مشرکین کی ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اسے حرام قرار نہیں کہتے کہ جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہو جیسا کہ سورۃ یونس [59]، سورۃ النحل [116] اور سورۃ الانعام [136-140] وغیرہ میں تفصیلات موجود ہیں۔ اور دوسری قسم ان اہل کتاب کی ہے

جو دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے۔ ان دونوں سے جہاد وقتال کی غایت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔ اس آیت مبارکہ سے ماقبل آیات میں شروع سورہ توبہ ہی سے مشرکین کا بیان چلا رہا ہے اور متصل قبل آیت مبارکہ 27میں [يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ...] کے بیان میں بھی مشرکین عرب ہی سے خطاب ہے۔ پس آیت مبارکہ 28 میں آغاز آیت [قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّـهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ...] میں جو قتال کا حکم دیا گیا تو اس میں بھی مشرکین عرب ہی مخاطب ہیں۔ اور ان کے بیان کے ذیل میں اہل کتاب کا بھی حکم بیان کر دیا گیا۔ تو ایک پہلو تو نظم قرآن کا ہوا جو اس بات کا متقاضی ہے کہ اس آیت مبارکہ میں دو اصناف کا مراد لینا زیادہ بہتر ہے اور دوسرا خود آیت مبارکہ کے الفاظ [قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّـهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ...] یہ واضح کرتے ہیں کہ ان سے مراد مشرکین عرب ہیں کیونکہ قرآن مجید نے اہل کتاب کا تعارف ایک ایسے گروہ کے طور نہیں کروایا جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہ رکھتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ جن مفسرین نے اس آیت مبارکہ میں جو حکم قتال بیان ہوا ہے، اسے ایک ہی صنف اہل کتاب سے متعلق کیا ہے تو انہیں یہ ثابت کرنے کے لیے تاویل کرنی پڑی کہ اہل کتاب کسی طرح اللہ کو بھی نہیں مانتے اور آخرت پر بھی ان کا ایمان نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک کسی تاویل کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ اس آیت مبارکہ میں دو اصناف کا ذکر ہے اور اس کی تقدیر عبارت یوں بیان کی جا سکتی ہے: قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّـهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ...وَ[الَّذِينَ] لَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ.

[150]«اغْزُوا بِاسْمِ اللَّهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ اغْزُوا وَلا تَغُلُّوا وَلا تَغْدِرُوا وَلا تَمْثُلُوا وَلا تَقْتُلُوا وَلِيدًا وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنْ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلالٍ فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللَّهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَلا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمْ الْجِزْيَةَ فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَقَاتِلْهُمْ» [صحيح مسلم: 1357/3]؛ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ: سَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ: أَتُؤْخَذُ الْجِزْيَةُ مِمَّنْ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، أَخَذَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ الْبَحْرَيْنِ، وَعُمَرُ مِنْ أَهْلِ السَّوَادِ، وَعُثْمَانُ مِنْ بَرْبَرٍ.[عبد الرزاق بن همام بن نافع الحميري اليماني الصنعاني، أبو بكر، المصنف، المكتب الإسلامي، بيروت، الطبعة الثانية، 1403ھ، 69/6]

[151] «والجهادُ ماضٍ منذُ بعثني اللهُ إلى أن يقاتلَ آخرُ أُمتي الدجالَ، لا يبطِلُه جَوْر جائرٍ، ولا عَدل عادلٍ» [سنن أبي داود: 184/4] البتہ یہ بات درست ہے کہ اس حدیث کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ اس امت میں ہر ہر لمحے قتال ہوتارہے گا۔ اس حدیث کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ جہاد کی اجازت قیامت تک باقی رہے گی اور اسے کوئی منسوخ نہیں کر سکتا ۔ اور جہاد یہاں وسیع معنی میں ہے کہ جس میں غلبہ دین کے لیے کی جانے والی ہر کوشش شامل ہے حتی کہ قتال بھی۔ "منذ بعثنی" کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ یہاں جہاد سے مراد محض قتال نہیں ہے جبکہ "یقاتل" کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں کہ یہاں جہاد میں قتال بھی شامل ہے۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: «إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ» [سنن أبي داود: 274/3-275]۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: «الخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الخَيْرُ إِلَى يَوْمِ القِيَامَةِ: الأَجْرُ وَالمَغْنَمُ» [صحیح بخاري: 28/4]۔ اس معنی کی تمام روایات قرآن مجید کی آیت مبارکہ[وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ [الأنفال: 39] ہی کا ہی بیان ہیں۔

152 «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ» [صحيح مسلم: 135/1]

153 علت کے اوصاف میں اصل اور بنیادی ترین وصف مناسبت اور ملائمت کا ہے جبکہ انضباط تو انتقال علت یا قیاس کے لیے مطلوب ہے۔

154 أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ﴿39﴾ [الحج]۔ اس آیت مبارکہ میں "باء" تعلیل کے لیے ہے۔ پس "ظلم وعدوان" جہاد وقتال کی وہ منصوص حکمت ہے کہ جسے کتاب وسنت نے ظلم کی متعین صورتوں کے بیان کے ساتھ علت بنا دیا ہے ۔

155 وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ ﴿9﴾ [الحجرات]؛ عَنِ الأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هَذَا الرَّجُلَ، فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرَةَ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُ؟ قُلْتُ: أَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ، قَالَ: ارْجِعْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا التَقَى المُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالقَاتِلُ وَالمَقْتُولُ فِي النَّارِ»، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا القَاتِلُ فَمَا بَالُ المَقْتُولِ قَالَ: «إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَابُ {وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ المُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا}، 15/1]

156 اس بارے ملاحظہ ہو سہ ماہی "نظریات" میں شائع شدہ تحقیقی مضمون "قانون اتمام حجت اور قانون جہاد: ایک تجزیاتی مطالعہ"۔

157 یہی وجہ ہے کہ حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ کا رستم کے دربار میں جو طویل مکالمہ ہوا اور اس میں رستم کے سوال پوچھنے پر کہ تم عرب ہم سے کیوں لڑنے آئے ہو؟ یہ جواب دیا: « اللَّهُ ابْتَعَثَنَا، وَاللَّهُ جَاءَ بِنَا لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ إِلَى عِبَادَةِ اللَّهِ، وَمِنْ ضِيقِ الدُّنْيَا إِلَى سِعَتِهَا، وَمِنْ جَوْرِ الأَدْيَانِ إِلَى عَدْلِ الإِسْلامِ» [الطبري، أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، دار التراث، بيروت، الطبعة الثانية، 1387 هـ، 520/3]

158 پہلی ذمہ داری کی دلیل قرآن مجید کی آیت [وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿آل عمران: 104﴾] ہے جبکہ دوسری ذمہ داری کی دلیل آیت مبارکہ [قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿التوبة: 29﴾] ہے۔ دوسری ذمہ داری کی ادائیگی میں البتہ یہ ضرور ملحوظ رکھا جائے گا کہ مسلمان ریاست کے پاس مشرک اور غیر مسلم اقوام کو مفتوح اور مغلوب کرنے کی استطاعت اور صلاحیت موجود ہے۔ اگر کسی مسلمان ریاست کے پاس یہ استطاعت اور صلاحیت نہ ہو گی تو اس کے لیے اس غرض سے جہاد وقتال بھی درست نہیں قرار پائے گا اور اس صورت میں وہ دوسری اقوام کے حوالے سے صرف دعوت وتبلیغ کی ذمہ داری ادا کرنے پر اکتفا کریں گے۔ باقی رہی اسلامی ریاست کی داخلی ذمہ داریاں تو وہ اس تحریر کا موضوع نہیں ہے۔

159 فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿30﴾ [الروم]؛ فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، كَانَ يُحَدِّثُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَا تُنْتَجُ البَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ»، ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: {فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا} الآيَةَ. [صحيح البخاري، كِتَابُ الجَنَائِزِ، بَابُ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ، هَلْ يُصَلَّى عَلَيْهِ، وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الإِسْلاَمُ، 2/94-95]

160 هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُم مُّؤْمِنٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿2﴾ [التغابن]

[161] وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَىٰ مَوْلَاهُ أَيْنَمَا يُوَجِّههُّ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَن يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿76﴾ [النحل]؛ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ﴿58﴾ [غافر]؛ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿35﴾ [القلم]

[162] إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴿6﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴿7﴾ [البينة]

[163] وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿190﴾ [البقرة]؛ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ﴿75﴾ [النساء]

[164] قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿29﴾ [التوبة]

[165] وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ﴿6﴾ [التوبة]

[166] سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَن يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلَّ مَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا فَإِن لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿91﴾ [النساء]؛ وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿61﴾ [الانفال]

[167] قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ ﴿4﴾ [الممتحنة]؛ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿51﴾ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ فَعَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنفُسِهِمْ نَادِمِينَ ﴿52﴾ [المائدة]؛ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿23﴾ [التوبة]

[168] لَّا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿28﴾ [آل عمران]

[169] لَّا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ ﴿8﴾ [الممتحنة]

[170] لَّا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿8﴾ [الممتحنة]

[171] الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿5﴾ [المائدة]

[172] قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿29﴾ [التوبة]؛ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ عَامَ الْفَتْحِ، عَلَى دَرَجَةِ الْكَعْبَةِ، فَكَانَ فِيمَا قَالَ: بَعْدَ أَنْ أَثْنَى عَلَى اللهِ، أَنْ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، كُلُّ حِلْفٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ إِلَّا شِدَّةً، وَلَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ، وَلَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، يَدُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ، تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، وَلَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَدِيَةُ الْكَافِرِ كَنِصْفِ دِيَةِ الْمُسْلِمِ، أَلَا وَلَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ، وَلَا جَنَبَ وَلَا

جَلَبَ، وَتُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ فِي دِيَارِهِمْ، يُجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَدْنَاهُمْ، وَيَرُدُّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَقْصَاهُمْ، ثُمَّ نَزَلَ. [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 587/11]؛ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَسْلَمَ، مَوْلَى عُمَرَ: أَنَّ عُمَرَ، كَتَبَ إِلَى أُمَرَاءِ الْأَجْنَادِ: «أَنَ لَا يَضْرِبُوا الْجِزْيَةَ عَلَى النِّسَاءِ، وَلَا عَلَى الصِّبْيَانِ، وَأَنْ يَضْرِبُوا الْجِزْيَةَ عَلَى مَنْ جَرَتْ عَلَيْهِ الْمُوسَى مِنَ الرِّجَالِ، وَأَنْ يُخْتَمُوا فِي أَعْنَاقِهِمْ، وَيَجُزُّوا نَوَاصِيَهُمْ مَنِ اتَّخَذَ مِنْهُمْ شَعْرًا، وَيُلْزِمُوهُمُ الْمَنَاطِقَ، وَيَمْنَعُوهُمُ الرُّكُوبَ إِلَّا عَلَى الْأُكُفِّ عَرْضًا» قَالَ: يَقُولُ: «رِجْلَاهُ مِنْ شِقٍّ وَاحِدٍ»، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: «وَفَعَلَ ذَلِكَ بِهِمْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ حِينَ وَلِيَ» [المصنف لعبد الرزاق، كِتَابُ أَهْلِ الْكِتَابِ، باب هَدْمُ كَنَائِسِهِمْ، وَهَلْ يَضْرِبُوا بِنَاقُوسٍ؟، المكتب الإسلامي – بيروت، الثانية، 1403هـ، 85/6]؛ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، قَالَ: كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنْ: «يُمْنَعَ النَّصَارَى بِالشَّامِ أَنْ يَضْرِبُوا نَاقُوسًا» قَالَ: «وَيُنْهَوْا أَنْ يَفْرِقُوا رُءُوسَهُمْ، وَيَجُزُّوا نَوَاصِيَهُمْ، وَيَشُدُّوا مَنَاطِقَهُمْ، وَلَا يَرْكَبُوا عَلَى سُرُجٍ، وَلَا يَلْبَسُوا عُصَبًا، وَلَا يَرْفَعُوا صُلُبَهُمْ فَوْقَ كَنَائِسِهِمْ، فَإِنْ قَدَرُوا عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ فَعَلَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا بَعْدَ التَّقَدُّمِ إِلَيْهِ فَإِنَّ سَلَبَهُ لِمَنْ وَجَدَهُ» قَالَ: «وَكَتَبَ أَنْ يُمْنَعَ نِسَاؤُهُمْ أَنْ يَرْكَبْنَ الرَّحَائِلَ». قَالَ عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ: وَاسْتَشَارَنِي عُمَرُ فِي هَدْمِ كَنَائِسِهِمْ، فَقُلْتُ: «لَا تُهْدَمُ، هَذَا مَا صُولِحُوا عَلَيْهِ» فَتَرَكَهَا عُمَرُ. [المصنف لعبد الرزاق، كِتَابُ أَهْلِ الْكِتَابِ، باب هَدْمُ كَنَائِسِهِمْ، وَهَلْ يَضْرِبُوا بِنَاقُوسٍ؟، 61/6]؛ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، أَنَّ أَبَا مُوسَى، كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: أَنَّ الْمُسْلِمِينَ يَقَعُونَ عَلَى الْمَجُوسِ فَيَقْتُلُونَهُمْ، فَمَاذَا تَرَى؟ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ: «فَإِنَّمَا هُمْ عَبِيدٌ فَأَقِمْهُمْ قِيمَةً فِيكُمْ»، فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَبُو مُوسَى ثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ، فَوَضَعَهَا عُمَرُ لِلْمَجُوسِ. [المصنف لعبد الرزاق، كِتَابُ أَهْلِ الْكِتَابِ، باب دِيَةُ الْمَجُوسِيِّ، 126/6]؛ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَنَشٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ أَمْصَارِ الْعَرَبِ أَوْ دَارِ الْعَرَبِ هَلْ لِلْعَجَمِ أَنْ يُحْدِثُوا فِيهَا شَيْئًا؟ فَقَالَ: أَيُّمَا مِصْرٍ مَصَّرَتْهُ الْعَرَبُ فَلَيْسَ لِلْعَجَمِ أَنْ يَبْنُوا فِيهِ [بِيعَةً]، وَلَا يَضْرِبُوا فِيهِ نَاقُوسًا، وَلَا يَشْرَبُوا فِيهِ خَمْرًا، وَلَا يَتَّخِذُوا فِيهِ خِنْزِيرًا، وَأَيُّمَا مِصْرٍ مَصَّرَتْهُ الْعَجَمُ فَفَتَحَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى الْعَرَبِ فَنَزَلُوا فِيهِ فَإِنَّ لِلْعَجَمِ مَا فِي عَهْدِهِمْ، وَعَلَى الْعَرَبِ أَنْ يُوفُوا بِعَهْدِهِمْ وَلَا يُكَلِّفُوهُمْ فَوْقَ طَاقَتِهِمْ. [صالح بن عبد العزيز آل الشيخ، التكميل لما فات تخريجه من إرواء الغليل مع إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، المكتب الإسلامي، بيروت، الطبعة الثانية، 1405 هـ - 1985م، 105/5]؛ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو شُرَحْبِيلَ الْحِمْصِيُّ عِيسَى بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي أَبُو الْيَمَانِ، وَأَبُو الْمُغِيرَةِ جَمِيعًا، قَالَا: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، قَالُوا: كَتَبَ أَهْلُ الْجَزِيرَةِ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ: إِنَّا حِينَ قَدِمْتَ بِلَادَنَا طَلَبْنَا إِلَيْكَ الْأَمَانَ لِأَنْفُسِنَا وَأَهْلِ مِلَّتِنَا، عَلَى أَنَّا شَرَطْنَا لَكَ عَلَى أَنْفُسِنَا أَنْ لَا نُحْدِثَ فِي مَدِينَتِنَا كَنِيسَةً، وَلَا فِيهَا حَوْلَهَا دَيْرًا، وَلَا قلابة، وَلَا صَوْمَعَةَ رَاهِبٍ، وَلَا نُجَدِّدَ مَا خَرُبَ مِنْ كَنَائِسِنَا، وَلَا مَا كَانَ مِنْهَا فِي خِطَطِ الْمُسْلِمِينَ، وَأَنْ لَا نَمْنَعَ كَنَائِسَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَنْزِلُوهَا فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَأَنْ نُوَسِّعَ أَبْوَابَهَا لِلْمَارَّةِ وَابْنِ السَّبِيلِ، وَلَا نُؤْوِي فِيهَا وَلَا فِي مَنَازِلِنَا جَاسُوسًا، وَأَنْ لَا نَكْتُمَ أَمْرَهَا عَنِ الْمُسْلِمِينَ، وَأَنْ لَا نَضْرِبَ نَوَاقِيسَنَا إِلَا ضَرْبًا خَفِيفًا فِي جَوْفِ كَنَائِسِنَا، وَلَا نُظْهِرَ عَلَيْهَا صَلِيبَنَا، وَلَا نَرْفَعَ أَصْوَاتَنَا فِي الصَّلَاةِ، وَلَا الْقِرَاءَةِ فِي كَنَائِسِنَا فِيمَا يَحْضُرُهُ الْمُسْلِمُونَ، وَأَنْ لَا نُخْرِجَ صَلِيبَنَا وَلَا كِتَابَنَا فِي سُوقِ الْمُسْلِمِينَ، وَأَنْ لَا نخرجَ بَاعُوثًا، الْبَاعُوثُ يَجْتَمِعُونَ كَمَا نُخْرُجُ يَوْمَ الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ، وَلَا شعانينا، وَلَا نَرْفَعَ أَصْوَاتَنَا مَعَ مَوْتَانَا، وَلَا نُظْهِرَ النِّيرَانَ مَعَهُمْ فِي أَسْوَاقِ الْمُسْلِمِينَ، وَأَنْ لَا نُجَاوِرَهُمْ بِالْخَنَازِيرِ، وَلَا نَبِيعَ الْخَمْرَ، وَلَا نُظْهِرَ شِرْكَنَا، وَلَا نُرَغِّبَ فِي دِينِنَا، وَلَا نَدْعُو إِلَيْهِ أَحَدًا، وَلَا نَتَّخِذَ شَيْئًا مِنَ الرَّقِيقِ الَّذِي جَرَتْ عَلَيْهِ سِهَامُ الْمُسْلِمِينَ، وَأَنْ لَا نَمْنَعَ أَحَدًا مِنْ أَقْرِبَائِنَا إِذَا أَرَادَ الدُّخُولَ فِي الْإِسْلَامِ، وَأَنْ نَلْتَزِمَ زِيَّنَا حَيْثُ مَا كُنَّا، وَأَنْ لَا نَتَشَبَّهَ بِالْمُسْلِمِينَ فِي لُبْسِ قَلَنْسُوَةٍ، وَلَا عِمَامَةٍ، وَلَا تعليقٍ، وَلَا فَرْقِ شَعَرٍ، وَلَا فِي مَرَاكِبِهِمْ، وَلَا نَتَكَلَّمَ بِكَلَامِهِمْ، وَأَنْ لَا نَتَكَنَّى بِكُنَاهُمْ، وَأَنْ نَجُزَّ مَقَادِمَ رُءُوسِنَا، وَلَا نفرق نَوَاصِيَنَا، وَنَشُدَّ الزَّنَانِيرَ عَلَى أَوْسَاطِنَا، وَلَا نَنْقُشَ

خَوَاتِمَنَا بِالْعَرَبِيَّةِ، وَلا نَرْكَبَ السُّرُوجَ وَلا نَتَّخِذَ شَيْئًا مِنَ السِّلاحِ، وَلا نَحْمِلَهُ، وَلا نَتَقَلَّدَ السُّيُوفَ، وَأَنْ نُوَقِّرَ الْمُسْلِمِينَ فِي مَجَالِسِهِمْ، وَنُرْشِدَ الطَّرِيقَ، وَنَقُومَ لَهُمْ عَنِ الْمَجَالِسِ إِذَا أَرَادُوا الْمَجَالِسَ، وَلا نَطَّلِعَ عَلَيْهِمْ فِي مَنَازِلِهِمْ، وَلا نُعَلِّمَ أَوْلادَنَا الْقُرْآنَ، وَلا يُشَارِكَ أَحَدُنَا مُسْلِمًا فِي تِجَارَةٍ إِلا أَنْ يَكُونَ إِلَى الْمُسْلِمِ مِنَ التِّجَارَةِ، وَأَنْ نُضِيفَ كُلَّ مُسْلِمٍ عَابِرِ سَبِيلٍ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ وَنُطْعِمَهُ مِنْ أَوْسَطِ مَا نَجِدُ، ضَمِنَّا لَكَ ذَلِكَ عَلَى أَنْفُسِنَا وَذَرَارِيِّنَا وَأَزْوَاجِنَا وَمَسَاكِنِنَا، وَإِنْ نَحْنُ غَيَّرْنَا، أَوْ خَالَفْنَا عَمَّا شَرَطْنَا عَلَى أَنْفُسِنَا، وَقَبِلْنَا الْأَمَانَ عَلَيْهِ فَلا ذِمَّةَ لَنَا، وَقَدْ حَلَّ لَكَ مِنَّا مَا يَحِلُّ لِأَهْلِ الْمُعَانَدَةِ وَالشِّقَاقِ. فَكَتَبَ بِذَلِكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ غَنْمٍ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ: أَنْ أَمْضِ لَهُمْ مَا سَأَلُوا، وَأَلْحِقْ فِيهِ حَرْفَيْنِ اشْتَرِطْهَا عَلَيْهِمْ مَعَ مَا شَرَطُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ: أَنْ لا يَشْتَرُوا مِنْ سَبَايَانَا شَيْئًا، وَمَنْ ضَرَبَ مُسْلِمًا عَمْدًا فَقَدْ خَلَعَ عَهْدَهُ. فأنفذ عبد الرحمن بن غنم ذلك، وأقر من أقام من الروم في مدائن الشام عَلَى هذا الشرط. [الخَلَّال، أبو بكر أحمد بن محمد بن هارون بن يزيد البغدادي الحنبلي (المتوفى: 311هـ)، أحكام أهل الملل والردة من الجامع لمسائل الإمام أحمد بن حنبل، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1414 هـ - 1994 م، 357-359]؛ "أنا عبد الدائم، ثنا عبد الوهاب، ثنا عبد الله، ثنا محمد بن هشام ابن البختري أبو جعفر المستملي، ثنا الربيع بن ثعلب الغنوي، ثنا يحيى بن عقبة [بن] أبي العيزار، عن سفيان الثوري والوليد بن نوح والسري بن مصرف، يذكرون عن طلحة بن مصرف، عن مسروق، عن عبد الرحمن بن غنم قال: كتبت لعمر بن الخطاب رضي الله عنه حين صالح نصارى أهل الشام .... " [عبد الله بن أحمد بن ربيعة بن زبر الربعي، أبو محمد (المتوفى: 329هـ)، جزءٌ فيه شروط النصارى، دار البشائر الإسلامي، الطبعة الأولى، 1427 هـ - 2006 م، 25]؛ "أنا عبد الدائم، ثنا عبد الوهاب، ثنا عبد الله، ثنا محمد بن إسحاق بن راهويه الحنظلي، ثنا أبي، ثنا بقية بن الوليد، عن عبد الحميد بن بهرام، عن شهر بن حوشب، عن عبد الرحمن بن غنم: أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه كتب على النصارى حين صولحوا.... " [جزءٌ فيه شروط النصارى: 21-22]؛ "قال عبد الله: ووجدت هذا الحديث بالشام: رواه عبد الوهاب بن نجدة الحوطي، عن محمد بن حمير، عن عبد الملك بن حميد بن أبي غنية، عن السري بن مصرف وسفيان الثوري والوليد بن نوح، عن طلحة بن مصرف، عن مسروق بن الأجدع، عن عبد الرحمن بن غنم قال: كتبت لعمر بن الخطاب رضي الله عنه حين صالحه نصارى أهل الشام... فذكر مثله سواء بطوله." [جزءٌ فيه شروط النصارى: 25]؛ "وذكر أحمد بن علي المصيصي المعروف بالحطيطي، ومسكنه بكفربيا، أن مخزوم بن حميد بن خالد حدثهم، عن أبيه حميد بن خالد، عن خالد بن عبد الرحمن، عن عبد السلام بن سلامة بن قيصر الحضرمي: كذلك كان في العهد الذي عهده عمر بن الخطاب رضي الله عنه إلى سلامة بن قيصر، في سنة ست من خلافة عمر: هذا عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه الذي أودعه سلامة بن قيصر، على أنهم اشترطوا على أنفسهم بهذا الشرط." [جزءٌ فيه شروط النصارى: 31]؛ "ورأيته من حديث أبي المغيرة عبد القدوس بن حجاج، عن إسماعيل بن عياش، أن غير واحد أخبرهم: أن أهل الجزيرة كتبوا لعبد الرحمن بن غنم: ((إنك لما قدمت بلادنا طلبنا إليك الأمان.. ..)). كتبته بطوله، وهو عندي خطأ، والصواب ما رواه محمد بن إسماعيل؛ من جهات: منها: أن سليمان بن عبد الحميد البهراني حدث به عن محمد بن إسماعيل. وقال سليمان: وهكذا قرأته في أصل كتاب إسماعيل بن عياش بخطه. ومنها: قوله أن أهل الجزيرة كتبوا هذا الكتاب لعبد الرحمن بن غنم، وهذا غلط؛ لأن الذي افتتح الجزيرة وصالح أهلها هو عياض بن غنم، ما علمت في ذلك اختلافاً." [جزءٌ فيه شروط النصارى: 28]؛ "وهذه الشروط أشهر شيء في كتب الفقه والعلم، وهي مجمع عليها في الجملة، بين العلماء من الأئمة المتبوعين، وأصحابهم، وسائر الأئمة، ولولا شهرتها عند الفقهاء لذكرنا ألفاظ كل طائفة فيها. وهي أصناف: الصنف الأول: ما مقصوده: التمييز عن المسلمين، في الشعور واللباس والأسماء والمراكب والكلام، ونحوها؛ ليتميز المسلم عن الكافر، ولا يتشبه أحدهما بالآخر في الظاهر، ولم يرض عمر رضي الله عنه والمسلمون

بأصل التمييز، بل بالتميز في عامة الهدي، على تفاصيل معروفة في غير هذا الموضع. وذلك يقتضي: إجماع المسلمين على التمييز عن الكفار ظاهرا، وترك التشبه بهم ولقد كان أمراء الهدى، مثل العمرين وغيرهما، يبالغون في تحقيق ذلك بما يتم به المقصود...وكذلك فعل جعفر بن محمد بن هارون المتوكل بأهل الذمة في خلافته، واستشار في ذلك الإمام أحمد بن حنبل، وغيره، وعهوده في ذلك، وجوابات أحمد بن حنبل له معروفة. ومن جملة الشروط. ما يعود بإخفاء منكرات دينهم، وترك إظهارها كمنعهم من إظهار الخمر والناقوس، والنيران والأعياد، ونحو ذلك. ومنها: ما يعود بإخفاء شعار دينهم كأصواتهم بكتابهم. فاتفق عمر رضي الله عنه، والمسلمون معه وسائر العلماء بعدهم ومن وفقه الله تعالى من ولاة الأمور على منعهم من أن يظهروا في دار الإسلام شيئا مما يختصون به، مبالغة في أن لا يظهروا في دار الإسلام خصائص المشركين، فكيف إذا عملها المسلمون وأظهروها. ومنها: ما يعود بترك إكرامهم وإلزامهم الصغار الذي شرعه الله تعالى." [ابن تيمية، تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم الحنبلي (المتوفى: 728هـ)، اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم، دار عالم الكتب، بيروت، الطبعة السابعة، 1419هـ - 1999م، 365-369]

173 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ: مَا الإِيمَانُ؟ قَالَ: «الإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلاَئِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَبِلِقَائِهِ، وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ». قَالَ: مَا الإِسْلاَمُ؟ قَالَ: «الإِسْلاَمُ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ، وَلاَ تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمَ الصَّلاَةَ، وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ المَفْرُوضَةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ». قَالَ: مَا الإِحْسَانُ؟ قَالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَابُ سُؤَالِ جِبْرِيلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الإِيمَانِ، وَالإِسْلاَمِ، وَالإِحْسَانِ، 19/1]

174 فَقُلْتُ لَهُ: اعْرِضْ عَلَيَّ الإِسْلاَمَ، فَعَرَضَهُ فَأَسْلَمْتُ مَكَانِي، فَقَالَ لِي: «يَا أَبَا ذَرٍّ، اكْتُمْ هَذَا الأَمْرَ، وَارْجِعْ إِلَى بَلَدِكَ، فَإِذَا بَلَغَكَ ظُهُورُنَا فَأَقْبِلْ» فَقُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ، لَأَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ، فَجَاءَ إِلَى المَسْجِدِ وَقُرَيْشٌ فِيهِ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، إِنِّي أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَقَالُوا: قُومُوا إِلَى هَذَا الصَّابِئِ، فَقَامُوا فَضُرِبْتُ لِأَمُوتَ. [صحيح البخاري، كِتَابُ المَنَاقِبِ، بَابُ قِصَّةِ زَمْزَمَ، 184/4]؛ فَجَلَسَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، حَدِّثْنِي مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْإِسْلَامُ أَنْ تُسْلِمَ وَجْهَكَ لِلَّهِ، وَتَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ» قَالَ: فَإِذَا فَعَلْتُ ذَلِكَ فَقَدْ أَسْلَمْتُ؟ قَالَ: «إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ، فَقَدْ أَسْلَمْتَ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 94/5]

175 إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ﴿150﴾ أُولَـٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿151﴾ [النساء]؛ قُلِ اسْتَهْزِئُوا إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ﴿64﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿65﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿66﴾ [التوبة]؛ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَـٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَـٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿217﴾ [البقرة]؛ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ﴿100﴾ [آل عمران]؛ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴿44﴾ [المائدة]؛ وَصَدَّهَا مَا كَانَت تَّعْبُدُ مِن دُونِ اللَّهِ إِنَّهَا كَانَتْ مِن قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿43﴾ [النمل]؛ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ ﴿47﴾ [العنكبوت]؛ بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿59﴾ [الزمر]؛ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿121﴾ [الأنعام]؛ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ﴿106﴾ [يوسف]

176 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا» [صحيح البخاري، كِتَابُ الأَدَبِ، بَابُ مَنْ كَفَّرَ أَخَاهُ بِغَيْرِ تَأْوِيلٍ فَهُوَ كَمَا قَالَ، 26/8]

177 عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ، فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ: «وَجَبَتْ»، ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى، فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا - أَوْ قَالَ: غَيْرَ ذَلِكَ - فَقَالَ: «وَجَبَتْ»، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قُلْتَ لِهَذَا وَجَبَتْ، وَلِهَذَا وَجَبَتْ، قَالَ: «شَهَادَةُ القَوْمِ المُؤْمِنُونَ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الأَرْضِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الشَّهَادَاتِ، بَابُ تَعْدِيلِ كَمْ يَجُوزُ؟، 169/3]

178 "1- روى ابن جرير الطبري بإسناد صحيح عن ابن عباس: (ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الكافرون) قال: هي به كفر، وليس كفرا بالله وملائكته وكتبه ورسله. 2- وفي رواية عنه في هذه الآية: إنه ليس بالكفر الذي يذهبون إليه، إنه ليس كفرا ينقل عن الملة، كفر دون كفر. أخرجه الحاكم وقال: "صحيح الإسناد". ووافقه الذهبي، وحقهما أن يقولا: على شرط الشيخين. فإن إسناده كذلك. ثم رأيت الحافظ ابن كثير نقل في "تفسيره" عن الحاكم أنه قال: "صحيح على شرط الشيخين"، فالظاهر أن في نسخة "المستدرك" المطبوعة سقطا، وعزاه ابن كثير لابن أبي حاتم أيضا ببعض اختصار. 3- وفي أخرى عنه من رواية علي بن أبي طلحة عن ابن عباس قال: من جحد ما أنزل الله فقد كفر، ومن أقر به ولم يحكم فهو ظالم فاسق. أخرجه ابن جرير. قلت: وابن أبي طلحة لم يسمع من ابن عباس، لكنه جيد في الشواهد. 4– ثم روى عن عطاء بن أبي رباح قوله: (وذكر الآيات الثلاث): كفر دون كفر، وفسق دون فسق، وظلم دون ظلم. وإسناده صحيح. 5 - ثم روى عن سعيد المكي عن طاووس (وذكر الآية) قال: ليس بكفر ينقل عن الملة. وإسناده صحيح." [الألباني، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض، 1416 هـ - 1996 م، 113/6-114]؛ "ثم بعد هذا الاتفاق تبين أن أَهْلِ السُّنَّةِ اخْتَلَفُوا خِلَافًا لَفْظِيًّا، لَا يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ فَسَادٌ، وَهُوَ: أَنَّهُ هَلْ يَكُونُ الْكُفْرُ عَلَى مَرَاتِبَ، كُفْرًا دُونَ كُفْرٍ؟ كَمَا اخْتَلَفُوا: هَلْ يَكُونُ الْإِيمَانُ عَلَى مَرَاتِبَ، إِيمَانًا دُونَ إِيمَانٍ؟ وَهَذَا الِاخْتِلَافُ نَشَأَ مِنَ اخْتِلَافِهِمْ فِي مُسَمَّى "الْإِيمَانِ": هَلْ هُوَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ، أَمْ لَا؟ بَعْدَ اتِّفَاقِهِمْ عَلَى أَنَّ مَنْ سَمَّاهُ اللَّهُ تَعَالَى وَرَسُولُهُ كَافِرًا نُسَمِّيهِ كَافِرًا، إِذْ مِنَ الْمُمْتَنِعِ أَنْ يُسَمِّيَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ الْحَاكِمَ بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ كَافِرًا، وَيُسَمِّيَ رَسُولُهُ مَنْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ كَافِرًا - وَلَا نُطْلِقُ عَلَيْهِمَا اسْمَ"الْكُفْرِ". وَلَكِنْ مَنْ قَالَ: إِنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ- قَالَ: هُوَ كُفْرٌ عَمَلِيٌّ لَا اعْتِقَادِيٌّ، وَالْكُفْرُ عِنْدَهُ عَلَى مَرَاتِبَ، كُفْرٌ دُونَ كُفْرٍ، كَالْإِيمَانِ عِنْدَهُ. وَمَنْ قَالَ: إِنَّ الْإِيمَانَ هُوَ التَّصْدِيقُ، وَلَا يَدْخُلُ الْعَمَلُ فِي مُسَمَّى الْإِيمَانِ، وَالْكُفْرُ هُوَ الْجُحُودُ، وَلَا يَزِيدَانِ وَلَا يَنْقُصَانِ - قَالَ: هُوَ كُفْرٌ مَجَازِيٌّ غَيْرُ حَقِيقِيٍّ، إِذِ الْكُفْرُ الْحَقِيقِيُّ هو الذي ينقل عَنِ الْمِلَّةِ. وَكَذَلِكَ يَقُولُ فِي تَسْمِيَةِ بَعْضِ الْأَعْمَالِ بِالْإِيمَانِ، كَقَوْلِهِ تَعَالَى: {وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ} أَيْ صَلَاتَكُمْ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، إِنَّهَا سُمِّيَتْ إيمانا مجازا، لتوقف صحتها على الإِيمَانِ، أَوْ لِدِلَالَتِهَا عَلَى الْإِيمَانِ، إِذْ هِيَ دَالَّةٌ عَلَى كَوْنِ مُؤَدِّيهَا مُؤْمِنًا. وَلِهَذَا يُحْكَمُ بإسلام الكافر إذا صلى كصلاتنا. فليس بين فقهاء الملة نِزَاعٌ فِي أَصْحَابِ الذُّنُوبِ، إِذَا كَانُوا مُقِرِّينَ بَاطِنًا وَظَاهِرًا بِمَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ وَمَا تواتر عنه أَنَّهُمْ مِنْ أَهْلِ الْوَعِيدِ. وَلَكِنَّ الْأَقْوَالَ الْمُنْحَرِفَةَ قَوْلُ مَنْ يَقُولُ بِتَخْلِيدِهِمْ فِي النَّارِ، كَالْخَوَارِجِ وَالْمُعْتَزِلَةِ. . . وَهُنَا أَمْرٌ يَجِبُ أَنْ يُتَفَطَّنَ لَهُ، وَهُوَ: أَنَّ الْحُكْمَ بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَدْ يَكُونُ كُفْرًا يَنْقُلُ عَنِ الْمِلَّةِ، وَقَدْ يَكُونُ مَعْصِيَةً: كَبِيرَةً أَوْ صَغِيرَةً، وَيَكُونُ كُفْرًا: إِمَّا مَجَازِيًّا، وَإِمَّا كُفْرًا أَصْغَرَ، عَلَى الْقَوْلَيْنِ الْمَذْكُورَيْنِ. وَذَلِكَ بِحَسَبِ حَالِ الْحَاكِمِ: فَإِنَّهُ إِنِ اعْتَقَدَ أَنَّ الْحُكْمَ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ غَيْرُ وَاجِبٍ، وَأَنَّهُ مُخَيَّرٌ فِيهِ، أَوِ اسْتَهَانَ بِهِ مَعَ تَيَقُّنِهِ أَنَّهُ حُكْمُ [اللَّهِ]. - فَهَذَا كُفْرٌ أَكْبَرُ. وَإِنِ اعْتَقَدَ وُجُوبَ الْحُكْمِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ، وَعَلِمَهُ فِي هَذِهِ الْوَاقِعَةِ، وَعَدَلَ عَنْهُ مَعَ اعترافه بأنه مستحق للعقوبة، فهذاعَاصٍ، وَيُسَمَّى كَافِرًا كُفْرًا مَجَازِيًّا، أَوْ كُفْرًا أَصْغَرَ. وَإِنْ جَهِلَ حُكْمَ اللَّهِ فِيهَا، مَعَ بَذْلِ جُهْدِهِ وَاسْتِفْرَاغِ وُسْعِهِ فِي مَعْرِفَةِ الْحُكْمِ وأخطأ، فَهَذَا مُخْطِئٌ، لَهُ أَجْرٌ عَلَى اجْتِهَادِهِ، وَخَطَؤُهُ مَغْفُورٌ." [ابن أبي

العز الحنفي، صدر الدين محمد بن علاء الدين عليّ بن محمد، شرح العقيدة الطحاوية، وزارة الشؤون الإسلامية، والأوقاف والدعوة والإرشاد، الرياض، الطبعة الأولى، 1418 هـ، 303-305]

[179] وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ﴿106﴾ [يوسف]؛ وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿9﴾ [الحجرات]؛ قَالَ: «فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ، وَأَمْوَالَكُمْ، وَأَعْرَاضَكُمْ، وَأَبْشَارَكُمْ، عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ» قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: «اللَّهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ، فَإِنَّهُ رُبَّ مُبَلِّغٍ يُبَلِّغُهُ لِمَنْ هُوَ أَوْعَى لَهُ» فَكَانَ كَذَلِكَ، قَالَ: «لاَ تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الفِتَنِ، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لاَ تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ»، 50/9]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَتَى حَائِضًا، أَوِ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا، أَوْ كَاهِنًا، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ».[سنن الترمذي، أَبْوَابُ الطَّهَارَةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ إِتْيَانِ الحَائِضِ، 242/1]؛ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «العَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْإِيمَانِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الصَّلَاةِ، 13/5] عَنْ زُبَيْدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنِ المُرْجِئَةِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «سِبَابُ المُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَابُ خَوْفِ المُؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَحْبَطَ عَمَلُهُ وَهُوَ لاَ يَشْعُرُ، 19/1]؛ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لاَ يَزْنِي العَبْدُ حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَشْرَبُ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ» قَالَ عِكْرِمَةُ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: كَيْفَ يُنْزَعُ الإِيمَانُ مِنْهُ؟ قَالَ: «هَكَذَا، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، ثُمَّ أَخْرَجَهَا، فَإِنْ تَابَ عَادَ إِلَيْهِ هَكَذَا، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الحُدُودِ، بَابُ إِثْمِ الزُّنَاةِ، 164/8]

[180] عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَابُ عَلاَمَةِ المُنَافِقِ، 16/1]

[181] ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿32﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿33﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ﴿34﴾ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِن فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿35﴾ [فاطر]؛ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي هَذِهِ الآيَةِ: {ثُمَّ أَوْرَثْنَا الكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالخَيْرَاتِ} قَالَ: «هَؤُلَاءِ كُلُّهُمْ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ، وَكُلُّهُمْ فِي الجَنَّةِ» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ، وَمِنْ سُورَةِ الْمَلَائِكَةِ، 363/5]؛ عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ، أَنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللَّهِ، وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا، وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ، فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ القَوْمِ: اللَّهُمَّ العَنْهُ، مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لاَ تَلْعَنُوهُ، فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ إِنَّهُ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الحُدُودِ، بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ لَعْنِ شَارِبِ الخَمْرِ، وَإِنَّهُ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنَ المِلَّةِ، 158/8-159]

[182] وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿124﴾ [التوبة]؛ هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ

عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿4﴾ [الفتح]؛ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿2﴾ [الأنفال]؛ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿93﴾ [المائدة]؛ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ، سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَيْتَامٍ وَرِثُوا خَمْرًا، قَالَ: «أَهْرِقْهَا» قَالَ: أَفَلَا أَجْعَلُهَا خَلًّا؟ قَالَ: «لَا» [سنن أبي داود، كِتَاب الْأَشْرِبَةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخَمْرِ تُخَلَّلُ، 326/3]

[183] قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كَانَ رَجُلَانِ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ مُتَوَاخِيَيْنِ، فَكَانَ أَحَدُهُمَا يُذْنِبُ، وَالْآخَرُ مُجْتَهِدٌ فِي الْعِبَادَةِ، فَكَانَ لَا يَزَالُ الْمُجْتَهِدُ يَرَى الْآخَرَ عَلَى الذَّنْبِ فَيَقُولُ: أَقْصِرْ، فَوَجَدَهُ يَوْمًا عَلَى ذَنْبٍ فَقَالَ لَهُ: أَقْصِرْ، فَقَالَ: خَلِّنِي وَرَبِّي أَبُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيبًا؟ فَقَالَ: وَاللَّهِ لَا يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ، أَوْ لَا يُدْخِلُكَ اللَّهُ الْجَنَّةَ، فَقَبَضَ أَرْوَاحَهُمَا، فَاجْتَمَعَا عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ فَقَالَ لِهَذَا الْمُجْتَهِدِ: أَكُنْتَ بِي عَالِمًا، أَوْ كُنْتَ عَلَى مَا فِي يَدِي قَادِرًا؟ وَقَالَ لِلْمُذْنِبِ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي، وَقَالَ لِلْآخَرِ: اذْهَبُوا بِهِ إِلَى النَّارِ» قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ» [سنن أبي داود، كِتَاب الْأَدَبِ، بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبَغْيِ، 275/1-276]۔ البتہ جن کے جنتی یا جہنمی ہونے کے بارے کوئی نص صریح موجود ہے تو انہیں جنتی یا جہنمی قرار دینا واجب ہے جیسا کہ عشرۃ مبشرۃ جنتی ہیں اور آل فرعون جہنمی ہیں۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَخْنَسِ، أَنَّهُ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ فَذَكَرَ رَجُلٌ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَام فَقَامَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي سَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُولُ: «عَشَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَلَوْ شِئْتُ لَسَمَّيْتُ الْعَاشِرَ» قَالَ: فَقَالُوا: مَنْ هُوَ؟ فَسَكَتَ. قَالَ: فَقَالُوا: مَنْ هُوَ؟ فَقَالَ: هُوَ «سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ» [سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابٌ فِي الْخُلَفَاءِ، 211/4]؛ وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ﴿45﴾ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿46﴾ [غافر]

[184] عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ، وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرِيَاءَ» [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ تَحْرِيمِ الْكِبْرِ وَبَيَانِهِ، 93/1]؛ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: الْتَقَى عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِي عَلَى الْمَرْوَةِ، فَتَحَدَّثَا، ثُمَّ مَضَى عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، وَبَقِيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يَبْكِي، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: مَا يُبْكِيكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ قَالَ: - هَذَا يَعْنِي عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو - زَعَمَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ، أَكَبَّهُ اللهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي النَّارِ» [مسند أحمد: 589/11-590]؛ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ هِلاَلٍ العَنَزِيُّ، قَالَ: اجْتَمَعْنَا نَاسٌ مِنْ أَهْلِ البَصْرَةِ فَذَهَبْنَا إِلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَذَهَبْنَا مَعَنَا بِثَابِتٍ البُنَانِيِّ إِلَيْهِ يَسْأَلُهُ لَنَا عَنْ حَدِيثِ الشَّفَاعَةِ، فَإِذَا هُوَ فِي قَصْرِهِ فَوَافَقْنَاهُ يُصَلِّي الضُّحَى، فَاسْتَأْذَنَّا، فَأَذِنَ لَنَا وَهُوَ قَاعِدٌ عَلَى فِرَاشِهِ، فَقُلْنَا لِثَابِتٍ: لاَ تَسْأَلْهُ عَنْ شَيْءٍ أَوَّلَ مِنْ حَدِيثِ الشَّفَاعَةِ، فَقَالَ: يَا أَبَا حَمْزَةَ هَؤُلاَءِ إِخْوَانُكَ مِنْ أَهْلِ البَصْرَةِ جَاءُوكَ يَسْأَلُونَكَ عَنْ حَدِيثِ الشَّفَاعَةِ، فَقَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ القِيَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ، فَيَأْتُونَ آدَمَ، فَيَقُولُونَ: اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، فَيَقُولُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيمَ فَإِنَّهُ خَلِيلُ الرَّحْمَنِ، فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ، فَيَقُولُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوسَى فَإِنَّهُ كَلِيمُ اللَّهِ، فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيسَى فَإِنَّهُ رُوحُ اللَّهِ، وَكَلِمَتُهُ، فَيَأْتُونَ عِيسَى، فَيَقُولُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَأْتُونِي، فَأَقُولُ: أَنَا لَهَا، فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي، فَيُؤْذَنُ لِي، وَيُلْهِمُنِي مَحَامِدَ أَحْمَدُهُ بِهَا لاَ تَحْضُرُنِي الآنَ، فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ المَحَامِدِ، وَأَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ،

وَسَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ، أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيَقُولُ: انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيرَةٍ مِنْ إِيمَانٍ، فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ، ثُمَّ أَعُودُ، فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ المَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ، وَسَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ، أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيَقُولُ: انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ - أَوْ خَرْدَلَةٍ - مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجْهُ، فَأَنْطَلِقُ، فَأَفْعَلُ، ثُمَّ أَعُودُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ المَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ، وَسَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيَقُولُ: انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ أَدْنَى أَدْنَى أَدْنَى مِثْقَالِ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ، فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ، فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ، فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ أَنَسٍ قُلْتُ لِبَعْضِ أَصْحَابِنَا: لَوْ مَرَرْنَا بِالحَسَنِ وَهُوَ مُتَوَارٍ فِي مَنْزِلِ أَبِي خَلِيفَةَ فَحَدَّثْنَاهُ بِمَا حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، فَأَتَيْنَاهُ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ، فَأَذِنَ لَنَا فَقُلْنَا لَهُ: يَا أَبَا سَعِيدٍ، جِئْنَاكَ مِنْ عِنْدِ أَخِيكَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فَلَمْ نَرَ مِثْلَ مَا حَدَّثَنَا فِي الشَّفَاعَةِ، فَقَالَ: هِيهْ فَحَدَّثْنَاهُ بِالحَدِيثِ، فَانْتَهَى إِلَى هَذَا المَوْضِعِ، فَقَالَ: هِيهْ، فَقُلْنَا لَمْ يَزِدْ لَنَا عَلَى هَذَا، فَقَالَ: لَقَدْ حَدَّثَنِي وَهُوَ جَمِيعٌ مُنْذُ عِشْرِينَ سَنَةً فَلاَ أَدْرِي أَنَسِيَ أَمْ كَرِهَ أَنْ تَتَّكِلُوا، قُلْنَا: يَا أَبَا سَعِيدٍ فَحَدِّثْنَا فَضَحِكَ، وَقَالَ: خُلِقَ الإِنْسَانُ عَجُولًا مَا ذَكَرْتُهُ إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدَّثَنِي كَمَا حَدَّثَكُمْ بِهِ، قَالَ: «ثُمَّ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ المَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ، وَسَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ ائْذَنْ لِي فِيمَنْ قَالَ: لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَيَقُولُ: وَعِزَّتِي وَجَلاَلِي، وَكِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي لَأُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ» [صحيح البخاري، كِتَابُ التَّوْحِيدِ، بَابُ كَلاَمِ الرَّبِّ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ القِيَامَةِ مَعَ الأَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ، 9/146-147]

[185] لَئِن بَسَطتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّـهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿28﴾ إِنِّي أُرِيدُ أَن تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿29﴾ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿30﴾ فَبَعَثَ اللَّـهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ قَالَ يَا وَيْلَتَىٰ أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَـٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ﴿31﴾ [المائدة]

[186] أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ﴿30﴾ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿31﴾ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَـٰذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿32﴾ [الطور]؛ حُذَيْفَةَ بْنَ اليَمَانِ، يَقُولُ: كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَاءَنَا اللهُ بِهَذَا الْخَيْرِ، فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَفِيهِ دَخَنٌ»، قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟ قَالَ: «قَوْمٌ يَسْتَنُّونَ بِغَيْرِ سُنَّتِي، وَيَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي، تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ»، فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: «نَعَمْ، دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا»، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، صِفْهُمْ لَنَا، قَالَ: «نَعَمْ، قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا، وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَمَا تَرَى إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ؟ قَالَ: «تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ»، فَقُلْتُ: فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟ قَالَ: «فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا، وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ عَلَى أَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ» [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِمَارَةِ، بَابُ الْأَمْرِ بِلُزُومِ الْجَمَاعَةِ عِنْدَ ظُهُورِ الْفِتَنِ، 3/1475]

[187] وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّـهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿216﴾ [البقرة]

[188] عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ، وَأَبْغَضَ لِلَّهِ، وَأَعْطَى لِلَّهِ، وَمَنَعَ لِلَّهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ» [سنن أبي داود، كِتَاب السُّنَّةِ، بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى زِيَادَةِ الْإِيمَانِ وَنُقْصَانِهِ، 4/220]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَجِدَ طَعْمَ الْإِيمَانِ، فَلْيُحِبَّ الْعَبْدَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 16/431]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا

لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرَى، فَأَرْصَدَ اللهُ لَهُ، عَلَى مَدْرَجَتِهِ، مَلَكًا فَلَمَّا أَتَى عَلَيْهِ، قَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ: أُرِيدُ أَخًا لِي فِي هَذِهِ الْقَرْيَةِ، قَالَ: هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟ قَالَ: لَا، غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ: فَإِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكَ، بِأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ» [صحيح مسلم، كتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابٌ فِي فَضْلِ الْحُبِّ فِي اللهِ، 1988/4]؛ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿4﴾ [الممتحنة]

[189] قُل لِّلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿14﴾ [الجاثية]؛ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿123﴾ [التوبة]؛ اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿43﴾ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ﴿44﴾ [طه]؛ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ ﴿12﴾ أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿13﴾ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴿14﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿15﴾ [التوبة]؛ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ ﴿51﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَّا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى ﴿52﴾ [طه]؛ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿52﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ﴿53﴾ قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿54﴾ [الأنبياء]

[190] عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سِمْعَانَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ: «الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ» [صحيح مسلم، كتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابُ تَفْسِيرِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ، 1980/4]؛ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ اللَّهَ لَيُبْغِضُ الفَاحِشَ البَذِيءَ» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ البِرِّ وَالصِّلَةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي حُسْنِ الخُلُقِ، 362/4]

[191] قَالَ أَشَجُّ بْنُ عَصَرٍ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ فِيكَ خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ»، قُلْتُ: مَا هُمَا؟ قَالَ: «الْحِلْمُ، وَالْحَيَاءُ» قُلْتُ: أَقَدِيمًا كَانَ فِيَّ أَمْ حَدِيثًا؟ قَالَ: «بَلْ قَدِيمًا» قُلْتُ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَبَلَنِي عَلَى خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 361/29]؛ «فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي؟ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ، إِذَا فَقُهُوا» [صحيح المسلم، كتاب الْفَضَائِلِ، بَابُ مِنْ فَضَائِلِ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، 1846/4]؛ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ؛ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَرَّ عَلَى رَجُلٍ. وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «دَعْهُ. فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ» [الموطأ، كتاب حُسْنُ الْخُلُقِ، باب مَا جَاءَ فِي الْحَيَاءِ، 1331/5]

[192] عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَ: «لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 33/20]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ «الإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، وَالحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيمَانِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَابُ أُمُورِ الإِيمَانِ، 11/1]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، لَا وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، لَا وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ» قَالُوا: وَمَنْ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «جَارٌ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ»، قِيلَ: وَمَا بَوَائِقُهُ؟ قَالَ: «شَرُّهُ» [مسند الإمام أحمد بن حنبل: 153/14]؛ «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ» [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ الْحَثِّ عَلَى إِكْرَامِ الْجَارِ وَالضَّيْفِ، وَلُزُومِ الصَّمْتِ إِلَّا عَنِ الْخَيْرِ وَكَوْنِ ذَلِكَ كُلِّهِ مِنَ الْإِيمَانِ، 68/1]

[193] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ»

[سنن الترمذي، أَبْوَابُ الرَّضَاعِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ عَلَى زَوْجِهَا، 458/3]

194 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ» [البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي بن موسى، السنن الكبرى، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثالثة، 1424 هـ - 2003 م، 323/10]

195 لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿21﴾ [الأحزاب]

196 تہذیب کا صحیح انگریزی ترجمہ تو کلچر (culture) ہی بنتا ہے جبکہ تمدن کا ترجمہ مدنیت (civilization) ہے یعنی شہری زندگی یا بود وباش اختیار کرنا۔ تو تہذیبوں کا تصادم کا عنوان تو درست ہے اور یہ تصادم اس وقت اسی فلسفے کی وجہ سے دنیا کو درپیش ہے کہ 1996ء میں کھل کر سامنے آنے والی اسی پولیٹیکل فلاسفی کے زیر اثر امریکہ نے نائن الیون کے بعد مسلم دنیا کو اپنا دشمن تصور کر کے اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ البتہ ہنٹنگٹن نے اس کا جو ترجمہ کیا ہے یعنی (clash of civilizations) تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ تمدن (civilization) میں کوئی تصادم نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی برپا ہے کہ تمدن کا تعلق دنیا کی ترقی سے ہے جیسا کہ مشرق اور مغرب دونوں میں تمدن ایک جیسا ہی ہے اور اس اعتبار سے یہ دنیا ایک گلوبل ولیج ہی ہے مثلا سب سفر کے لیے گاڑی استعمال کرتے ہیں، رابطے کے لیے موبائل اور حساب کتاب کے لیے کمپیوٹر۔ جن گھروں میں رہتے ہیں، ان کے بنانے کے انداز بھی ایک جیسے ہیں کہ پہلے لکڑی کی چھتیں ہوتی تھیں اور اب ہر جگہ کنکریٹ کی ہیں۔ تو تمدن میں کفار کے ساتھ مشابہت ہو سکتی ہے بلکہ ان کا تمدن اختیار بھی کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ان کی ایجادات اور ٹیکنالوجی کا استعمال ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی اگر کفار میدان جنگ میں گھوڑے، تلواریں اور نیزے استعمال کر رہے تھے تو یہ کہہ کر مسلمانوں کو منع نہیں کیا گیا کہ یہ تو کفار کے ہتھیار ہیں اور تمہارے لیے ان کی مشابہت جائز نہیں ہے۔ البتہ تہذیب اور ثقافت میں نہ صرف غیر مسلموں کے شعائر اپنانے سے منع کیا گیا ہے بلکہ ان کی مشابہت سے بھی سختی سے روکا گیا ہے۔ تہذیب اور ثقافت ذرا مختلف چیز ہے کہ اس کی بنیاد کوئی نہ کوئی نظریہ یا عقیدہ ہوتا ہے کہ جس کی وہ قوم حامل ہوتی ہے اور یہ عام طور پر اس قوم یا ملت کا ورلڈ ویو ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اسلام نے لباس سے متعلق کچھ اصول دے دیے ہیں یعنی لباس ساتر ہونا چاہیے، باریک نہ ہو کہ اس سے جسم جھلکتا ہو، ستر کو اچھی طرح ڈھانپنے والا ہو وغیرہ وغیرہ۔ تو اب مسلمان اگر ان اصولوں کے مخالف کوئی مغربی لباس اختیار کریں گے تو اس کی ممانعت ہے کہ ایسی مشابہت سے روکا گیا۔ اسی طرح اگر اہل مغرب کا کوئی ایسا لباس کہ جو ان کا مذہبی لباس ہو تو اس کی بھی ممانعت ہے کیونکہ اصلا مقصود یہ ہے کہ مسلمان امت کی شاخت باقی رہے اور دنیا میں شناخت کے بحران (identity crisis) کا شکار نہ ہوں۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ» [سنن أبي داود، كِتَاب اللِّبَاسِ، بَابٌ فِي لُبْسِ الشُّهْرَةِ، 44/4]؛ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَخْبَرَهُ، قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ، فَقَالَ: «إِنَّ هَذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا» [صحيح مسلم، كتاب اللِّبَاسِ وَالزِّينَةِ، بَابُ النَّهْيِ عَنْ لُبْسِ الرَّجُلِ الثَّوْبَ الْمُعَصْفَرَ، 1647/3]؛ عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى رَجُلًا قَدْ حَلَقَ قَفَاهُ، وَلَبِسَ حَرِيرًا، فَقَالَ: «مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ» [معمر بن أبي عمرو راشد الأزدي، الجامع، المجلس العلمي، باكستان، الطبعة الثانية، 1403 هـ، 453/11]

197 ﴿وَلَوْ شَاء رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلاَ يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ، إِلاَّ مَن رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ﴾ [هود: 118، 119]

198 ذَٰلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِن رَّبِّهِمْ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ﴿3﴾

[محمد]

199 وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ﴿16﴾ لَوْ أَرَدْنَا أَن نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنَاهُ مِن لَّدُنَّا إِن كُنَّا فَاعِلِينَ ﴿17﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ﴿18﴾ [الانبياء]

200 وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَى وَيَسْتَغْفِرُوا رَبَّهُمْ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿55﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنْذِرُوا هُزُوًا ﴿56﴾ [الكهف]

201 أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿17﴾ [الرعد]

202 ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الروم: 47] ﴿إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ [التوبة: 14]؛ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [محمد: 7]؛ {قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ﴾ [التوبة: 14]؛ ﴿وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنصُرَنَّهُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ﴾ [الحج: 60] ﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ [الحج: 40] ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾ [الأنبياء: 105] ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ [النور: 55] ﴿ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿103﴾ [يونس]؛ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿19﴾ [الأنفال]؛ وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ﴿141﴾ [النساء]؛ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿74﴾ [النساء]؛ ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿36﴾ [الانفال]؛ ﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿21﴾ [المجادلة]؛ ﴿قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿249﴾ وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿250﴾ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿251﴾ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿252﴾ [البقرة]؛ غُلِبَتِ الرُّومُ ﴿2﴾ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُم مِّن بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ﴿3﴾ فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِن قَبْلُ وَمِن بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ﴿4﴾ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿5﴾ [الروم]؛ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ (171﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ (172﴾ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ (173﴾ [الصافات]

203 ﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَى قَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنفُسِهِمْ وَأَنَّ اللّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ [الأنفال: 53]؛ ﴿إِنَّ اللّهَ لاَ يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلاَ مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَالٍ﴾ [الرعد: 11]؛ ﴿إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ [آل عمران: 160]؛ ﴿قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ﴾ [سورة هود: 63]؛ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [محمد: 7]؛

﴿وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ﴾ [الزمر: 54]؛ ﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعاً يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ﴾ [القصص: 4-6]؛ ﴿مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لِيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ﴾ [الحج: 15]

[204] ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ حَدِيثاً﴾ [النساء: 87]؛ ﴿إِنَّ هذا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ﴾ [آل عمران: 62]؛ ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِ﴾ [الكهف: 13]؛ ﴿إِنَّا أَنْزَلْنا إِلَيْكَ الْكِتابَ بِالْحَقِ﴾ [النساء: 105]؛ ﴿تِلْكَ آياتُ اللهِ نَتْلُوها عَلَيْكَ بِالْحَقِّ﴾ [البقرة: 252]؛ ﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللهِ وَآياتِهِ يُؤْمِنُونَ﴾ [الجاثية: 6]؛ ﴿وَآمَنُوا بِما نُزِّلَ عَلى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ﴾ [محمد: 2]

[205] وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿42﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ﴿43﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِن شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿44﴾ [فاطر]؛ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿82﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿83﴾ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ﴿84﴾ فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ﴿85﴾ [غافر]؛ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُونَ (74) لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُحْضَرُونَ (75) [يسين]؛ جُنْدٌ مَا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِنَ الْأَحْزَابِ (11) [ص]؛ أَمَّنْ هَذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِنِ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِي غُرُورٍ (20) [الملك]

[206] وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودُ (42) وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ (43) وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ مُوسَى فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ (44) فَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَشِيدٍ (45) أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (46) [الحج]؛ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا (51) [الفرقان]؛ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ (58) وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَى حَتَّى يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَى إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ (59) [القصص]؛ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ (13) [محمد]؛ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوا مِعْشَارَ مَا آتَيْنَاهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ (45) [سبأ]؛ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَاهُمْ غُثَاءً فَبُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (41) ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخَرِينَ (42) مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ (43) ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَى كُلَّ مَا جَاءَ أُمَّةً رَسُولُهَا كَذَّبُوهُ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ فَبُعْدًا لِقَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ (44) ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَى وَأَخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُبِينٍ (45) [المومنون]؛ قَالُوا يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿32﴾ [هود]؛ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنذِرُوا هُزُوًا ﴿56﴾ [الكهف]؛ مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿4﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِن بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿5﴾ وَكَذَٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ

رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ﴿6﴾ [غافر]

[207] آکسفورڈ ڈکشنری والے نے سائنس کی تعریف یوں کی ہے کہ سائنس مادی دنیا کی ساخت اور رویے کا مشاہدے یا تجربے کے ذریعے سے منظم مطالعے کا نام ہے۔ تو آپ کو کیمبرج کی تعریف میں مسئلہ نظر آتا ہے کہ اس نے "ڈویلپمینٹ آف تھیوریز" کو بھی سائنس کا جزو بنا دیا ہے تو آپ آکسفورڈ کی تعریف لے لیں۔ اور اگر آپ کو دونوں سے اختلاف ہے تو جب آپ مان رہے ہیں کہ مسلم سائنس اور کلاسیکل سائنس کا وہ مسئلہ نہیں ہے جو ماڈرن سائنس کا ہے تو آپ ماڈرن سائنس کی وہ تعریف کریں جو کلاسیکل اور مسلم پیریڈ میں سائنس کی تعریف کی جاتی رہی ہے۔ آپ ہتھیار کیوں ڈاتے ہیں کہ سب کچھ ان کے حوالے کر دیں۔ لیں جی، سائنس بھی آپ کی اور اس پر اجارہ داری بھی آپ کی۔ آپ جہاں وہ غلطی کر رہے ہیں، اس غلطی کو واضح کر دیں اور سائنس کا صحیح تصور پیش کر دیں۔ جو لوگ سائنس میں اتھارٹی ہیں، انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ سائنس انہیں خدا اور مذہب کے قریب لانے کا ذریعہ بنی ہے۔ اب ایک میدان میں اتھارٹی کی بات قابل غور نہیں تو پھر کس کی ہے؟ ماڈرن سائنس کا بانی نیوٹن یہ لکھتا ہے کہ خدا کا انکار ایک حماقت ہے اور اگر کوئی بھی گواہی نہ ہوتی تو اکیلا انگوٹھا خدا کے وجود کی گواہی کے لیے کافی تھا۔ نیوٹن نے یہ بھی کہا ہے کہ میں بائبل کے خدا کو مانتا ہوں اور وہ وہی خدا ہے جو موسی اور عیسی۔کا خدا ہے، علیہما السلام۔ الیکٹرانکس کے بانی فیراڈے کا کہنا ہے کہ فطرت کی کتاب کہ جس کا ہم نے سائنس کے ذریعے مطالعہ کرنا ہے، وہ خدا کے ہاتھوں سے لکھی گئی ہے۔ مائیکرو بائیالوجی کے بانی لوئیس پاسچر کا کہنا ہے کہ سائنس کا مطالعہ انسان کو خدا کے قریب لے آتا ہے۔ اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ تھوڑی سی سائنس کا مطالعہ تمہیں خدا سے دور لے جاتا ہے جبکہ اس کا گہرا مطالعہ تمہیں خدا کے نزدیک کر دیتا ہے۔ تھرمو ڈائنامکس کے بانی لارڈ کیلون کا کہنا ہے کہ اگر تمہاری سوچ پختہ ہو گی تو سائنس تمہیں خدا پر ایمان لانے پر مجبور کر دے گی۔ کوانٹم تھیوری کے بانی میکس پلانک کہتے ہیں کہ جس شخص کا بھی سائنس سے کسی قسم کا سنجیدہ واسطہ رہا ہو، وہ یہ محسوس کر سکتا ہے کہ سائنس کے معبد یعنی لیبارٹری میں داخل ہونے والے دروازے کے ماتھے پر یہ الفاظ لکھے ہیں کہ ایمان کے ساتھ زندہ رہو۔ اور یہ وہ صفت ہے کہ جس سے کوئی سائنسدان خالی نہیں ہو سکتا۔ آئن اسٹائن کا کہنا ہے کہ میں جتنا سائنس کا مطالعہ کرتا جاتا ہوں، اسی قدر خدا پر میرا ایمان بڑھتا چلا جاتا ہے۔ کوانٹم میکانکس کے بانی ہیزنبرگ کہتے ہیں کہ نیچرل سائنسز کا پہلا گھونٹ تمہیں ملحد بنا دے گا لیکن گلاس کی تہہ میں خدا تمہارا انتظار کر رہا ہے۔کیمسٹری میں نوبل پرائز حاصل کرنے والے سائنسدان کرسچن ایفن سن کا کہنا ہے کہ میری نظر میں ایک احمق ہی ملحد ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور ان سب اقوال کی تفصیل مع حوالہ جات ہماری کتاب "وجود باری تعالی" میں موجود ہے۔ دوسری طرف سقراط سے لے کر ہائیڈگر تک کسی۔ ایک بڑے فلسفی کی ہی ایک اقتباس ایسا دکھا دیں کہ اس نے ایسے زور دار انداز میں خدا یا مذہب کا اقرار کیا ہو۔ تو فلسفے کے بارے یہ کہنا درست ہے کہ وہ الحاد کی وجہ ہے کہ آپ کو خدا تک نہیں پہنچاتا لیکن سائنس کے بارے یہ دعوی خود مشاہدے کے بھی خلاف ہے اور اس میدان کی اتھارٹیز کے بیانات کے بھی۔

[208] عصر حاضر میں اس بیانیے کی تائید مزید ہمیں سرسید، جمال الدین فغانی، مفتی محمد عبدہ، رشید رضا اور غلام احمد پرویز کے ہاں ملتی ہے۔ اس میں دو نام تو ایسے ہیں یعنی سرسید اور پرویز کے کہ ان کا بیانیہ تو سائنس پرستی کی حدوں کو چھونے والا ہے۔ باقیوں کے ہاں یہ مسئلہ ہے لیکن کم ہے یا ایک حد سے زیادہ نہیں ہے۔ اس بیانیے کا خلاصہ یہ ہے کہ سائنس اصل حقیقت ہے اور مذہب اس کے تابع ہے لہذا مذہب کا حلیہ بگاڑ کر اس کو سائنس کے مطابق سانچے میں ڈھال دو۔ اس بیانیے کے رد میں ہماری کتاب "تحریک تجدد

اور متجددین" ہے۔ اس کتاب میں ہم نے ان حضرات کے افکار کا رد کیا ہے۔ البتہ سرسید اس حوالے سے معقول واقع ہوئےہیں کہ خود یہ لکھ گئے ہیں کہ اگر مستقبل میں سائنسی علم میں مزید انکشافات سامنے آئیں اور ان سائنسی حقائق کی روشنی میں ان کی حالیہ سائنسی تفسیر لغو معلوم ہو تو ان کی اس تفسیر کو رد کر دیا جائے اور ایک نئی تفسیر کی جائے۔ تو سرسید کو اس کا احساس تھا کہ تفسیر قرآن کے نام پر جو کچھ وہ کر رہے ہیں، یہ کل کلاں کو ان کے لیے ایک بوجھ بن سکتا ہے تو انہوں نے اپنے تئیں پہلے ہی سے اس بوجھ کو اپنے کندھوں سے اتارنے کے عزم کا بھی اظہار کر دیا۔ تو اپنے اس بیان سے وہ خود ہی یہ تعارف کروا رہے تھے کہ ان کی اپنی نظر میں ان کے عملی وتحقیقی کام کی اہمیت وحقیقت کس قدر ہے۔ برصغیر پاک وہند میں سائنس پرستی کی اس اپروچ کے ردعمل میں ایک دوسری انتہا پسندانہ اپروچ نے بھی جنم لیا کہ جسے۔ ہم سائنس دشمنی کا نام دے سکتے ہیں۔ حسن عسکری صاحب کی "جدیدیت" سے لے کر ظفر اقبال صاحب کی "اسلام اور جدید سائنس: نئے تناظر میں" تک پورا ایک طبقہ ہے جو سائنس دشمنی میں پیش پیش نظر آتا ہے۔ مزید اس اپروچ کے مطالعے کے لیے مجلہ ساحل اور جریدہ میگزین کے خصوصی شمارے بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ جناب مدیر مجلہ ساحل کو شکوہ ہے کہ افسوس یہ ہے کہ بے شمار دینی مفکرین اور بعض راسخ العقیدہ علماء مغرب کی سائنس اور ٹیکنالوجی سے بے حد مرعوب ہو کر قرآن وسنت اور اسلام کی بے بنیاد اور غلط سلط سائنسی تشریحات پیش کر رہے ہیں۔

اصل میں روایت پرست اس خوف میں بھی مبتلا ہے کہ سائنس کے مطالعے سے ان کی متصوفانہ اور کلامی روایت میں موجود خدا کے بارے جھوٹے تصورات پر زد پڑے گی۔ اب سائنس کا ایک سنجیدہ طالب علم وحدت الوجود کے ابن عربی کے تصور کو بکواس نہیں کہے گا تو اور کیا کہے گا؟ تو جدیدیت کے رد میں حسن عسکری صاحب کی یہ سب محنت کتاب وسنت کے خدا کے دفاع کے لیے نہیں ہو رہی بلکہ اس خدا کے دفاع کے لیے ہو رہی ہے جو "وجود مطلق" ہے اور یہ بات ان کی تحریروں میں لفظوں میں موجود ہے۔ اور صاف نظر آتا ہے کہ وہ ابن عربی کے خدا کے دفاع میں لگے ہوئے ہیں نہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے خدا کا دفاع ان کا مقصود ہے۔ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید نے خدا کا تعارف "وجود مطلق" سے کروایا ہے؟ کبھی قرآن مجید سے خدا کا تعارف تو نکال کر تو دیکھیں۔ لیکن کیا کہیے کہ حسن عسکری صاحب نے اسے گمراہی گنوا دیا ہے کہ امام کی بات کے مقابلے میں قرآن مجید کی دلیل مانگنا گمراہوں کا کام ہے۔ لیکن یہ اگر اپنے من گھڑت امام یعنی شیخ ابن عربی کے مقابلے میں امت کے ایک بڑے طبقے کے امام یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف ہی کچھ رجوع کر لیتے تو انہیں واضح ہو جاتا ہے کہ "فصوص الحکم" کے خدا اور "فقہ اکبر" کے خدا میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

[209] انصاری مکتب فکر کے بعض لوگوں نے ارسطو کی سائنس، کلاسیکل سائنس، مسلم سائنس، اسکالسٹک سائنس اور ماڈرن سائنس میں فرق کیا ہے اور یہ بات کی ہے کہ سائنس سے ہماری مراد صرف ماڈرن سائنس ہے۔ چلیں، یہ پھر کوئی ایسا بیانیہ ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ بندے نے محنت کی ہے، اس نے چیزوں کو سمجھا ہے، اور ایک ایسی معقول بات کی ہے کہ جس پر مزید بات ہو سکے لیکن یہ بیانیہ حسن عسکری صاحب کا نہیں ہے بلکہ ظفر اقبال صاحب کا ہے۔ تو اس پر اب ہمارا کہنا یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں جو سائنس رائج ہے، وہ اسکالسٹک سائنس ہے البتہ ہم اس سائنس کہ جسے آپ ماڈرن سائنس کا نام دتے ہیں، کے وجود کے انکاری نہیں ہیں۔ مجھے گریجویشن تک سائنس پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ میں نے کیلکولیس پڑھی ہے، میتھمیٹیکل میتھڈز پڑھا ہے، مکینکس پڑھی ہے، ویکٹرز پڑھا ہے، لیکن کہیں بھی مجھے وہ ماڈرن سائنس

نظر نہیں آئی جس کا آپ ذکر کرتے ہیں۔ پھر میں ایک یونیورسٹی میں سات سال سے ہوں، سائنس کی فیکلٹی کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہوں، بحث کرتا ہوں، مجھے ان میں سے بہت سے سائنس کے پروفیسرز اور اساتذہ اپنے سے زیادہ صاحب ایمان نظر آتے ہیں اور ماڈرن سائنس نے جیسے ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑا ہے۔ بھئی اس میں کچھ بگاڑنے والا ہے ہی نہیں تو وہ کیا بگاڑے گی بلکہ اکثر کو تو وہ خدا کے قریب کر دیتی ہے۔ البتہ سائنس پڑھ کر جو دین سے دور ہو جاتے ہیں تو وہ ملحد اساتذہ کے نظریات اور محنت سے ہوتے ہیں۔ اگر آپ کے بقول ماڈرن سائنس وہی ہے جو آپ کہتے ہیں تو آج سائنس پڑھنے والا بچہ، مدرسہ میں پڑھنے والے بچے سے زیادہ پریکٹسنگ نہ ہوتا! اور میں اس کی سینکڑوں مثالیں بیان کر سکتا ہوں۔ البتہ سائنس میں بھی کچھ مسئلہ ہے جیسے ارتقاء کی تھیوری کو بیالوجی کا حصہ بنا دیا گیا لیکن بیالوجی یا فزکس وغیرہ کو کوئی خالص سائنس (pure science) نہیں سمجھتا ہے۔ خالص سائنس صرف ایک ہی ہے، اور وہ ریاضی ہے۔ تو محض ریاضی پڑھنے سے کتنے ملحد پیدا ہو رہے ہیں، اس کا ڈیٹا نکال لیں۔ باقی سائنسز۔ میں فلاسفی آف سائنس بھی کسی حد تک شامل نصاب ہو گئی ہے، یہ بات درست ہے۔ اس میں کرنے کا کام یہ ہے کہ بس استاذ یہ فرق بتلا دے کہ یہ فلاسفی آف سائنس ہے اور یہ پیور سائنس ہے۔ اور ریاضی یا خالص سائنس کیا ہے، قوانین فطرت کا مطالعہ (study of physical laws) ہے، بس۔ اور ان قوانین کی تطبیق (application) کا نام ٹیکنالوجی ہے۔ باقی اس کا استعمال ہے، جو صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔ باقی تمہارے پاس جتنی دلیلیں ہیں کہ سائنس یہ ہے، وہ ہے، وہ سب پیور سائنس کے بارے نہیں ہیں، فلاسفی آف سائنس کے بارے ہیں کہ جسے آپ ماڈرن سائنس کا نام دیتے ہیں۔

[210] یہ بہت اہم سوال ہے کہ کیا آج دنیا میں کوئی قوم سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے بغیر سپر پاور بن سکتی ہے؟ تو اس کا جواب نہیں میں ہے۔ اب جو لوگ ایک طرف خلافت کی باتیں کرتے ہیں اور مسلمانوں کی ذلت ورسوائی کا رونا روتے ہیں اور اس سے نکلنے کے حل تجویز کرتے ہیں، دوسری طرف سائنس اور ٹیکنالوجی کے دشمن ہیں تو یہ اصل میں کنفیوزڈ لوگ ہیں۔ اب دنیا میں بظاہر یہ طے ہو چکا ہے کہ وہاں یعنی دنیا کی امامت تک پہنچنے کا رستہ یہی ہے یعنی سائنس اور ٹیکنالوجی۔ باقی آپ کی دعاؤں سے امریکہ سمندر میں غرق ہو سکتا ہے، آپ کے ایمان سے روس مسلمان ہو سکتا ہے، آپ کے اخلاق سے چین متاثر ہو سکتا ہے، مجھے اس سے انکار نہیں ہے کیونکہ مجھ میں ابھی فتوے وصول کرنے کا حوصلہ نہیں ہے۔ اور مسجد بلکہ حرمین کی امامت کے لیے بھی سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی شرط نہیں ہے، یہ بات درست ہے۔ اور یہ امامت تو پہلے ہی سے آپ لوگوں کے پاس ہے۔ آپ تو دنیا کی امامت کے لیے تڑپ رہے ہیں اور اسے تمام مسائل کا حل بتلا رہے ہیں۔ تو دنیا کی امامت حاصل کرنے کا اللہ عزوجل نے ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے، اسے ہم فالو کریں گے تو مل جائے گی۔ ورنہ یہودی تو سائنس اور ٹیکنالوجی کا دشمن نہیں نکلا اور آج اس نے خدا کے ہاں اتنی ذلت اور رسوائی کے بعد بھی اسرائیل جیسی سپر پاور قائم کر لی ہے۔ ہمارے لیپ ٹاپ کا پروسیسر بنانے والی کمپنی اسرائیلی ہے۔ سائنس دشمنی کرنی ہے تو پھر یا تو ہم اپنا لیپ ٹاپ توڑ دیں اور بالکل رہبانیت اختیار کر لیں یا پھر کوئی معقول بات کر لیں۔ اب یہودیوں کی محتاجگی ہمارے دین کا کوئی بنیادی حکم ہے کیا!

انصاری مکتب فکر نے سائنس اور اس کے اثرات یعنی ٹیکنالوجی پر نقد کے نام سے جو رطب ویابس جمع کر دیا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تحریک اسلامی کا انقلابی کارکن یہ یقین رکھتا ہے کہ غلبہ دین کے لیے امت کو ٹینک اور توپیں بنانے کی ضرورت نہیں، بس اتنی دعا کر دینا کافی ہے کہ دشمن کی توپوں میں کیڑے پڑ جائیں

تو وہ پڑ جائیں گے بشرطیکہ ایمان اس لیول کا ہو لہذا اصل مسئلہ ایمان کی کمزوری کا ہوا۔ اسے حل کر لیں تو آپ دنیا میں غالب آ جائیں گے۔ اور اوپر سے دلیلیں دیکھو کہ افغانستان میں امریکہ کو طالبان کے ایمان نے شکست دے دی ہے، اور امریکہ وہاں سے نکلنے کا محفوظ رستہ تلاش کر رہا ہے۔ حماقت کی انتہا دیکھیں کہ افغانستان کا آدھے سے زیادہ انفرا اسٹرکچر تباہ ہوا اور امریکہ کی ایک سڑک تباہ نہ ہوئی۔ لاکھوں افغانی شہید ہوئے اور دوسری طرف محض تین ہزار امریکی مردار ہوئے۔ افغانستان اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہا ہے اور امریکہ آج بھی سپر پاور ہے لیکن فاتح ہم ہیں۔ غلام قوموں کی فتح کے تصورات بھی کیسے غلامی کے گرد ہی گھومتے رہتے ہیں۔ وہ ہاتھ پاؤں تڑوانے کے عوض اگر دشمن کو ایک گھونسہ مارنے میں کامیاب ہو جائیں تو اسی کا نام جیت رکھ لیتے ہیں۔ اگر محض ایمان کی محنت سے دین نے غالب آنا ہوتا تو کب سے تبلیغی جماعت کی محنت سے غالب آ چکا ہوتا۔ مذہبی جماعتیں اور اسلامی تحریکیں دنیا میں اس وقت ایمان اور اخلاق کی محنت بہت کر رہی ہیں۔ جو کام کرنے کا ہے، وہ امت کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں محنت کا ہے۔ کتنی سادہ سی بات ہے کہ جو انہیں سمجھ نہیں آ رہی کہ پاکستان کا شام، عراق اور افغانستان جیسا حشر۔ ہونے میں اصل رکاوٹ پاکستانیوں کے ایمان واخلاق کی بلندی ہے یا ان کی جدید ٹیکنالوجی۔ دنیا میں امریکہ کو روس اور چین نے اگر ٹف ٹائم دیا ہے تو جدید ٹیکنالوجی کی بنیاد پر دیا ہے یا اپنے ایمان واخلاق کی بنیاد پر۔ غلبہ اسلام کے لیے ٹیکنالوجی میں ترقی ایک فرض کفایہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾۔ ترجمہ: اور ان کافروں کے لیے استطاعت بھر قوت تیار رکھو اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو کہ جن کے ذریعے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال سکو۔ رسول اللہ نے قرآن مجید کی اس آیت میں موجود لفظ "قوت" کی تفسیر دور سے "پھینکنے والے آلات" سے کی ہے جیسا کہ اس زمانے میں تیر، نیزہ اور منجنیق تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں کو بہترین طور غزوات میں استعمال کیا۔ اور طائف کی فتح تو منجنیق کے استعمال کے بعد ہوئی تھی جیسا کہ مصادر سیرت میں یہ بات موجود ہے۔مزید تفصیل کے لیے سیرت ابن ہشام دیکھی جا سکتی ہے۔ پھر یہ کہ آیت میں جس جنگی قوت کو حاصل کرنے کا حکم ہے، وہ وہ جنگی قوت ہے کہ جس سے دشمن خوف محسوس کرے۔ تو کیا آج کے دور میں باڑے میں تیار ہونے والی آپ کی کلاشنکوفوں اور ہینڈ گرنیڈز سے امت کا دشمن خوفزدہ ہو گا! قرآن مجید نے اس دور کے بہترین جنگی ہتھیار گھوڑوں اور پھینکنے والے آلات کا تذکرہ کر دیا اور آج کے بہترین پھینکنے والے آلات قوت میزائل سسٹم اور جنگی جہاز ہیں اور میدان جنگ کے بہترین گھوڑے آبدوزیں، ٹینک، توپیں اور بکتر بند گاڑیاں ہیں۔ ان کا تاثر یہ ہے کہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے بے سروسامانی اور محض ایمانی بھروسے اور توکل علی اللہ کی بنیاد پر جزیرہ نما عرب میں دین اسلام کو غالب کیا ہے جو کہ بالکل درست نہیں ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ جیسے صحابہ کی جماعت کوئی مذہبی ہجوم تھا جو اپنے نماز روزے کے نتیجے میں دیکھتے ہی دیکھتے پورے عرب پر غالب آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کی بہترین افرادی قوت اور جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ اللہ کے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد فرمائی اور یہ بات سیرت کے مطالعے سے بہت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

یہ بہت اہم سوال ہے کہ قرآن مجید کے نزدیک تہذیبوں کے عروج وزوال کے پیچھے کارفرما اصول مادی ہیں یا ایمانی؟ یعنی ایک تہذیب مادی اصولوں سے دنیا میں عروج پاتی ہے یا ایمانی بنیادوں سے؟ اس سوال کے جواب میں روایتی اور جدیدیت پسند طبقات دو انتہاؤں پر کھڑے ہیں۔ روایتی طبقے کے نزدیک کسی۔ بھی مسلم

تہذیب کے عروج کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایمانی اور اخلاقی اعتبار سے بلند کر لے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے کہ تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم مومن ہو۔ اس بیانیے کے مطابق اگر امت کو حقیقی ایمان حاصل ہو جائے تو آج بھی نصرت کے لیے فرشتے اتر سکتے ہیں۔ ان کی دعاؤں سے دشمنوں کے برج الٹ سکتے ہیں۔ ان کی آہوں سے کافر قوم پر ایسا عذاب نازل ہو سکتا ہے جو انہیں جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دے۔ اس بیانیے کے دلائل اور شواہد قرآن مجید میں بہت زیادہ ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل نے آل فرعون کو سمندر میں غرق دیا تو آج ہمیں بھی یہ امید رکھنی چاہیے کہ اللہ عزوجل سمندروں کو امریکہ پر یوں چڑھا لائیں کہ وہ نیست ونابود ہو جائے، بس صرف اللہ عزوجل سے تعلق کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ یہ طبقہ تہذیبوں کے عروج وزوال میں مادی ترقی اور مادی اصولوں کی کارفرمائی کو مادیت پرستی اور ایمان کے منافی سمجھتا ہے۔ دوسرا بیانیہ جدیدیت پسند طبقے کا ہے کہ جس کے نزدیک تہذیبوں کے عروج وزوال کے اصل اصول مادی ہیں لہذا مسلمان تہذیب جب تک سائنس اور ٹیکنالوجی میں اس سطح کی ترقی نہیں کرتی جیسا کہ اقوام مغرب نے کر لی ہے تو اس وقت تک مسلمانوں کا دنیا میں عروج ممکن نہیں ہے۔ یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ دنیا میں کامیابی کے اصول مادی ہی ہیں البتہ آخرت میں فوز وفلاح کا مدار ایمانی اور اخلاقی اصولوں پر ہے۔ اگر اقوام مغرب کی ترقی اور عروج مادی اصولوں کی بنا پر ہی ممکن ہوا تو مسلم تہذیب کے لیے بھی اس دنیا میں کوئی علیحدہ اصول کارفرما نہیں ہیں۔ تہجد کی نماز میں پارہ پڑھتے ہوئے اگر اگلی آیت بھول گئے تو کوئی فرشتہ آکر نہیں بتلائے گا، بھلے آدھی رات کھڑے رہیں، اس کے لیے آپ کو اپنی منزل پکی کرنی پڑے گی۔ تو مادی قوانین اور فزیکل لاز کہ جن کے تحت اس کے خالق نے اس دنیا کو پیدا کیا، مسلم اور غیر مسلم دونوں اس کے پابند ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے کہ انسان کو وہی کچھ ملتا ہے کہ جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ اور بنی اسرائیل کو جب قتال کا حکم ہوا اور انہوں نے اس سے انکار کر دیا اور کہا کہ موسی علیہ السلام اور اس کا رب جا کر کافروں سے لڑیں۔ تو یہاں آل فرعون کے غرق ہونے جیسا کوئی معجزہ رونما نہ ہوا بلکہ بنی اسرائیل معجزے کے انتظار اور امید کی سزا میں صحراء میں چالیس سال تک بھٹکتے رہے۔

تو قرآن مجید کے مختلف مقامات کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم تہذیب کے عروج وزوال کے اصول مادی اور ایمانی دونوں بیان ہوئے ہیں۔ شروع میں جب ایمان زیادہ تھا تو سورۃ انفال میں قرآنی حکم یہ تھا کہ اگر دشمن کی تعداد تم سے دس گنا بھی ہو تو پھر بھی ٹکرا جاؤ لیکن جب ایمان کم ہو گیا تو پھر یہ حکم آ گیا کہ اب اگر دشمن کی تعداد تم سے دو گنا ہو تو ان سے ٹکرانے میں حرج نہیں ہے اور ایسی۔ صورت میں اللہ عزوجل تمہیں ہی غلبہ دیں گے۔ اس وقت جنگ میں اصل افرادی قوت تھی لہذا اس کے نصف ہونے کو بطور اصول بیان کر دیا۔ اور آج جنگ میں اصل ٹیکنالوجی ہے لہذا دشمن کے مقابلے میں تمہارے پاس اگر آدھی ٹیکنالوجی بھی ہے تو اس سے ٹکرانے میں حرج نہیں ہے اور اللہ عزوجل غلبہ تمہیں ہی دیں گے۔تو یہ وہ مدد ہے کہ جس کے بارے قرآن میں کہا گیا ہے کہ کتنی ہی بار ایسا ہوا کہ ایک چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آ گئی۔ تو شروع میں یہ ایک دس کی نسبت سے غالب آتی رہی ہے جبکہ ایمان بہت زیادہ ہوتا تھا اور اب یہ ایک دو کی نسبت غالب آتی ہے کہ ایمان کی سطح بہت زیادہ گر گئی ہے۔ تو مسلم تہذیب کے عروج کے لیے ایک دو کی نسبت سے مادی ترقی کرنا ضروری ہے یا پھر ہم اپنا ایمان السابقون الاولون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا بنا لیں تو پھر ایک دس کی نسبت میں بھی کامیابی کی بشارت ہے۔ اور یہ کہنا کہ محض ایمان اور اخلاق سے مسلم تہذیب غالب آ جائے گی تو اس کی صورت پھر ایک ہی ہے کہ مغربی تہذیب ہمارے ایمان اور اخلاق کو دیکھ کر مسلمان ہو جائے اور کعبے کو بت خانے سے پاسبان مل جائیں، ورنہ غلبے کے امکان

کی کوئی صورت نہیں ہے۔ یہ دنیا مادی اصولوں کے تحت قائم ہے اور انہی اصولوں کے تحت چل رہی ہے۔ معجزات استثناء ہیں، وہ اس دنیا کے خالق کی طرف سے اس دنیا کو چلانے کے بنیادی اصول نہیں ہیں۔ البتہ خالق کی یہ مہربانی ہے کہ اہل ایمان اگر ایک حد تک بھی مادی ترقی کر لیں تو وہ اس میں اثر زیادہ ڈال دیتا ہے کہ جس کے نتیجے میں مسلم تہذیب کو نصف مادی ترقی سے بھی دنیا میں وہ عروج حاصل ہو جاتا ہے جو غیر مسلم تہذیب کو پوری مادی ترقی سے حاصل ہوا۔ امریکہ، روس، چین وغیرہ کی غیر مسلم تہذیبیں خالص مادی اصولوں کی بنیاد پر دنیا میں مقابلہ کر رہی ہیں۔ اور مسلمان اگر ان کے جتنی مادی ترقی حاصل کر لیں تو دنیا میں ان کا مقابلہ کر لیں گے، چاہے ان کے پاس ایمان اور اخلاق نہ بھی ہو کہ دنیا میں ترقی کے اصول یہی ہیں، کافر کے لیے بھی اور مسلمان کے لیے بھی۔ رہی آخرت تو اس میں کامیابی کی بنیاد ایمان اور اخلاق ہے، مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لیے۔ اور اگر دنیا میں مسلمانوں کے پاس ایمان اور اخلاق بھی ہو تو وہ اس کے اثر سے کم مادی ترقی سے بھی عروج حاصل کرسکتے ہیں۔ یہ اصل میں کل بات کا خلاصہ کلام ہے۔ واللہ اعلم۔ مزید تفصیل کے لیے ہمارے کتابچہ "روایت اور جدیدیت" کا مطالعہ کریں۔

[211] فرانسیسی فلسفی ژاک دریدا نے لسانیات میں رد تشکیلیت (deconstruction) کا تصور پیش کیا کہ جسے امریکہ میں پس ساختیات کا نام بھی دیا گیا۔ دریدا کیا کہنا چاہتا ہے تو اس کی زندگی میں ہی فلاسفہ اس کے فلسفے کی تشریح کرتے رہے اور وہ انکار کرتا رہا کہ میں یہ بھی نہیں کہتا، میں یہ بھی نہیں کہہ رہا، یہاں تک کہ بعض برطانوی فلاسفہ نے اسے لایعنی اور بے معنی باتیں کرنے کی تہمت لگا دی۔ دریدا اپنی اصطلاح ڈی۔کنسٹرکشن کا معنی بھی نہیں کرنے دیتا بلکہ اس سے سوال ہوا کہ ڈی۔کنسٹرکشن کیا ہے، تو وہ کہتا ہے کہ یہ نہ تجزیہ ہے، نہ تنقید ہے اور نہ ہی طریق کار ہے۔ بعض فلاسفہ نے دریدا کا ابن عربی کے تصور سریت یا جسے متاخرین کی اصطلاح میں تفسیر اشاری کہتے ہیں، سے بھی موازنہ کیا ہے کہ دریدا دراصل اس کا قائل تھا۔ دریدا کے بقول اس کا ڈی۔کنسٹرکشن کا تصور تخریب نہیں بلکہ تعمیر ہے، اور انہدام نہیں بلکہ تشکیل ہے جیسا کہ ایک سویٹر کو آپ اس لیے ادھیڑتے ہیں کہ آپ اس کی اصل تک پہنچ پائیں۔ تو مصنف جو کہنا چاہتا ہے، وہ متن میں گم ہو جاتا ہے، اس کی تلاش ڈی۔کنسٹرکشن کے ذریعے ہی ممکن ہے کیونکہ ریڈر اپنے کلچر، مذہب، تاریخ، ادب اور فلسفہ حیات وغیرہ کی روشنی میں متن کو ایسے معانی دے دیتا ہے جو مصنف کا مقصود نہیں ہوتا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ڈاکٹر ناصر عباس نیر صاحب کا مضمون "رد تشکیل: جاپانی دوست کے نام ژاک دریدا کا خط" دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ خط دریدا نے اپنے ایک جاپانی دوست کو ڈی۔کنسٹرکشن کا تصور سمجھانے کے لیے لکھا تھا۔ اس سے تو یہی بات سمجھ آتی ہے کہ ابن عربی کا تصور سریت یا صوفیاء کی تفسیر اشاری تو وہی ہے کہ لفظ کا کوئی معنی نہیں ہوتا لہذا جو مرضی معانی اسے پہنا دو اور اس طرح انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر وتوضیح میں الحاد کے رستے کھولے ہیں لیکن دریدا یہ نہیں کہنا چاہتا کہ لفظ کا کوئی معنی نہیں ہے۔ وہ اصل میں یہ کہنا چاہ رہا ہے کہ قاری یعنی ریڈر کی تاریخ، ادب، کلچر اور مذہب اور فلسفہ حیات وغیرہ لفظ کو اتنے معانی پہنا دیتے ہیں کہ اس کے اصل معانی کہیں گم ہو جاتے ہیں لہذا اسے لفظ کے اصل معانی تک پہنچنے کے لیے ڈی۔کنسٹرکشن کی ضرورت ہے یعنی لفظ کو ان تمام اضافی معانی سے جدا کرتے کرتے اس کے وضعی معانی تک پہنچ جائے۔ واللہ اعلم۔

صوفیاء نے تفسیر اشاری یا باطنی تفسیر کے رستے جتنی بے راہ روی پھیلائی ہے، اس کے سامنے سرسید اور پرویز کی بے راہ روی ہیچ ہے۔ تو روایت پرستی کی پھیلائی ہوئی بے راہ رویاں، جدیدیت کی پھیلائی ہوئی بے راہ رویوں سے بہت بڑھ کر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس جاہلیت قدیمہ کی بیخ کنی کے لیے مبعوث

ہوئے تھے، وہ دین ابراہیمی کی بگڑی ہوئی شکل تھی۔ مشرکین مکہ کا یہ دعوی تھا کہ وہ دین ابراہیمی پر ہیں یعنی روایت پر ہیں لیکن اللہ عزوجل نے ان کی اصلاح کے لیے ایک پورا دین نازل کر دیا۔ پھر یہودی اور عیسائی دینی روایت کے حاملین نہیں ہیں کیا؟ ہیں تو سہی لیکن آخرت میں نجات کے لیے روایت پر ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ صحیح روایت پر ہونا ضروری ہے، روایت پسندوں کو یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کیونکہ روایت جب بگڑ جاتی ہے تو اس سے جو بگاڑ پیدا ہوتا ہے، وہ جدیدیت کے پیدا کردہ بگاڑ سے بہت بڑھ کر ہوتا ہے۔ جہمیت، اعتزال، خوارجیت اور رافضیت بھی تو اس امت میں پیدا ہونے والی روایات ہی تو ہیں کہ جنہیں امت نے اٹھا کر پھینک دیا۔ تو ہمیں روایت کو من وعن قبول کرنے کی بجائے اس کی اصلاح کی پوزیشن لینی ہے، یہ ہمارا کل مقدمہ ہے۔ معروف صوفی ابو عبد الرحمن السلمی متوفی 412ھ کی تفسیر اشاری "حقائق التفسیر" کے بارے امام ابو الحسن الواحدی الشافعی متوفی 468ھ نے فتوی دیا کہ اگر اس نے اسے تفسیر سمجھ کر لکھا ہے تو کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ اس رائے کی توثیق امام ابن الصلاح متوفی 643ھ کے فتاوی سے بھی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے تلبیس ابلیس میں لکھا ہے کہ ابو عبد الرحمن السلمی نے تفسیر کے نام ہذیان اور کفر بکا ہے اور مسخرے پن کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت 85 «وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسَارَى تُفَادُوهُمْ» کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر تمہارے نفس تمہارے پاس گناہوں کے قیدی بن کر آئیں تو ان کا کفارہ یوں ادا کرو کہ دنیا سے قطع تعلقی کر لو حالانکہ یہ آیات یہودیوں کے ان قبائل کے بارے ہیں جو آپس میں لڑتے مرتے رہتے تھے۔

جس طرح کی بے بنیاد تفسیریں ہمارے ہاں سرسید اور غلام احمد پرویز نے مغربی سائنسی فکر سے متاثر ہو کر کیں، ویسی ہی ہمیں شیخ ابن عربی اور دیگر صوفیاء کے ہاں مل جاتی ہیں لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ صوفیاء کی تفسیریں یونانی فلسفے اور مسیحی رہبانیت کے تصورات سے مرعوبیت میں کی گئی ہیں۔ تو یہ صوفیاء بھی اپنے دور کے متجددین تھے کہ روایت پسند فقہاء کی تفاسیر کو نص کا ظاہر کہتے رہے اور باطن کے نام پر یونانی خرافات کو اللہ کے کلام کے باطنی اور حقیقی معانی کے طور پیش کرتے رہے جیسا کہ شیخ ابن عربی متوفی 638ھ نے فصوص الحکم میں لکھا ہے کہ «وَرَفَعْنَاهُ مَكَاناً عَلِيًّا» کا معنی یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو سورج کے فلک میں رکھا گیا کہ جو سب سے اعلی مقام ہے۔ اس فلک کے نیچے سات افلاک ہیں اور سات ہی افلاک اوپر بھی ہیں جو کل ملا کر پندرہ افلاک ہو گئے۔ اور پھر چودہ افلاک کے نام بتلا دیے اور کہا کہ یہ علو مکان یعنی مقام کی بلندی ہے جو حضرت ادریس علیہ السلام کو حاصل ہوا جبکہ ایک دوسری چیز علو مکانی ہے یعنی عظمت کی بلندی تو وہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے جیسا کہ آیت باری تعالی «وَ أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللہ مَعَكُمْ» میں ہے حالانکہ یہ آیت مبارکہ جہاد کے سیاق میں نازل ہوئی ہے اور آیات کے یہ معانی ومفاہیم قرآن مجید کے الفاظ کو ان کے سیاق وسباق سے کاٹ کر بیان کرنا ممکن نہیں ہے اور یہی کام صوفیاء نے کیا ہے کہ قرآن مجید کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جیسا کہ مشرکین مکہ کے بارے اللہ عزوجل نے سورۃ الحجر میں بیان فرمایا کہ انہوں نے قرآن مجید کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ سہل بن عبد اللہ التستری کہتے ہیں کہ «وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا» میں دو گروہوں میں سے ایک سے مراد انسان کا دل ہے اور دوسرا گروہ اس کی خواہش ہے۔ پس جب ان دونوں میں لڑائی ہو جائے تو صلح کروا دو اور اگر خواہش نفس، قلب کے خلاف بغاوت کر دے تو اب اس خواہش سے مراقبے کی تلوار سے قتال کرو۔ کہاں ان آیات کا شان نزول اور مضمون اور کہاں یہ تفسیر اشاری کی خرافات۔ اسی طرح شیخ ابن عربی کی طرف منسوب تفسیر میں یہ بھی ہے کہ سورۃ الرحمن میں جن دو دریاؤں کا ذکر ہے کہ وہ آپس میں ملتے نہیں

ہیں یعنی «مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ. بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ» تو ان میں سے ایک دریا تو "ہیولی" (Hyle) ہے جبکہ دوسرا "روح" ہے اور ان دونوں کے درمیان برزخ جسم انسانی ہے۔

انہی صوفیاء کی تفسیری اشاری کے منہج پر ایک باطنی فرقہ پیدا ہوا کہ جس نے تفسیر اشاری کو الحاد تک پہنچا دیا جیسا کہ باطنی فرقے کی تفسیروں میں سے ہے کہ اللہ عزوجل نے سورۃ البقرۃ میں جس گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا تو وہ معاذہ اللہ! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ سورۃ المائدۃ میں جسے۔ جبت اور طاغوت کہا گیا ہے، اس سے مراد معاذ اللہ! ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہا ہیں۔ بعض صوفیاء نے اگرچہ تفسیر اشاری اور تفسیر باطنی میں فرق کرنے کی کوشش کی ہے لیکن وہ بیان تکلف محض سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تفسیر اشاری ہو یا تفسیر باطنی دونوں پروردگار کے کلام کے ساتھ کھیل، تماشا ، تمسخر اور استہزاء ہیں۔ فصوص الحکم کے مترجم مولانا عبد القدیر صدیقی صاحب تفسیر اشاری کو علم اعتبار کا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب شیخ ابن عربی یہ کہتے ہیں کہ فرعون ایمان لے آیا تھا تو اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ موسی کا فرعون ایمان لے آیا تھا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ فرعون سے مراد نفس لعین ہے، اور جس سمندر میں وہ غرق ہوا، وہ وحدت کا سمندر ہے، اور موسی سے مراد قلب سلم ہے، بنی اسرائیل سے مراد خیالات طیبہ ہیں اور پھر آگے جو مرضی بکواس کرتے چلے جائیں کہ بکواس کا کوئی قاعدہ ضابطہ تو ہے نہیں۔ تو بھئی اگر صوفیاء تفسیر اشاری اور علم اعتباری کے نام سے تفسیر کے گمراہ کن منہج پر نہیں چلے تو پھر باطنیہ، معتزلہ، سرسید، پرویز اور غلام احمد قادیانی نے بھی تفسیر کے نام پر کوئی گمراہ کن رستہ اختیار نہیں کیا۔ معلوم نہیں دونوں طرح کی تفاسیر کے مسخرے پن میں کیا فرق ہے! ہم یہ مانتے ہیں کہ تفسیر اشاری اور تفسیر باطنی میں فرق ہے لیکن دونوں میں فرق مان لینے سے تفسیر اشاری کا درست ہونا ثابت ہو جاتا ہے کیا؟ تو تفسیر اشاری کی چار صورتیں ہیں کہ جن میں ایک تفسیر باطنی ہے اور یہ چاروں کی چاروں نہ صرف حرام ہیں بلکہ کتاب اللہ کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کے حکم میں ہیں۔

تو فقہاء جب اصول تفسیر اور اصول فقہ مدون کر رہے تھے تو کیا انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ نص کے معانی بیان کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ اب اس کا یہ جواب دینا کہ فقہاء کا مقصود احکام شرعیہ کا بیان تھا اور صوفیاء تفسیر اشاری سے احکام شرعیہ اخذ نہیں کرتے ہیں تو اس کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ایسا بیان دینے والے نے نہ تو تفسیر اشاری پڑھ رکھی ہے جو اس کے صوفیاء نے بیان کر رکھی ہے اور نہ ہی اسے اصول فقہ کا صحیح فہم اور ادراک حاصل ہے۔ اصول فقہ میں قواعد لغویہ عربیہ کی بحث موجود ہیں، قواعد عامہ متفق علیہ اور مختلف فیہ مصادر شریعت کا ذکر ہے، قواعد فقہیہ کا بیان ہے، مقاصد شریعت کا تذکرہ ہے، لیکن اصول فقہ کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کہیں بھی صوفیاء کے علم اعتبار یا تفسیر اشاری کے بیان کی جھلک ملتی ہے کیا۔ اصول تفسیر یاعلوم قرآن کی کتابوں میں اگر اس کا بیان آیا بھی ہے تو بھی اکثر وبیشتر مذمت کے لیے یا اس میں فرق کرنے کے لیے کہ ایک اشارۃ النص، اقتضاء النص، کنایہ، دلالت التزامی اور مفہوم وغیرہ کی مصطلحات ہیں جو کسی قاعدے ضابطے کے تحت آتی ہیں اور ان کا استعمال ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاں بھی ملتا ہے جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ النصر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا معنی نکال لیا۔ یہ معنی ظاہر نص یا لفظ میں موجود نہ بھی ہو لیکن اس سورت کے کل معانی یا سیاق وسباق کے نظام کے خلاف نہیں ہے اور نہ صرف متن کے اندرونی نظام سے حد درجہ مطابقت رکھتا ہے بلکہ اس خارجی ماحول سے بھی اس کی تائید ہو رہی ہے کہ جس میں قرآن مجید نازل ہو رہا ہے اور وہ ماحول قرآن مجید کے ان آیات کے معانی ومفاہیم کے لیے شاہدین کا درجہ حاصل کیے ہوئے ہے۔ اس کو اگر کوئی

تفسیر اشاری کہہ دے تو اس میں حرج نہیں ہے کہ ایسی نکتہ رسی کو قرآن مجید نے تدبر قرآن کا نام دیا ہے اور اس کی ترغیب دلائی ہے۔ لیکن جو کچھ صوفیاء تفسیر اشاری کے نام پر بیان کر گئے ہیں تو وہ قرآن مجید کے ایک سنجیدہ قاری کو نکتہ رسی تو کجا لطیفے معلوم ہوتے ہیں، بالکل ویسے ہی لطیفے جو سرسید، پرویز اور غلام احمد قادیانی کی تفسیروں میں نظر آتے ہیں۔

لفظ کا معنیٰ کہاں موجود ہوتا ہے، یہ لسانیات[linguistics] میں ایک اہم بحث ہے۔ معنی [meaning]کہاں موجود ہوتا ہے؟ خود لفظ[word] میں، لفظ کے سیاق [context] میں یعنی پیراگراف میں، لفظ کے تناظر [perspective]میں یعنی سبب نزول میں، مخاطب کے ذہن [mind] میں یعنی تصور میں، مخاطب کے شعور میں[consciousness] یعنی شعوری سطح میں، مخاطب کے کلچر میں یعنی عرف میں وغیرہ۔ یہ واضح رہے کہ لفظ کا معنی لفظ میں ہی ہوتا ہےاور تفصیل اس میں یہ ہے کہ لفظ اپنے معنی کے لیے بعض اوقات ظرف اور برتن[container] کی مانند ہوتا ہے کہ کل معنی یا اصل معنی لفظ میں ہی ہوتا ہے اور ہمیں لفظ کا معنی معلوم کرنے کے لیے کسی خارجی ذریعے یا قرینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اور بعض اوقات لفظ اپنے معنیٰ کے لیے ایک علامت [sign] کی حیثیت رکھتا ہےکہ وہ اپنے کل معنی یا اصل معنی پر دلالت کا ذریعہ ہوتا ہے جبکہ کل معنی یا اصل معنی کچھ خارجی قرائن کے ساتھ مل کر مکمل ہوتا ہے اور قرآن مجید میں ان قرائن سے مراد سنت، سببِ نزول، لفظ کا سیاق وسباق وغیرہ ہو تے ہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ لفظ کا معنیٰ لفظ میں موجود ہوتا ہی نہیں ہے بلکہ مخاطب کے ذہن یا شعور یا سماج میں ہوتا ہے اور وہ جو معنی مراد لے لے تو وہی اس لفظ کا معنی درست ہے تو یہ درست نہیں ہے کہ اس صورت میں کسی بھی لفظ کا کوئی بھی معنی ہو سکتا ہے۔ اور پھر صحیح معنوں میں یہی صورت حال ہو گی کہ 'کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی'۔ اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ جو لوگ اس فکر کے داعی ہیں، ان کی اپنی بات بھی اسی اُصول کے تحت دوسروں تک منتقل ہوتی ہے کہ لفظ اور معنی کا تعلق لازم وملزوم کا ہے۔ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿2﴾ [یوسف]

[212] ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابو الحسن اشعری اور ابن فارس رحمہما اللہ کے نزدیک "تلقین"ہے جبکہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک "الہام" ہے۔ تلقین کا معنی یہ ہے کہ زبان سکھائی گئی ہے جبکہ الہام کا مطلب ہے، دل میں ڈالی گئی ہے۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَـٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿31﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿32﴾ قَالَ يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَنبَأَهُم بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ﴿33﴾ [البقرة]؛ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿180﴾ [الأعراف]؛ أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ﴿19﴾ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿20﴾ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ﴿21﴾ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ﴿22﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ ﴿23﴾ [النجم]؛ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ ﴿22﴾ [الروم]؛ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَـٰذَا حَلَالٌ وَهَـٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ﴿116﴾ [النحل]؛ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿68﴾ [النحل]؛ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَـٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ﴿16﴾ [النمل]؛ الرَّحْمَـٰنُ ﴿1﴾ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ﴿2﴾ خَلَقَ الْإِنسَانَ ﴿3﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿4﴾ [الرحمن]

[213] وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿4﴾

[إبراهيم]- واضح رہے کہ اصطلاح، وضع کے تابع ہے۔ تاریخی اعتبار سے زبانیں دو قسم کی ہیں: مرتقیہ (progressive) اور غیر مرتقیہ (non-progressive)۔ غیر مرتقیہ وہ زبانیں ہیں جو اشتقاق اور تصریف کو قبول نہیں کرتی ہیں۔ ان زبانوں کی بنیاد "حامیہ" زبان ہے جو حام بن نوح علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ یہ زبان قدیم مصری، قدیم حبشی اور بربری زبانوں کو شامل ہے ۔ علاوہ ازیں چینی زبان بھی دوسری قسم ہی میں شمار کی جاتی ہے۔ پہلی قسم پھر "متصرفہ" اور "غیر متصرفہ" میں تقسیم ہے۔ غیر متصرفہ وہ زبانیں ہیں جنہیں "طورانی" کہا جاتا ہے اور ان میں ترکی اور منگول زبان وغیرہ شامل ہے۔ یہ وہ زبانیں ہیں جو اصل کلمہ میں الحاق کے رستے تصریف قبول کرتی ہیں۔ اور "متصرفہ" کی دو قسمیں ہیں: یافثیہ اور سامیہ۔ پہلی یافث بن نوح علیہ السلام اور دوسری سام بن نوح علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ یافثیہ کو آریہ زبانیں بھی کہتے ہیں اور یہ شمالی آریائی اور جنوبی آریائی زبانوں میں تقسیم ہے۔ جنوبی زبانیں وہ ہیں جو جنوبی ایشیا میں پھلی پھولیں جیسا کہ سنسکرت، ہندی، افغانی، فارسی، کردی وغیرہ جبکہ شمالی زبانیں وہ ہیں جو یورپ میں پروان چڑھیں اور یہ کلتی(Celtic) ، اطالوی (Italian)، ہیلینی (Hellenic)، سلافی (Slavic) اور جرمانی (Germanic) وغیرہ ہیں۔ پہلی میں جزائر برطانیہ کی زبانیں، دوسری میں لاطینی، فرانسیسی، اطالوی، ہسپانوی اور پرتگالی، تیسری میں قدیم وجدید یونانی، چوتھی میں روسی اوربلغارین جبکہ پانچویں میں انگریزی اور جرمن وغیرہ شامل ہیں۔[جرجي زيدان، الألفاظ العربية والفلسفة اللغوية، بيروت، 1886ء، ص2-4]۔ سامی زبانوں(Semitic languages) کی تین قسمیں ہیں؛ پہلی آرامی (Aramaic) کہ جس کی فروعات میں سریانی (Syriac Aramaic) اور کلدانی (Chaldean) شامل ہیں۔ دوسری عبرانی (Hebrew) ہے کہ جس سے فینیقی (Phoenician) وغیرہ نکلی ہیں۔ اور تیسری عربی زبان ہے۔[أيضاً]

214 وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿53﴾ [يوسف]

215 وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿2﴾ [القيامة]

216 يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿27﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿28﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿29﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿30﴾ [الفجر]

217 ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿32﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿33﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ﴿34﴾ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِن فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿35﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴿36﴾ [الفاطر]؛ فَبَيَّنَ أَنَّ الْمُصْطَفِينَ مِنْ عِبَادِهِ هُمْ مُؤْمِنُو أُمَّتِهِ؛ وَأَمَّا الظَّالِمُ لِنَفْسِهِ، فَإِنَّهُ لِأَنْ يَكُونَ مِنْ أَهْلِ الذُّنُوبِ وَالْمَعَاصِي الَّتِي هِيَ دُونَ النِّفَاقِ وَالشِّرْكِ عِنْدِي أَشْبَهُ بِمَعْنَى الْآيَةِ مِنْ أَنْ يَكُونَ الْمُنَافِقَ أَوِ الْكَافِرَ، وَذَلِكَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى ذِكْرُهُ أَتْبَعَ هَذِهِ الْآيَةَ قَوْلَهُ: {جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا} [فاطر: 33] فَعَمَّ بِدُخُولِ الْجَنَّةِ جَمِيعَ الْأَصْنَافِ الثَّلَاثَةِ فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَإِنَّ قَوْلَهُ {يَدْخُلُونَهَا} [فاطر: 33] إِنَّمَا عَنَى بِهِ الْمُقْتَصِدَ وَالسَّابِقَ؛ قِيلَ لَهُ: وَمَا بُرْهَانُكَ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ كَذَلِكَ مِنْ خَبَرٍ أَوْ عَقْلٍ؟ فَإِنْ قَالَ: قِيَامُ الْحُجَّةِ أَنَّ الظَّالِمَ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ سَيَدْخُلُ النَّارَ، وَلَوْ لَمْ يَدْخُلِ النَّارَ مِنْ هَذِهِ الْأَصْنَافِ الثَّلَاثَةِ أَحَدٌ وَجَبَ أَنْ لَا يَكُونَ لِأَهْلِ الْإِيمَانِ وَعِيدٌ؛ قِيلَ: إِنَّهُ لَيْسَ فِي الْآيَةِ خَبَرٌ أَنَّهُمْ لَا يَدْخُلُونَ النَّارَ، وَإِنَّمَا فِيهَا إِخْبَارٌ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى ذِكْرُهُ أَنَّهُمْ يَدْخُلُونَ جَنَّاتِ عَدْنٍ، وَجَائِزٌ أَنْ يَدْخُلَهَا الظَّالِمُ لِنَفْسِهِ بَعْدَ عُقُوبَةِ اللَّهِ إِيَّاهُ عَلَى ذُنُوبِهِ الَّتِي أَصَابَهَا فِي الدُّنْيَا، وَظُلْمِهِ نَفْسَهُ فِيهَا بِالنَّارِ، أَوْ بِمَا شَاءَ مِنْ عِقَابِهِ، ثُمَّ يُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ، فَيَكُونُ مِمَّنْ عَمَّهُ خَبَرُ اللَّهِ جَلَّ ثَنَاؤُهُ بِقَوْلِهِ {جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا} [فاطر: 33] وَقَدْ رُوِيَ عَنْ رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ الَّذِي قُلْنَا فِي ذَلِكَ أَخْبَارٌ، وَإِنْ كَانَ فِي أَسَانِيدِهَا نَظَرٌ، مَعَ دَلِيلِ الْكِتَابِ عَلَى صِحَّتِهِ عَلَى النَّحْوِ الَّذِي بَيَّنْتُ. [تفسير الطبري: 373/19]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَّ امْرَأَةً بَغِيًّا رَأَتْ كَلْبًا فِي يَوْمٍ حَارٍّ يُطِيفُ بِبِئْرٍ، قَدْ أَدْلَعَ لِسَانَهُ مِنَ الْعَطَشِ، فَنَزَعَتْ لَهُ بِمُوقِهَا فَغُفِرَ لَهَا» [صحيح مسلم، كتاب السَّلَامِ، بَابُ فَضْلِ سَاقِي الْبَهَائِمِ الْمُحْتَرَمَةِ وَإِطْعَامِهَا، 1761/4]؛ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُصَاحُ بِرَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ، فَيُنْشَرُ لَهُ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ سِجِلًّا، كُلُّ سِجِلٍّ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: هَلْ تُنْكِرُ مِنْ هَذَا شَيْئًا؟ فَيَقُولُ: لَا، يَا رَبِّ، فَيَقُولُ: أَظَلَمَتْكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ؟ فَيَقُولُ: لَا، ثُمَّ يَقُولُ: أَلَكَ عُذْرٌ، أَلَكَ حَسَنَةٌ؟ فَيُهَابُ الرَّجُلُ، فَيَقُولُ: لَا، فَيَقُولُ: بَلَى، إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَاتٍ، وَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ، فَتُخْرَجُ لَهُ بِطَاقَةٌ فِيهَا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، قَالَ: فَيَقُولُ: يَا رَبِّ مَا هَذِهِ الْبِطَاقَةُ، مَعَ هَذِهِ السِّجِلَّاتِ؟ فَيَقُولُ: إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ، فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كِفَّةٍ، وَالْبِطَاقَةُ فِي كِفَّةٍ، فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ، وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ» [سنن ابن ماجة، كِتَابُ الزُّهْدِ، بَابُ مَا يُرْجَى مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، 1437/2]؛ «إِنَّ عَبْدًا أَصَابَ ذَنْبًا - وَرُبَّمَا قَالَ أَذْنَبَ ذَنْبًا - فَقَالَ: رَبِّ أَذْنَبْتُ - وَرُبَّمَا قَالَ: أَصَبْتُ - فَاغْفِرْ لِي، فَقَالَ رَبُّهُ: أَعَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ؟ غَفَرْتُ لِعَبْدِي، ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَصَابَ ذَنْبًا، أَوْ أَذْنَبَ ذَنْبًا، فَقَالَ: رَبِّ أَذْنَبْتُ - أَوْ أَصَبْتُ - آخَرَ، فَاغْفِرْهُ؟ فَقَالَ: أَعَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ؟ غَفَرْتُ لِعَبْدِي، ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا، وَرُبَّمَا قَالَ: أَصَابَ ذَنْبًا، قَالَ: قَالَ: رَبِّ أَصَبْتُ - أَوْ قَالَ أَذْنَبْتُ - آخَرَ، فَاغْفِرْهُ لِي، فَقَالَ: أَعَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ؟ غَفَرْتُ لِعَبْدِي ثَلَاثًا، فَلْيَعْمَلْ مَا شَاءَ» [صحيح بخاري، كِتَابُ التَّوْحِيدِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ، 145/9]؛ «إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ، وَإِنَّ الفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنْفِهِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الدَّعَوَاتِ، بَابُ التَّوْبَةِ، 67/8]

[218] يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿27﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿28﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿29﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿30﴾ [الفجر]

[219] وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿40﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿41﴾

[220] فنون لطیفہ (fine arts) جمالیاتی حس کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ ان کی عموما پانچ قسمیں بیان کی جاتی ہیں: موسیقی، مصوری، شاعری، سنگ_تراشی اور رقص۔ بعض ممالک میں کھانا پکانا بھی فنون لطیفہ میں شامل ہے۔ عصر حاضر میں فلم، ڈرامہ اور فن تعمیر کو بھی فنون لطیفہ میں شامل کیا گیا ہے۔

[221] قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (32) [الأنعام]؛ عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي مُوسَى: «لَوْ رَأَيْتَنِي وَأَنَا أَسْتَمِعُ لِقِرَاءَتِكَ الْبَارِحَةَ، لَقَدْ أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ» [صحيح مسلم، كِتَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِينَ وَقَصْرِهَا، بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحْسِينِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ، 546/1]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الْجَرَسُ مَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ» [صحيح مسلم، كتاب اللِّبَاسِ وَالزِّينَةِ، بَابُ كَرَاهَةِ الْكَلْبِ وَالْجَرَسِ فِي السَّفَرِ، 1672/3]؛ لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا جَرَسٌ. [مسند أحمد: 80/14]؛ وَعَنْ عَائِشَةَ - رضي الله عنها - قَالَتْ: أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِالْأَجْرَاسِ أَنْ تُقْطَعَ مِنْ أَعْنَاقِ الْإِبِلِ يَوْمَ بَدْرٍ [(حم) 25207 , (حب) 4699 , انظر صَحِيح التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيب: 3118 , وقال الشيخ شعيب الأرناؤوط: حديث صحيح.]؛ لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ، يَسْتَحِلُّونَ الحِرَ وَالحَرِيرَ، وَالخَمْرَ وَالمَعَازِفَ. [صحيح البخاري، كِتَابُ الأَشْرِبَةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَسْتَحِلُّ الخَمْرَ وَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، 106/7]؛ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ، تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتْ بِهِ الْأَنْصَارُ، يَوْمَ بُعَاثَ، قَالَتْ: وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَبِمَزْمُورِ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَذَلِكَ فِي يَوْمِ عِيدٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ

لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا، وَهَذَا عِيدُنَا». [صحيح مسلم، كِتَابُ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ، بَابُ الرُّخْصَةِ فِي اللَّعِبِ الَّذِي لَا مَعْصِيَةَ فِيهِ فِي أَيَّامِ الْعِيدِ، 607/2]؛ تُغَنِّيَانِ وَتَضْرِبَانِ [أيضاً: 608/2]؛ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ، تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثٍ، فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ، وَحَوَّلَ وَجْهَهُ، فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي، وَقَالَ: مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «دَعْهُمَا»، فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا، وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ، فَإِمَّا سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِمَّا قَالَ: «تَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ؟» فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَأَقَامَنِي وَرَاءَهُ، خَدِّي عَلَى خَدِّهِ، وَهُوَ يَقُولُ: «دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفِدَةَ» حَتَّى إِذَا مَلِلْتُ، قَالَ: «حَسْبُكِ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «فَاذْهَبِي» [أيضاً: 609/2]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَيْنَمَا الْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِرَابِهِمْ، إِذْ دَخَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَأَهْوَى إِلَى الْحَصْبَاءِ يَحْصِبُهُمْ بِهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «دَعْهُمْ يَا عُمَرُ» [أيضاً: 610/2]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالقُرْآنِ. [صحيح البخاري، كِتَابُ التَّوْحِيدِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ}، 154/9]

المقامات التي جاء ذِكرها في السؤال هي أنواع الألحان التي يغني بها أهل الغناء، وقد حصر أهلُ ذلك الفن الألحانَ بأوزان معينة وسموها "مقامات"، وليس هو علم مخترع بل هو جمع بالتتبع والاستقراء لألحان الناس، كما فعل الخليل بن أحمد الفراهيدي في أوزان الشِّعر، وكان ما جمعه رحمه الله ستة عشر بحراً، وأما المقامات التي جمعها أهل اللحن فقد بلغت ستة مقامات، وهي: 1- مقام البيّات: هو مقام يمتاز بالخشوع والرهبانية، وهو المقام الذي يجلب القلب ويجعله يتفكر في آيات الله ومعانيها. 2- مقام الرست: و "الرِّست"كلمة فارسية تعني الاستقامة، ويفضل أهل المقامات هذا المقام عند تلاوة الآيات ذات الطابع القصصي أو التشريعي. 3- مقام النهاوند : هذا المقام يمتاز بالعاطفة والحنان والرقة، ويبعث على الخشوع والتفكر، و"نهاوند" مدينة إيرانية نسب إليها هذا المقام. 4- مقام السيكا: هو مقام يمتاز بالبطء والترسل. 5- مقام الصبا: وهو مقام يمتاز بالروحانية الجياشة والعاطفة والحنان. 6- مقام الحجاز وهو مقام من أصل عربي، نسب إلى بلاد الحجاز العربية، وهو من أكثر المقامات روحانية وخشوعا في القرآن. [https://islamqa.info/ar/169799]

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الحَسَنِ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبَّاسٍ، إِنِّي إِنْسَانٌ إِنَّمَا مَعِيشَتِي مِنْ صَنْعَةِ يَدِي، وَإِنِّي أَصْنَعُ هَذِهِ التَّصَاوِيرَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لاَ أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «مَنْ صَوَّرَ صُورَةً، فَإِنَّ اللَّهَ مُعَذِّبُهُ حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا أَبَدًا» فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيدَةً، وَاصْفَرَّ وَجْهُهُ، فَقَالَ: وَيْحَكَ، إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ، فَعَلَيْكَ بِهَذَا الشَّجَرِ، كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيهِ رُوحٌ [صحيح البخاري، كِتَابُ البُيُوعِ، بَابُ بَيْعِ التَّصَاوِيرِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا رُوحٌ، وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذَلِكَ، 82/3]؛ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم؛ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ. فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ. فَعَرَفَتْ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ. وَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ أَتُوبُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ فَمَاذَا أَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ؟» قَالَتِ: اشْتَرَيْتُهَا لَكَ تَقْعُدُ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدُهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «إِنَّ أَصْحَابَ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. يُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ». ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لاَ تَدْخُلُهُ الْمَلاَئِكَةُ» [الموطأ، كتاب الاستئذان، مَا جَاءَ فِي الصُّوَرِ، 1407/5]؛ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، أَنَّ عَلِيًّا قَالَ لِأَبِي الهَيَّاجِ الأَسَدِيِّ: أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَنْ لَا تَدَعَ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ، وَلَا تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ» وَفِي البَاب عَنْ جَابِرٍ. : «حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ»، «وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ يَكْرَهُونَ أَنْ يُرْفَعَ القَبْرُ فَوْقَ الأَرْضِ». قَالَ الشَّافِعِيُّ: «أَكْرَهُ أَنْ يُرْفَعَ القَبْرُ إِلَّا

بِقَدْرِ مَا يُعْرَفُ أَنَّهُ قَبْرٌ لِكَيْلَا يُوطَأَ وَلَا يُجْلَسَ عَلَيْهِ» [سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْجَنَائِزِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي تَسْوِيَةِ الْقُبُورِ، 357/3]؛ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ، ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنِيسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ، فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَأَتْ فِيهَا مِنَ الصُّوَرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُولَئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ العَبْدُ الصَّالِحُ، أَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ، بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، أُولَئِكَ شِرَارُ الخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ الصَّلَاةِ فِي البِيعَةِ، 94/1]؛ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ [يسين: 69]؛ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ (224) أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ (225) وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ (226) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانتَصَرُوا مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ (227) [الشعراء]؛ عَنْ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا يَرِيهِ، خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا» [صحيح مسلم، كتاب الشِّعْرِ، 1769/4]؛ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً» [سنن أبي داود، كِتَاب الْأَدَبِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الشِّعْرِ، 303/4]

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «اهْجُوا قُرَيْشًا، فَإِنَّهُ أَشَدُّ عَلَيْهَا مِنْ رَشْقٍ بِالنَّبْلِ» فَأَرْسَلَ إِلَى ابْنِ رَوَاحَةَ فَقَالَ: «اهْجُهُمْ» فَهَجَاهُمْ فَلَمْ يُرْضِ، فَأَرْسَلَ إِلَى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ، قَالَ حَسَّانُ: قَدْ آنَ لَكُمْ أَنْ تُرْسِلُوا إِلَى هَذَا الْأَسَدِ الضَّارِبِ بِذَنَبِهِ، ثُمَّ أَدْلَعَ لِسَانَهُ فَجَعَلَ يُحَرِّكُهُ، فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَأَفْرِيَنَّهُمْ بِلِسَانِي فَرْيَ الْأَدِيمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَعْجَلْ، فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ أَعْلَمُ قُرَيْشٍ بِأَنْسَابِهَا، وَإِنَّ لِي فِيهِمْ نَسَبًا، حَتَّى يُلَخِّصَ لَكَ نَسَبِي» فَأَتَاهُ حَسَّانُ، ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ لَخَّصَ لِي نَسَبَكَ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِينِ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ لِحَسَّانَ: «إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ، مَا نَافَحْتَ عَنِ اللهِ وَرَسُولِهِ»، وَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفَى وَاشْتَفَى» قَالَ حَسَّانُ:

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ ... وَعِنْدَ اللهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا حَنِيفًا ... رَسُولَ اللهِ شِيمَتُهُ الْوَفَاءُ

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي ... لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

ثَكِلْتُ بُنَيَّتِي إِنْ لَمْ تَرَوْهَا ... تُثِيرُ النَّقْعَ مِنْ كَنَفَيْ كَدَاءِ

يُبَارِينَ الْأَعِنَّةَ مُصْعِدَاتٍ ... عَلَى أَكْتَافِهَا الْأَسَلُ الظِّمَاءُ

تَظَلُّ جِيَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ ... تُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ

فَإِنْ أَعْرَضْتُمُو عَنَّا اعْتَمَرْنَا ... وَكَانَ الْفَتْحُ وَانْكَشَفَ الْغِطَاءُ

وَإِلَّا فَاصْبِرُوا لِضِرَابِ يَوْمٍ ... يُعِزُّ اللهُ فِيهِ مَنْ يَشَاءُ

وَقَالَ اللهُ: قَدْ أَرْسَلْتُ عَبْدًا ... يَقُولُ الْحَقَّ لَيْسَ بِهِ خَفَاءُ

وَقَالَ اللهُ: قَدْ يَسَّرْتُ جُنْدًا ... هُمُ الْأَنْصَارُ عُرْضَتُهَا اللِّقَاءُ

لَنَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ مَعَدٍّ ... سِبَابٌ أَوْ قِتَالٌ أَوْ هِجَاءُ

فَمَنْ يَهْجُو رَسُولَ اللهِ مِنْكُمْ ... وَيَمْدَحُهُ وَيَنْصُرُهُ سَوَاءُ

وَجِبْرِيلٌ رَسُولُ اللهِ فِينَا ... وَرُوحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ [صحيح مسلم، كتاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ، بَابُ فَضَائِلِ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، 1935/4]؛ أَخْبَرَنِي أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأَسَدِيُّ، بِهَمْدَانَ، ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ، حَدَّثَنِي الْحَجَّاجُ بْنُ ذِي الرُّقَيْبَةِ بْنِ

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ زُهَيْرِ بْنِ أَبِي سُلْمَى الْمُزَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: خَرَجَ كَعْبٌ وَبُجَيْرٌ ابْنَا زُهَيْرٍ حَتَّى أَتَيَا أَبْرَقَ الْعَزَّافِ، فَقَالَ بُجَيْرٌ لِكَعْبٍ: اثْبُتْ فِي عَجَلِ هَذَا الْمَكَانَ حَتَّى آتِيَ هَذَا الرَّجُلَ يَعْنِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْمَعَ مَا يَقُولُ. فَثَبَتَ كَعْبٌ وَخَرَجَ بُجَيْرٌ، «فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَضَ عَلَيْهِ الْإِسْلَامَ» ، فَأَسْلَمَ فَبَلَغَ ذَلِكَ كَعْبًا، فَقَالَ:

أَلَا أَبْلِغَا عَنِّي بُجَيْرًا رِسَالَةً ... عَلَى أَيِّ شَيْءٍ وَيْحَ غَيْرِكَ دَلَّكَا

عَلَى خُلُقٍ لَمْ تَلْفَ أُمًّا وَلَا أَبًا ... عَلَيْهِ وَلَمْ تُدْرِكْ عَلَيْهِ أَخًا لَكَا

سَقَاكَ أَبُو بَكْرٍ بِكَأْسٍ رَوِيَّةٍ ... وَأَنْهَلَكَ الْمَأْمُونُ مِنْهَا وَعَلَّكَا

فَلَمَّا بَلَغَتِ الْأَبْيَاتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْدَرَ دَمَهُ، فَقَالَ: «مَنْ لَقِيَ كَعْبًا فَلْيَقْتُلْهُ» فَكَتَبَ بِذَلِكَ بُجَيْرٌ إِلَى أَخِيهِ يَذْكُرُ لَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَهْدَرَ دَمَهُ وَيَقُولُ لَهُ: النَّجَا وَمَا أَرَاكَ تَفْلِتُ، ثُمَّ كَتَبَ إِلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ اعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْتِيهِ أَحَدٌ يَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ إِلَّا قَبِلَ ذَلِكَ، فَإِذَا جَاءَكَ كِتَابِي هَذَا فَأَسْلِمْ وَأَقْبِلْ فَأَسْلَمَ كَعْبٌ وَقَالَ الْقَصِيدَةَ الَّتِي يَمْدَحُ فِيهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ بِبَابِ مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَصْحَابِهِ مَكَانَ الْمَائِدَةِ مِنَ الْقَوْمِ مُتَحَلِّقُونَ مَعَهُ حَلْقَةً دُونَ حَلْقَةٍ يَلْتَفِتُ إِلَى هَؤُلَاءِ مَرَّةً، فَيُحَدِّثُهُمْ وَإِلَى هَؤُلَاءِ مَرَّةً، فَيُحَدِّثُهُمْ، قَالَ كَعْبٌ فَأَنَخْتُ رَاحِلَتِي بِبَابِ الْمَسْجِدِ، فَعَرَفْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصِّفَةِ فَتَخَطَّيْتُ حَتَّى جَلَسْتُ إِلَيْهِ فَأَسْلَمْتُ فَقُلْتُ: أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ الْأَمَانُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «وَمَنْ أَنْتَ؟» قُلْتُ: أَنَا كَعْبُ بْنُ زُهَيْرٍ، قَالَ: أَنْتَ الَّذِي تَقُولُ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ: كَيْفَ، قَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ فَأَنْشَدَهُ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:

سَقَاكَ أَبُو بَكْرٍ بِكَأْسٍ رَوِيَّةٍ ... وَانْهَلَكَ الْمَأْمُورُ مِنْهَا وَعَلَّكَا

قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا قُلْتُ هَكَذَا، قَالَ: «وَكَيْفَ قُلْتَ» ، قَالَ: إِنَّمَا قُلْتُ:

سَقَاكَ أَبُو بَكْرٍ بِكَأْسٍ رَوِيَّةً ... وَأَنْهَلَكَ الْمَأْمُونُ مِنْهَا وَعَلَّكَا،

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَأْمُونٌ وَاللَّهِ» ثُمَّ أَنْشَدَهُ الْقَصِيدَةَ كُلَّهَا حَتَّى أَتَى عَلَى آخِرِهَا وَأَمْلَاهَا عَلَى الْحَجَّاجِ بْنِ ذِي الرُّقَيْبَةِ حَتَّى أَتَى عَلَى آخِرِهَا وَهِيَ هَذِهِ الْقَصِيدَةُ:

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِي الْيَوْمَ مَتْبُولُ ... مُتَيَّمٌ إِثْرَهَا لَمْ يُفْدَ مَكْبُولُ

وَمَا سُعَادُ غَدَاةَ الْبَيْنِ إِذْ ظَعَنُوا ... إِلَّا أَغَنُّ غَضِيضُ الطَّرْفِ مَكْحُولُ

تَجْلُو عَوَارِضَ ذِي ظَلْمٍ إِذَا ابْتَسَمَتْ ... كَأَنَّهَا مُنْهَلٌ بِالْكَأْسِ مَعْلُولُ

شُجَّ السُّقَاةُ عَلَيْهِ مَاءَ مَحْنِيَةٍ ... مِنْ مَاءِ أَبْطَحَ أَضْحَى وَهْوَ مَشْمُولُ

تَنْفِي الرِّيَاحُ الْقَذَى عَنْهُ وَأَفْرَطَهُ ... مِنْ صَوْبِ سَارِيَةٍ بِيضٍ يَعَالِيلُ

سَقْيًا لَهَا خُلَّةٌ لَوْ أَنَّهَا صَدَقَتْ ... مَوْعُودَهَا وَلَوْ أَنَّ النُّصْحَ مَقْبُولُ

لَكِنَّهَا خُلَّةٌ قَدْ سِيطَ مِنْ دَمِهَا ... فَجْعٌ وَوَلْعٌ وَإِخْلَافٌ وَتَبْدِيلُ

فَمَا تَدُومَ عَلَى حَالٍ تَكُونُ بِهَا ... كَمَا تَلَوَّنَ فِي أَثْوَابِهَا الْغُولُ

فَلَا تَمَسَّكُ بِالْوَصْلِ الَّذِي زَعَمَتْ ... إِلَّا كَمَا يُمْسِكُ الْمَاءَ الْغَرَابِيلُ

كَانَتْ مَوَاعِيدُ عُرْقُوبٍ لَهَا مَثَلًا ... وَمَا مَوَاعِيدُهَا إِلَّا الْأَبَاطِيلُ

فَلَا يَغُرَّنَّكَ مَا مَنَّتْ وَمَا وَعَدَتْ ... إِلَّا الْأَمَانِيَّ وَالْأَحْلَامَ تَضْلِيلُ

أَرْجُو أَوْ آمُلُ أَنْ تَدْنُوَ مَوَدَّتُهَا ... وَمَا إِخَالُ لَدَيْنَا مِنْكِ تَنْوِيلُ

أَمْسَتْ سُعَادُ بِأَرْضٍ مَا يُبَلِّغُهَا ... إِلَّا الْعِتَاقُ النَّجِيبَاتُ الْمَرَاسِيلُ
وَلَنْ تَبْلُغَهَا إِلَّا عَذَافِرَةٌ ... فِيهَا عَلَى الْأَيْنِ إِرْقَالٌ وَتَبْغِيلُ
مِنْ كُلِّ نَضَّاخَةِ الذِّفْرَى إِذَا عَرِقَتْ ... عَرَضْتُهَا طَامِسُ الْأَعْلَامِ مَجْهُولُ
يَمْشِي الْقُرَادُ عَلَيْهَا ثُمَّ يَزْلِقُهُ ... مِنْهَا لِبَانٌ وَأَقْرَابٌ زَهَالِيلُ
عَيْرَانَةٌ قَذَفَتْ بِالنَّحْضِ عَنْ عَرَضٍ ... وَمِرْفَقُهَا عَنْ ضُلُوعِ الزُّورِ مَفْتُولُ
كَأَنَّمَا قَابَ عَيْنَيْهَا وَمَذْبَحِهَا ... مِنْ خُطُمِهَا وَمِنَ اللَّحْيَيْنِ بِرْطِيلُ
تَمُرُّ مِثْلُ عَسِيبِ النَّحْلِ إِذَا خَصَلَ ... فِي غَارِ زَلْمٍ تَخُونُهُ الْأَحَالِيلُ
قَنْوَاءُ فِي حَرَّتَيْهَا لِلْبَصِيرِ بِهَا ... عَتَقٌ مُبِينٌ وَفِي الْخَدَّيْنِ تَسْهِيلُ
تَخْذَى عَلَى يَسَرَاتٍ وَهْيَ لَاحِقَةٌ ... ذَا وَبَلٍ مَسَّهُنَّ الْأَرْضُ تَحْلِيلُ
حَرْفٌ أَبُوهَا أَخُوهَا مِنْ مَهْجَنَةٍ ... وَعَمُّهَا خَالُهَا قَوْدَاءُ شَمْلِيلُ
سُمَرَ الْعَجَايَاتِ يُتْرُكْنَ الْحَصَازِيمَا ... مَا إِنَّ تَقِيَهُنَّ حَدَّ الْأَكْمِ تَنْعِيلُ
يَوْمًا تَظَلُّ حِدَابُ الْأَرْضِ يَرْفَعُهَا ... مِنَ اللَّوَامِعِ تَخْلِيطٌ وَتَرْجِيلُ
كَانَ أَوْبُ يَدَيْهَا بَعْدَمَا نَجَدَتْ ... وَقَدْ تَلَفَّعَ بِالْقُورِ الْعَسَاقِيلُ
يَوْمًا يَظَلُّ بِهِ الْحَرْبَاءُ مُصْطَخَدًا ... كَانَ ضَاحِيَةً بِالشَّمْسِ مَمْلُولُ
أَوْبٌ بَدَا نَاكُلُ سَمْطَاءَ مَعْوَلَةً ... قَامَتْ تُجَاوِبُهَا سَمْطٌ مَثَاكِيلُ
نُوَاحَةَ رَخْوَةَ الضَّبْعَيْنِ لَيْسَ لَهَا ... لَمَّا نَعَى بِكْرَهَا النَّاعُونَ مَعْقُولُ
تَسْعَى الْوُشَاةُ جَنَابَيْهَا وَقِيلِهِمْ ... إِنَّكَ يَا ابْنَ أَبِي سُلْمَى لَمَقْتُولُ
خَلُّوا الطَّرِيقَ يَدَيْهَا لَا أَبَا لَكُمْ ... فَكُلُّ مَا قَدَّرَ الرَّحْمَنُ مَفْعُولُ
كُلُّ ابْنِ أُنْثَى وَإِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهُ ... يَوْمًا عَلَى آلَةٍ حَدْبَاءَ مَحْمُولُ
أُنْبِئْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ أَوْعَدَنِي ... وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ مَأْمُولُ
فَقَدْ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ مُعْتَذِرًا ... وَالْعُذْرُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ مَقْبُولُ
مَهْلًا رَسُولَ الَّذِي أَعْطَاكَ نَافِلَةَ ... الْقُرْآنِ فِيهَا مَوَاعِيظٌ وَتَفْصِيلُ
لَا تَأْخُذَنِّي بِأَقْوَالِ الْوُشَاةِ وَلَمْ ... أُجْرِمْ وَلَوْ كَثُرَتْ عَنِّي الْأَقَاوِيلُ
لَقَدْ أَقُومُ مَقَامًا لَوْ يَقُومُ لَهُ ... أَرَى وَأَسْمَعُ مَا لَوْ يَسْمَعُ الْفِيلُ
لَظَلَّ يُرْعَدُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهُ ... عِنْدَ الرَّسُولِ بِإِذْنِ اللَّهِ تَنْوِيلُ
حَتَّى وَضَعْتُ يَمِينِي لَا أُنَازِعُهُ ... فِي كَفِّ ذِي نَقِمَاتٍ قَوْلُهُ الْقِيلُ
فَكَانَ أَخْوَفَ عِنْدِي إِذَا كَلَّمَهُ ... إِذْ قِيلَ إِنَّكَ مَنْسُوبٌ وَمَسْئُولُ
مِنْ خَادِرٍ شِيكِ الْأَنْيَابِ ... طَاعَ لَهُ بِبَطْنِ عَثَّرَ غِيلٌ دُونَهُ غِيلُ
يَغْدُو فَيَلْحَمُ ضِرْغَامَيْنِ عِنْدَهُمَا ... لَحْمٌ مِنَ الْقَوْمِ مَنْثُورٌ خَرَادِيلُ
مِنْهُ تَظَلُّ حَمِيرُ الْوَحْشِ ضَامِرَةً ... وَلَا تَمْشِي بِوَادِيهِ الْأَرَاجِيلُ
وَلَا تَزَالُ بِوَادِيهِ أَخَا ثِقَةٍ ... مُطَّرِحِ الْبَزِّ وَالدَّرْسَانِ مَأْكُولُ
إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ ... وَصَارِمٌ مِنْ سُيُوفِ اللَّهِ مَسْلُولُ
فِي فِتْيَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ قَائِلُهُمْ ... بِبَطْنِ مَكَّةَ لَمَّا أَسْلَمُوا زُولُوا
زَالُوا فَمَا زَالَ الْكَأْسُ وَلَا كُشُفٌ ... عِنْدَ اللِّقَاءِ وَلَا مَيْلٌ مَعَازِيلُ

شُمُّ الْعَرَانِينِ أَبْطَالٌ لُبُوسُهُمْ ... مِنْ نَسْجِ دَاوُدَ فِي الْهَيْجَا سَرَابِيلُ
بِيضٌ سَوَابِغُ قَدْ شُكَّتْ لَهَا حِلَقٌ ... كَأَنَّهَا حِلَقُ الْقَفْعَاءِ مَجْدُولُ
يَمْشُونَ مَشْيَ الْجَمَالِ الزُّهْرِ يَعْصِمُهُمْ ... ضَرْبٌ إِذَا عَرَّدَ السُّودُ التَّنَابِيلُ
لَا يَفْرَحُونَ إِذَا نَالَتْ رِمَاحُهُمُ ... قَوْمًا وَلَيْسُوا مَجَازِيعًا إِذَا نِيلُوا
مَا يَقَعُ الطَّعْنُ إِلَّا فِي نُحُورِهِمُ ... وَمَا لَهُمْ عَنْ حِيَاضِ الْمَوْتِ تَهْلِيلُ [المستدرك على الصحيحين: 670/3]

أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ (128)وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ(129) [الشعراء]؛ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۖ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَن سَاقَيْهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّن قَوَارِيرَ [النمل: 44]؛ عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ الْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ، وَالْجَارُ الصَّالِحُ، وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيءُ» [الأدب المفرد، بَابُ الْمَسْكَنِ الْوَاسِعِ، 162/1]؛ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى خَبَّابٍ، نَعُودُهُ، وَقَدْ اكْتَوَى سَبْعَ كَيَّاتٍ، فَقَالَ: «إِنَّ أَصْحَابَنَا الَّذِينَ سَلَفُوا مَضَوْا وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا، وَإِنَّا أَصَبْنَا مَا لاَ نَجِدُ لَهُ مَوْضِعًا إِلَّا التُّرَابَ، وَلَوْلاَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ» ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى، وَهُوَ يَبْنِي حَائِطًا لَهُ، فَقَالَ: «إِنَّ الْمُسْلِمَ لَيُؤْجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهُ، إِلَّا فِي شَيْءٍ يَجْعَلُهُ فِي هَذَا التُّرَابِ» [صحيح البخاري، كِتَابُ المَرْضَى، بَابُ تَمَنِّي المَرِيضِ المَوْتَ، 121/7]

[222] قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (32) [الأنعام]

[223] عَنْ سَعِيدِ بْنِ المُسَيِّبِ، قَالَ: مَرَّ عُمَرُ فِي المَسْجِدِ وَحَسَّانُ يُنْشِدُ فَقَالَ: كُنْتُ أُنْشِدُ فِيهِ، وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ، ثُمَّ التَفَتَ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقَالَ: أَنْشُدُكَ بِاللَّهِ، أَسَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَجِبْ عَنِّي، اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ القُدُسِ؟» قَالَ: نَعَمْ. [صحيح البخاري، كِتَابُ بَدْءِ الخَلْقِ، بَابُ ذِكْرِ المَلاَئِكَةِ، 112/4]

[224] قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (33) [الأنعام]

[225] عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ» قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً، قَالَ: «إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ» [صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ تَحْرِيمِ الْكِبْرِ وَبَيَانِهِ، 93/1]؛ عن أبي هريرة: أن رجُلاً أتى النبيَّ -صلَّى الله عليه وسلم-، وكانَ رجلاً جميلاً، فقال: يا رسولَ الله - صلَّى الله عليه وسلم -، إني رجل حُبِّبَ إليّ الجمالُ، وأُعْطِيْتُ منه ما ترى، حتى ما أُحِبُّ أن يفوقني أحد، إما قال: بِشِرَاكِ نعلي، وإما قال: بِشِسعِ نعلي، أفَمِنَ الكِبْرِ ذلكَ؟ قال: لا، ولكنَّ الكِبْرَ مَنْ بَطِرَ الحقَّ وغَمَطَ النَّاسَ. [سنن أبي داود، كتاب اللّباس، باب ما جاءَ في الكبر 191-190/6]

[226] ﴿كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ [البقرة: 242]؛ ﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ [الملك: 10]

[227] ﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ [الحج: 46]

[228] وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا (7) فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (8) قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا (9) وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا(10) [الشمس]

[229] فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لا يَعْلَمُونَ (30)[الروم]؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ؛ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ. فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ. كَمَا تُنَاتَجُ الْإِبِلُ، مِنْ بَهِيمَةٍ جَمْعَاءَ. هَلْ تُحِسُّ (3) مِنْ جَدْعَاءَ؟ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ الَّذِي

يَمُوتُ وَهُوَ صَغِيرٌ؟ قَالَ: اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ. [الموطأ، كتاب الجنائز، جَامِعُ الْجَنَائِزِ، 338/2]

230 وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا (7) فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (8) قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا (9) وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا (10) [الشمس]

231 اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ [الزمر: 42]

232 ﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ [الحج: 46]

233 قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى: إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ. [صحيح البخاري، كِتَابُ الأَدَبِ، بَابُ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ، 29/8]

234 ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَاماً وَقُعُوداً وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [آل عمران: 190-191]

235 أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ [الزمر: 22]؛ اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ [النور: 35]

236 تو کافر بھی روایت پر ہی ہوتا ہے جیسا کہ ہندومت، بدھ مت، سکھ مت، جین مت، یہودیت اور عیسائیت حتی کہ ہر مذہب ایک روایت ہی تو ہے لیکن یہ آسمانی روایت نہیں ہے، وحی کی روایت نہیں ہے۔ جس روایت کے تمسک کا ہمیں حکم ہے، وہ وحی کی روایت ہے جو کہ مقبول ہو، وہ آسمانی روایت ہے جو کہ محفوظ ہو، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ روایت ہے جو کہ ثابت ہو۔ اگر آپ غور کریں تو مشرکین مکہ ایک روایت پر ہی تو تھے۔ وہ بھی تو یہی دعوی کر رہے تھے کہ ہم دین ابراہیمی پر ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مقابلے میں ایک نئی بات کر رہے تھے۔ اسی لیے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صابی کہتے تھے کہ جس کا آسان الفاظ میں ترجمہ دین جدیدیت کا حامل بنتا ہے یعنی ان کے آباء واجداد کے دین کے مقابلے میں آپ کا دین نیا ہی تھا ۔ اور اس اعتبار سے کہ وہ دین اسلام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قدیم ترین دین تھا کہ جس کا آغاز آدم علیہ السلام سے ہوا تھا۔ لیکن مشرکین مکہ کی روایت اور دین کے مقابلے میں دین اسلام ایک نیا دین ہی تھا کیونکہ یہ دین توحید تھا اور وہ دین شرک تھا۔ تو اگر معاشرے میں یہ بات نئی بھی ہو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو تو یہ روایت ہی رہے گی اور ایسا کہنے والے کو روایت پسند ہی کہا جائے گا۔ دوسری طرف معاشرے میں اگر کوئی ایسی روایت ہو جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کو فائنل اتھارٹی نہ رہنے دیتی ہو تو اس روایت کو رد کرنے کا حکم ہے جیسا کہ قرآن مجید کی آیت اوپر نقل ہو چکی۔ تو ایک ہی روایت ہمارے لیے ایسی ہے جو کہ لازمی (binding) حیثیت رکھتی ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے۔ اور جو روایت اس روایت کے خلاف ہو گی، وہ مردود ہے۔ اور جو فقہی، کلامی اور تصوف کی روایت اس روایت کی شرح اور بیان ہو گی تو اس سے تمسک کا حکم ہے نہ کہ اس کی تقلید کا یعنی اس کی اتباع کی جائے گی دلیل کی بنیاد پر اور اصلاح کی پوزیشن لیتے ہوئے۔

[237] تو اوائل اسلام میں کتاب وسنت سے تمسک کے نتیجے میں تین قسم کی روایتیں یعنی فقہ، کلام اور تزکیہ وجود میں آئیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ دین عیسائیت کی طرح دین اسلام میں بھی یہ روایات بھی بعض خرافاتی تصورات کی بھینٹ چڑھتی گئیں تو اللہ عزوجل نے وقفے وقفے کے ساتھ اس امت میں ایسے مجددین کو پیدا کیا کہ جنہوں نے ان روایات کے انکار کی بجائے، ان کی اصلاح کی پوزیشن لی اور انہیں اسی طرح بحال کرنے کی کوشش کی جیسا کہ وہ خیر القرون میں تھیں۔ ان مجددین میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے تینوں روایات کو خیر القرون کے حال پر لوٹانے کی جدوجہد کی اور اس میں کامیابی بھی حاصل کی۔ فقہ کی روایت کے بانیوں میں ائمہ اربعہ تھے اور ائمہ اربعہ کے نزدیک "عدم تقلید" بالکل مذموم نہ تھی۔ اور احناف کے علماء اور مفتیان کرام کی اکثریت بھی اب مسئلے کے ساتھ دلیل بھی نقل کرتی ہے، اور یہ بہت اچھا رویہ ہے، بھلے انہوں نے اہل حدیث کے اثر میں اختیار کیا ہو۔ تو احناف کے علماء کے اس رویے کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے ۔ تو اب یہ کہنا کہ مغرب میں بھی "دلیل کے دور" نے ہی جدیدیت کو جنم دیا تھا، انتہائی سطحی بات ہو گی کہ مغرب میں جسے دلیل کا دور [Age of Reason] کہا جاتا ہے، اس دور میں دلیل سے مراد عقلی دلیل تھی جبکہ فکر اہل حدیث میں جب دلیل کی بات کی جاتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ آج کا دور دلیل کا دور ہے تو دلیل سے ان کی مراد نقلی دلیل ہوتی ہے یعنی کتاب وسنت کی دلیل نہ کہ عقلی دلیل۔ اور ان کی "دلیل کے دور" کے نعرے کا مذاق اڑانا دراصل خود روایت ہی کا مذاق اڑانا ہے۔

تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عوام جڑ جائیں نہ کہ علماء وشیوخ سے تو یہ تبھی ممکن ہو گا جبکہ عالم اور شیخ، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے والا رستہ بن جائیں نہ کہ منزل۔ تو ہم علماء اور شیوخ کی اہمیت کے انکاری نہیں ہیں کیونکہ رستے کے بغیر آپ منزل تک نہیں پہنچ سکتے ۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا رستہ یہی علماء اور شیوخ ہی تو ہیں۔ ہم تو صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ اب رستے کو ہی لوگوں نے منزل بنا لیا ہے، یہ ایک اور غلو پیدا ہوا ہے جو روایت کے ماننے والوں میں در آیا ہے اور اس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ تو ہم آسان الفاظ میں روایت کے منکر نہیں ہیں بلکہ اس سے تمسک اختیار کرتے ہوئے اس کی اصلاح کی پوزیشن لینے کے قائل ہیں۔ اور یہ اصلاح کی پوزیشن علماء لیں گے اور ہر دور میں لیں گے اور یہی اجتہاد ہے۔ تو روایت پسندی اور روایت پرستی میں یہی فرق ہے۔ ہم روایت پسند ضرور ہیں لیکن روایت پرست بالکل بھی نہیں ہیں۔

تو روایت کے نام پر ہر چیز کو گلے لگا لینا درست منہج نہیں ہے کہ بدعت بھی ایک روایت ہی ہوتی ہے، لیکن ایسی روایت ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں تک نہیں پہنچ پاتی ہے۔ تو بس ہم اسی روایت کے حجت ہونے کے قائل ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں تک پہنچتی ہو اور حجت روایت تو کہتے ہی اسی کو ہیں۔ اور جدیدیت کہتے ہیں، ایسی روایت سے انحراف کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں تک پہنچتی ہو۔ تو آسان الفاظ میں ہر سنت، روایت ہے اور ہر بدعت، جدیدیت ہے۔ روایت اور جدیدیت اسلامی بیانیے کے مطابق یہی ہے۔ تو کلامی روایت کی اصلاح کی پوزیشن لینے والوں میں امام ابو حنیفہ، امام طحاوی، ملا علی القاری اور امام ابن تیمیہ رحمہم اللہ وغیرہ ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں اس کے داعی مولانا عبد الحیی لکھنوی رحمہ اللہ تھے لیکن ان کے بعد کسی عالم دین کو اس اصلاحی تحریک کو آگے بڑھانے کا حوصلہ نہ ہوا سوائے فکر اہل حدیث کے بعض نمائندگان کے۔ البتہ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ نے اس پر کچھ بات کی ہے لیکن انہوں نے یہ تو لکھ دیا کہ سلف صالحین کا مذہب صفات باری تعالی میں تاویل کا نہیں ہے لیکن وہ تاویل کا انکار کر کے تفویض کی طرف مائل ہو گئے۔

البتہ مولانا عبد الحیی لکھنوی رحمہ اللہ نے تو صاف لکھا ہے کہ صفات باری تعالی میں حقیقی معانی جاری ہوں گے، کیفیت کا اعتبار کیے بغیر، اور یہی سلف صالحین کا مذہب اور مسلک حق ہے۔ تو سلفیت بھی ایک کلامی مکتب فکر ہے، اس معنی میں کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہنے عقل صحیح کی روشنی میں اسے جو عقلی بنیادیں فراہم کر دی ہیں، وہ کسی اور کلامی مکتب فکر کے حصے میں بہت کم آئی ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے توحید اسماء وصفات کے باب میں سلف صالحین کے موقف کو عقلی بنیادوں پر ثابت کر کے دکھا دیا۔

جس طرح فقہ اور کلام کی روایت میں انحرافات پیدا ہوئے، اسی طرح تزکیہ واحسان کی روایت بھی بہت سے انحرافات کا شکار ہوئی۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان تینوں روایات میں جو روایت سب سے زیادہ محفوظ رہی ہے، وہ فقہ کی روایت ہے۔ لیکن جب ہم روایت پسند ہونے کی بات کرتے ہیں تو اس کے دو مطلب ہوتے ہیں؛ ایک کتاب وسنت کی روایت کو بلاقیل وقال حجت ماننے والے اور دوسرا ان تینوں علمی روایات سے تمسک اختیار کرنے والے ان کی اصلاح کی پوزیشن لینے والے۔ تو تصوف کی تاریخ کا بھی اگر ہم بغور مطالعہ کریں تو یہ چار ادوار سے گزرا ہے۔ پہلا دور کہ جس میں تصوف یا صوفی کی اصطلاح موجود نہ تھی۔ اس دور میں عبادت کا زیادہ شوق کرنے والے اور دنیا سے بے رغبتی کرنے والے اہلِ احسان موجود تھے جنہیں زہاد یا صلحاء کہا جاتا تھا۔ زہد اور احسان ان کی نمایاں خصوصیات تھیں جیسا کہ صحابہ کی جماعت میں عبد االلہ بن عمرو بن العاص اور ابو درداء رضی اللہ عنہما یا تابعین میں حضرت حسن بصری اور سعید بن مسیب رحمہما اللہ وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔ تصوف کا یہ دور وہ ہے جو کہ خیر کا دور ہے۔ امام ابن تیمیہ اولین صوفیاء حضرت جنید بغدادی رحمہا اللہ وغیرہ کو بھی اسی دور کا ایک تتمہ قرار دیتے ہوئے ان کی عام طور تعریف کرتے ہیں اگرچہ زمانی اعتبار سے یہ حضرات تابعین کے بعد کے زمانے کے ہیں۔

تو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب رحمہ اللہ بلاشبہ مجدد ہیں لیکن فقہی روایت میں البتہ تصوف کی روایت کے مجدد بر صغیر پاک وہند میں شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ہیں۔ اور ان کے بعد عملی تصوف میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا اصلاحی کام بہت اہم ہے۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ اگر میں اپنی اس کتاب میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی بعض عبارتیں بغیر ان کا نام لیے نقل کر دوں تو متصوفین کی ایک بڑی جماعت مجھ پر فتوے لگا دے اور یہ فیس بک پر ہو بھی چکا۔ وہ تو اللہ عزوجل نے ایک بندے سے کام لے لیا سو لے لیا اور انہیں ایسی شخصیت بھی دے دی کہ لوگوں نے ان کی اصلاحی بات ان کے اس مقام کی وجہ سے خاموشی سے سن لی۔ کچھ نے قبول کر لی اور کچھ نے حکمتاً خاموشی اختیار کر لی اور یہ بھی غنیمت تھی۔ ہماری نظر میں کرنے کا اصل کام یہ تھا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ان کی اصلاحی تحریک کو آگے بڑھاتے تو تصوف کی یہ روایت خیر القرون کے منہج پر واپس آ جاتی لیکن بدقسمتی سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو ایسے جرات مند اور مجتہد خلفاء میسر نہ آ سکے۔

اب فقہائے اربعہ کا موقف یہ ہے کہ بیوی اگر بیمار ہو جائے تو شوہر پر اس کے علاج کے لیے خرچ کرنا واجب نہیں ہے، شوہر پر صرف نان نفقہ واجب ہے۔ تو جس زمانے میں آپ بیٹھے ہیں، وہاں روایت کے نام پر یہ سب کچھ پیش کریں گے تو دین ایک مذاق بن جائے گا۔ تو ائمہ اربعہ کے فہم کی اہمیت ہے لیکن وہ حجت نہیں ہے کہ اس کی خاطر جگ ہنسائی برداشت کی جائے اور پیچھے کوئی قطعی دلیل بھی موجود نہ ہو۔ اور اس کی دلیل فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ جب آپ کوئی عمارت کرائے پر لیتے ہیں تو اس عمارت کو استعمال کرنے کا کرایہ ادا کرتے ہیں لیکن عمارت میں اگر کچھ توڑ پھوڑ کرنی ہو تو اس کا خرچ مالک مکان کے ذمہ ہوتا ہے لہذا بیوی کا یہ خرچ اس کے والد کے ذمہ ہے کہ وہ اصل یعنی جسم کا خرچ اٹھائے گا جبکہ شوہر کے ذمہ صرف

اس کے استعمال کا خرچ ہے اور وہ نان نفقہ ہی بنتا ہے۔ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے فقہائے اربعہ کا یہ موقف نقل کرنے کے بعد یہی لکھا ہے کہ ان فقہاء کے عرف کے مطابق وہ فتوی چل گیا تھا اور اب وہ عرف نہیں رہا کہ ہم ایسے فتوے جاری کریں۔
تو خلاصہ کلام یہ ہے کہ روایت پر نقد ہر صورت جدیدیت نہیں ہوتا ورنہ تو تمام مجددین، متجددین ٹھہرتے۔ امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام بخاری، امام ابن حزم، امام غزالی، علامہ ابن جوزی، امام ابن تیمیہ، شیخ احمد سرہندی اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہم اللہ سب کسی نہ کسی درجے میں روایت کے ناقد رہے ہیں لیکن ان میں اور متجددین میں اصل فرق یہ ہے کہ یہ سب ائمہ دین روایت سے تمسک اختیار کیے ہوئے اس کی اصلاح کی پوزیشن لیے ہوئے ہیں جبکہ متجددین نے روایت کے انکار کی پوزیشن لی ہوئی ہے۔

[238] مارٹن لوتھر متوفی [1546ء] کا یہ نعرہ کہ پوپ مجسم شیطان ہے اور پاپائیت یعنی پوپ اور پادریوں کی مذہبی اجارہ داری کا دین مسیح علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں اور ایک عام آدمی بھی خدا کے کلام کو سمجھنے کا ویسا ہی حق رکھتا ہے جیسا کہ پوپ اور پادری کو حاصل ہے، ان کے نزدیک جدیدیت کا نقطہ آغاز یہی ہے۔ حسن عسکری صاحب کا خیال ہے کہ جب مارٹن لوتھر کی تحریک کے زیر اثر ایک عام عیسائی نے بائبل کا مطالعہ شروع کیا تو اسے مذہب پر اعتراضات پیدا ہوئے اور یوں عیسائی معاشرہ دن بدن مذہب بیزار ہوتا چلا گیا لہذا مسلمانوں میں بھی رجوع الی القرآن یا رجوع الی الکتاب والسنۃ یعنی کتاب وسنت کی طرف رجوع کی جو بھی تحریکیں اور صورتیں ہیں، وہ دراصل مسلمان معاشروں کو مذہب بیزاری کی طرف لے کر جا رہی ہیں، معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ۔

[239] اگر روایت اور جدیدیت کا تقابل ہم نے مغرب ہی کی اصطلاحات کی روشنی میں کرنا ہے تو پھر روایت کا معنی بھی انہیں سے لیں۔ یہ تو نہ کریں کہ روایت کا معنی تو خود کا کر لیا اور جدیدیت کیا ہے، اس کے لیے مغرب کی طرف دیکھ لیں۔ تو قرآن مجید نے دین عیسائیت میں جدیدیت کی بنیاد پاپائیت کے رائج ہونے کو بنایا ہے کہ عیسائیوں نے اپنے فقہاء اور صوفیاء کو رب بنا لیا تھا اور یہی دین عیسائیت میں جدیدیت کی ابتداء تھی جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ﴾ [التوبة: 31]۔ سنن الترمذی کی ایک صحیح حدیث کے مطابق عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ، جو حاتم الطائی کے بیٹھے تھے اور عیسائی سے مسلمان ہوئے تھے، نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال بھی کیا تھا کہ ہم تو اپنے فقہاء اور صوفیاء کی عبادت نہیں کرتے تھے تو قرآن مجید پھر یہ کیوں کہتا ہے ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا کہ اے عدی! کیا ایسا نہیں تھا کہ تمہارے فقہاء اور صوفیاء جس کو حلال کہتے تھے، تم حلال مان لیتے تھے۔ اور جسے حرام کہتے تھے، اسے حرام مان لیتے تھے تو یہی تو ان کو رب بنا لینا ہے۔ تو جس دینی تعبیر یا مذہبی روایت میں فقہاء اور صوفیاء اخیر اتھارٹی (ultimate authority) بن جائیں، وہ دین خدا کا دین نہیں، دین جدیدیت ہے کہ جیسے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے یوں بیان کیا کہ جس دینی روایت میں "فصوص" کو "نصوص" یعنی کتاب وسنت پر ترجیح دی جائے تو سمجھ لو وہ دین محمدی نہیں ہے۔ تو اخیر اتھارٹی تو صرف کتاب وسنت ہیں جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ علماء رستہ ہیں، منزل نہیں۔ تو ایک واسطہ ہونے کے اعتبار سے علماء کی حیثیت مسلم ہے اور اس کا انکار جہالت ہے لیکن علماء کو منزل بنا لینا تو ایک دوسری انتہاء ہے۔